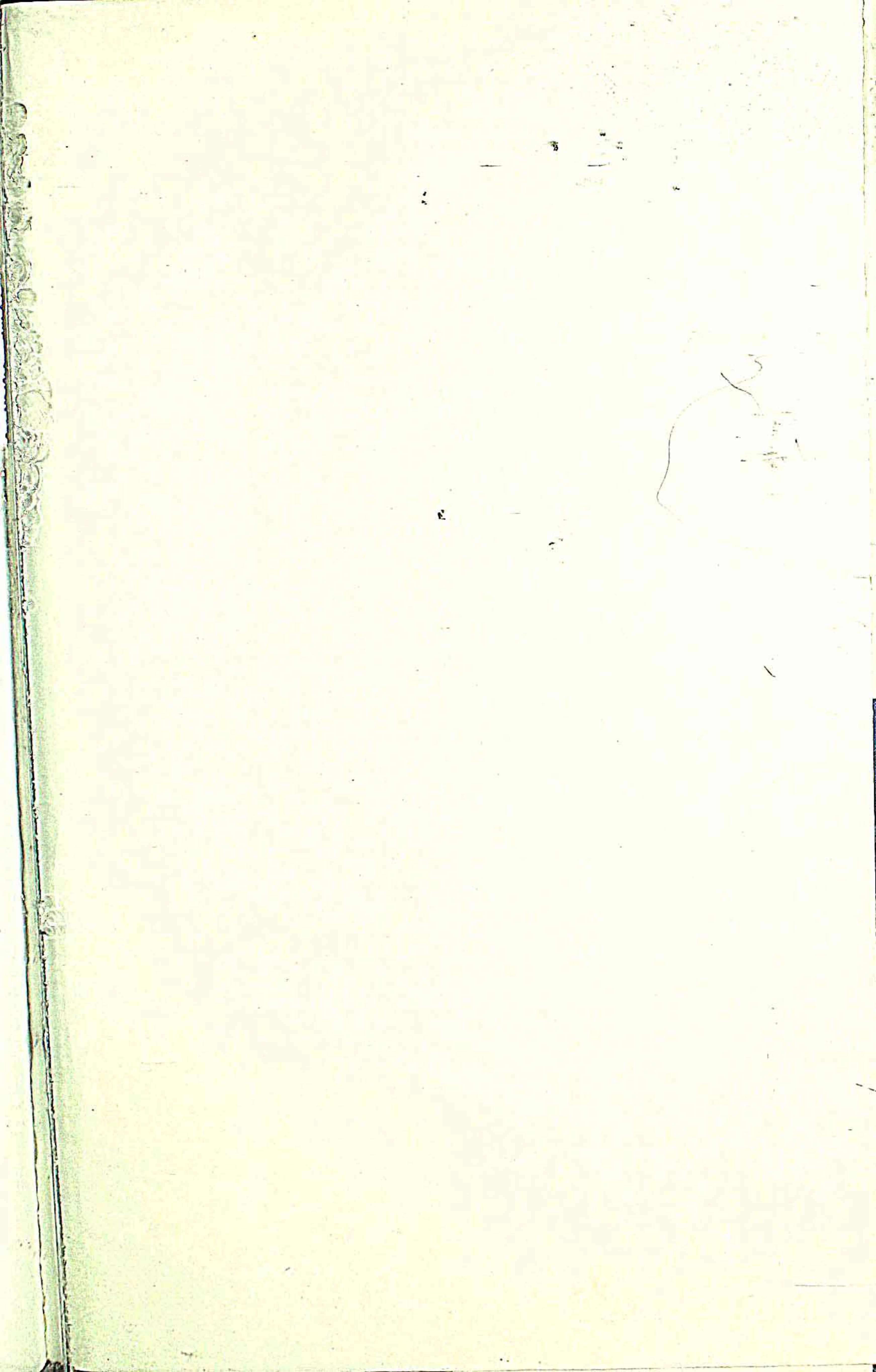


رسم عثمانی
اسکی شرعی حیثیت

حافظ اسماعیل اللہ مہدی

شیخ زاہد اسلامک سنٹر
پنجاب یونیورسٹی، لاہور



رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت

حافظ محمد سمیع اللہ فراز

شیخ زاید اسلامک سنٹر

قائد اعظم کیمپس، جامعہ پنجاب، لاہور

0668801-11
DATA CENTER

الحمد لله
والصلاة والسلام
على سيدنا محمد

والآله الطيبين
الطاهرين

أجمعين

الحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على سيدنا محمد

والآله الطيبين الطاهرين

1-8

۱۵۰۰۰۰۰۰۰۰

کتاب الحقوق محفوظات

کتاب :	رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت
مصنف :	حافظ محمد سمیع اللہ
ناشر :	شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور
کمپوزنگ :	ابو محمد تقی
طبع اول :	جنوری ۲۰۰۷ء
تعداد :	۵۰۰
قیمت :	۳۵۰ روپے

ISBN : 969-8604-13-8

شیخ زاید اسلامک سنٹر

قائد اعظم کیمپس، جامعہ پنجاب لاہور، پاکستان

Tel: +93 42 9231140

E-Mail: szicpu@hotmail.com

۲۵۰/۱

انتساب

یادگارِ اسلاف

شیخ الحدیث محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

شیخ التفسیر صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ

اور

اپنے والدین کریمین کے نام

Handwritten text, possibly a title or heading, in a cursive script.

Handwritten text in a cursive script, possibly a main body of text or a signature.

Handwritten text in a cursive script, possibly a date or a reference.

فہرست

xi	حرفِ آغاز: ابوالوفاء محمود، ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سینٹر لاہور.....
xii	پیش لفظ: ڈاکٹر حافظ عبداللہ.....
xv	تقریظ: حضرت نفیس الحسنی شاہ دامت برکاتہم.....
xvii	مقدمہ.....
xxii	اظہارِ تشکر.....

باب اول

رسمِ عثمانی سے قبل عربی رسم الخط کے خصائص اور علم الرسم کا تعارف

۲۳-۱	فصل اول: رسمِ عثمانی سے قبل عربی رسم الخط.....
۳	قبل از اسلام اہل عرب میں کتابت کا وجود.....
۷	خط عربی کی بنیاد: مختلف آراء کا تحقیقی جائزہ.....
۸	پہلی رائے.....
۹	دوسری رائے.....
۱۲	تیسری رائے.....
۱۲	سامی خطوط کی اقسام.....

۱۳خط مسند کا تعارف
۱۶عرب مورخین کے نزدیک خطِ عربی کا سلسلہ نسب
۱۹دریافت شدہ عربی نقوش کی تحقیق
۲۱حجاز میں عربی رسم الخط کی آمد
۲۲حجاز میں داخلین کتابت
۲۴مدینہ منورہ میں ایصال کتابت
۲۰-۲۶فصل دوم: رسم کی لغوی و اصطلاحی ابحاث
۲۶بلحاظ لغت 'رسم' کے ارتقائی مدارج
۲۷لفظ رسم کی لغوی تعریف
۲۸'رسم' کی اصطلاحی تعریف
۳۰رسم کی اقسام اور ان کے اصلاحی مفاہیم
۳۱رسم عروضی:
۳۲رسم املائی:
۳۴رسم عثمانی (رسم مصحف / رسم اصطلاحی):

باب دوم

کتابت قرآن کے ادوارِ ثلاثہ

۵۹-۴۱فصل اول: دور رسالت میں کتابت قرآن
۴۳عہد رسالت میں کتابت قرآن کے شواہد
۴۷کاتبین وحی
۴۸عہد رسالت میں کتابت قرآن کی کیفیت

- ۵۲ کتابتِ قرآن کیلئے مستعمل اشیاء اور ان کی تحقیق
- ۵۵ عہد رسالت میں قرآن ایک جگہ جمع نہ ہونے کی وجوہات
- ۵۷ عہد نبوی کا اندازِ تحریر
- ۸۲-۶۰ فصل دوم: عہد صدیقی میں کتابتِ قرآن
- ۶۱ صحابہ کرام کی کتابت سے واقفیت
- ۶۳ عہد صدیقی میں جمع و کتابتِ قرآن
- ۶۷ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: اول جامع قرآن
- ۷۲ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول ”نقدت آیتہ“ کا مطلب:
- ۷۸ جمع صدیقی کا دستور اور اس کی شرائط
- ۱۱۳-۸۳ فصل سوم: خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جمع و کتابتِ قرآن
- ۸۵ اسباب و محرکات
- ۸۹ قراءات کا بنیادی اختلاف اور اس کی صورتیں
- ۹۱ اہل شام اور اہل عراق کے مابین اختلاف اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا رد عمل
- ۹۴ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحابہ سے مشاورت
- ۹۵ جمع عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے
- ۹۶ کتابتِ مصاحف کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ کمیٹی
- ۹۹ کتابتِ مصاحف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج
- ۱۰۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلافِ رائے اور اتفاق
- ۱۰۷ مصاحفِ صحابہ اور ان کی حقیقت
- ۱۱۱ احراقِ صحف کا سرکاری حکم

جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں فرق ۱۱۲

باب سوم

مصاحف عثمانیہ، ان کے اختلافات اور اس کے اسباب

- فصل اول: مصاحف عثمانیہ کی تعداد ۱۱۵-۱۲۹
- تعداد مختلف فیہ ہونے کا سبب ۱۱۶
- مصاحف عثمانیہ چار ہونے کے دلائل ۱۱۷
- مصاحف عثمانیہ پانچ ہونے کے دلائل ۱۱۹
- مصاحف عثمانیہ چھ ہونے کے دلائل ۱۲۰
- مصاحف عثمانیہ سات ہونے کے دلائل ۱۲۲
- مصاحف عثمانیہ آٹھ ہونے کے دلائل ۱۲۳
- مصاحف عثمانیہ نو ہونے کے دلائل ۱۲۴
- تعداد کے لحاظ سے راجح قول اور اس کی وجوہات ۱۲۵
- وجہ اول: مصاحف کے ساتھ بھیجے جانے والے قراء صحابہ کی تعداد ۱۲۶
- وجہ دوم: جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے مصاحف کی روانگی ۱۲۷
- وجہ سوم: دیگر اقوال میں امکان تاویل ۱۲۸
- مصاحف عثمانیہ کی تاریخ ۱۳۱
- تاشقند میں موجود مصحف عثمانی ۱۳۳
- مشہد حسینی مصر کا مصحف ۱۳۷
- مصحف خاص ۱۳۸
- مصحف مدنی ۱۴۲

۱۳۳ مصحف مکی
۱۳۴ مصحفِ شامی
۱۳۵ حضرت عثمان کی طرف منسوب دیگر مصاحف
۱۳۸ مصاحف عثمانیہ میں مستعمل خطِ کتابت
۱۴۴-۱۵۰ فصل دوم: مصاحفِ عثمانیہ میں اختلاف کی نوعیت
۱۵۱ مصاحفِ عثمانیہ میں اختلاف اور قراءات
۱۵۲ اختلافِ مصاحفِ اہل امصار بلحاظ اثبات و حذف اور وصل و فصل
۱۶۰ مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں مختلف فیہ مقامات بلحاظ زیادت و حذف
۱۶۶ مصاحفِ عثمانیہ میں اختلافی مقامات کی مجموعی تعداد
۱۶۸ اختلافِ رسم کے اسباب
۱۸۶-۱۷۵ فصل سوم: رسمِ مصحف اور اختلافِ قراءات
۱۷۶ حجیت قراءات کی دلیل
۱۷۷ گولڈزیہر (Goldziher) کے اعتراضات اور ان کا نقد و تجزیہ
۱۷۹ آر تھر جیفری (Arthur Jeffery) کا نقطہ نظر اور اس کی تردید
۱۸۲ قراءات کے ارکانِ ثلاثہ میں رسمِ عثمانی کا مقام و مرتبہ

باب چہارم

رسمِ عثمانی کے قواعد و رموز اور ان پر تحریر کردہ کتب کا تاریخی جائزہ

۲۵۴-۱۸۸ فصل اول: رسمِ عثمانی کے قواعد
۱۹۰ رسمِ عثمانی کے قواعدِ ستہ
۱۹۱ قاعدہ اول: حذف

- اقسامِ حذف: ۱۹۳
- حذف الالف ۱۹۴
- حذف الواو ۲۰۳
- حذف الياء ۲۰۵
- حذف اللام ۲۰۸
- قاعدہ دوم: زیادت ۲۰۹
- اقسامِ زیادت ۲۱۰
- زیادتِ الف کی اقسام اور مقامات ۲۱۰
- زیادتِ یاء اور اس کے مقامات ۲۱۵
- زیادتِ واو اور اس کے اصول ۲۱۶
- قاعدہ سوم: بدل ۲۱۸
- قاعدہ بدل کی اقسام ۲۱۸
- ابدالِ الف اور اس کی صورتیں ۲۱۹
- ابدالِ نون ۲۲۲
- ابدالِ تنوین ۲۲۳
- ابدالِ تاءِ تانیث اور اس کے مقامات ۲۲۳
- قاعدہ چہارم: وصل و فصل ۲۳۰
- وصل و فصل کی ممکنہ تین صورتیں ۲۳۰
- وصل و فصل کے اصول اور مستثنیٰ مقامات ۲۳۱
- وصل و فصل کے مفہوم کا دوسرا نقطہ نظر ۲۳۳

- ۲۴۴ قاعدہ پنجم: الہمز
- ۲۴۴ لفظ 'ہمز' کا لغوی معنی
- ۲۴۵ رسم عثمانی میں ہمزہ کا طریق کتابت
- ۲۴۷ اقسام ہمزہ بلحاظ حرکات
- ۲۴۸ اقسام ہمزہ بلحاظ کلام
- ۲۴۸ ہمزہ مبتدأ
- ۲۵۰ ہمزہ متوسطہ اور متطرفہ
- ۲۵۳ قاعدہ ششم: احتمال قراءات
- ۲۶۲-۲۵۵ فصل دوم: رسم عثمانی کے رموز اور خصوصیات
- ۲۵۶ ☆ ایک ہی کلمہ میں ممکنہ قراءات متنوعہ کا اجتماع
- ۲۵۷ ☆ اصل حرکت کی وضاحت
- ۲۵۸ ☆ دیگر فصیح لغات کی شمولیت
- ۲۵۸ ☆ ایک سے زائد معانی کا علم
- ۲۵۹ ☆ مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف راہنمائی
- ۲۶۱ ☆ رسول اللہ ﷺ سے اتصال سند کا ذریعہ
- ۲۶۲ ☆ اہل کتاب کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ
- ۲۸۹-۲۶۳ فصل سوم: رسم عثمانی سے متعلق تحریر کردہ کتب کا تاریخی جائزہ
- ۲۶۵ مختلف اسلامی علاقوں کے مقتدر علماء رسم
- ۲۶۵ علماء مدینہ منورہ
- ۲۶۶ علماء بصرہ

۲۶۷	علماءِ کوفہ
۲۶۸	علماءِ شام
۲۶۹	رسمِ عثمانی پر لکھی گئی کتب
۲۷۰	پہلی صدی ہجری
۲۷۰	دوسری صدی ہجری
۲۷۲	تیسری صدی ہجری
۲۷۳	چوتھی صدی ہجری
۲۷۵	پانچویں صدی ہجری
۲۷۷	چھٹی صدی ہجری
۲۷۸	ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری
۲۷۹	نویں صدی ہجری
۲۷۹	دسویں صدی ہجری سے تاحال
۲۸۴	فہرست مخطوطات

باب پنجم

رسمِ عثمانی کے بارے میں اہم فقہی مباحث

۲۹۱-۳۰۸	فصل اول: رسمِ عثمانی کی توقیفیت
۲۹۲	نظریہ توقیف سے اختلاف رکھنے والے محققین
۲۹۴	توقیف کا مفہوم
۲۹۴	جمہور علماء امت کی رائے
۲۹۶	رسمِ عثمانی کی توقیفیت پر دلائل

- ☆ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قرآنی رسم کا تقرر ۲۹۶
- ☆ اشارۃ النص سے نظریہ توقیف کا ثبوت ۳۰۱
- ☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور عہد نبوی کے مطابق رسم کا انتخاب ۳۰۳
- ☆ بعض کلمات کا رسم میں اختلاف ۳۰۶
- عصر حاضر کے علماء کا فتویٰ ۳۰۷
- فصل دوم: رسم عثمانی کا التزام اور دور حاضر میں اس کی ضرورت ۳۰۹-۳۵۵
- رسم عثمانی کے التزام اور عدم التزام کے بارے میں مختلف آراء ۳۱۰
- پہلا نظریہ: رسم عثمانی کے عدم التزام کا وجوب ۳۱۱
- علامہ زرکشی کے موقف کی تحقیق ۳۱۲
- دوسرا نظریہ: رسم عثمانی کے عدم التزام کا جواز ۳۱۴
- امام ابو بکر باقلانی کی رائے اور اس کا تجزیہ ۳۱۶
- باقلانی کی رائے پر مجلس فتویٰ الازہر کا تبصرہ ۳۱۷
- تطبیقی رائے ۳۱۹
- مذکورہ بالا نظریات کی تردید ۳۲۳
- رسم عثمانی کے متحد مخالفین ۳۲۴
- عبدالعزیز فہمی مصری ۳۲۵
- ابن الخطیب محمد محمد عبداللطیف ۳۲۶
- تیسرا نظریہ: رسم عثمانی کا التزام ۳۲۸
- رسم عثمانی کے التزام پر بارہ ہزار صحابہ کا اجماع ۳۲۸
- رسم عثمانی کے التزام پر ائمہ اربعہ کے اقوال ۳۳۱

- التزامِ رسم پر متقدمین علماء کے اقوال ۳۳۲
- التزامِ رسم کی وجوہ ترجیح ۳۳۸
- دورِ جدید کے علماء کے فتاویٰ جات ۳۴۱
- عجمی لغات میں کتلتِ قرآن (Transliteration) اور اس کا فقہی حکم ۳۴۶
- علماءِ دیوبند کا فتویٰ ۳۵۲
- رسمِ عثمانی کے انکار کا حکم ۳۵۲
- فصل سوم: رسمِ عثمانی سے متعلق استثنائی شہادت کا نقد و تجزیہ ۳۵۶-۳۹۳
- قرآنی متن سے متعلق بعض اہم استثنائی کتب ۳۵۷
- رسم سے متعلق مشکوک روایات کا عقلی رد ۳۶۱
- حضرت عثمانؓ سے منسوب قول ان فیہ لحناً و مستقیمہ العرب، کی تنقیح ۳۶۲
- حجاج بن یوسف کی طرف گیارہ حروف کی تبدیلی کا منسوب قول اور اس کی تحقیق ۳۷۳
- حضرت عائشہؓ کی طرف 'کاتبین کی غلطی' کا منسوب قول ۳۷۹
- حضرت ابن عباسؓ سے منسوب چند اختلافی اقوال کی حقیقت ۳۸۵
- مصادر و مراجع ۳۹۵
- اشاریہ ۴۱۳



حرف آغاز

(قرآن حکیم اللہ جل شانہ کی لاریب کتاب ہے جو عربی مبین میں محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوئی۔ اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت اللہ جل شانہ نے اپنے ذمہ لی۔ ﴿ان علينا جمعه و قرآنه﴾ (القیامتہ) اور ﴿ثم ان علينا بيانه﴾ کی آیات اسی الہی حفاظت کے وعدہ پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم سب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ الفاظ کا تحریری اظہار، نقوش کے ذریعہ ہوتا ہے۔ نقوش کی تبدیلی سے لفظ اور معانی کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کی الہی حفاظت کا تعلق جہاں الفاظ و معانی سے ہے وہاں نقوش سے بھی ہے جو الفاظ و معانی پر دلالت کرتے ہیں اور جن کے ذریعے ہم قراءت کلام الہی کے قابل ہوتے ہیں۔ لہذا قرآن حکیم کے الہی الفاظ کے نقوش بھی توقیفی ہیں۔ قرآن حکیم میں ﴿اقرا و ربك الاكرم الذی علم بالقلم﴾ کہہ کر قراءت قرآن کے ساتھ تعلیم بالقلم کا ذکر کر کے قرآنی نقوش کے توقیفی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی طرح قرآن حکیم میں ﴿ولاتخطه بيمينك اذا لارتاب المبتطلون﴾ فرما کر لطیف پیرایہ بیان میں قرآنی خط کی حضور ﷺ کی طرف عدم نسبت اور اس کے توقیفی ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا۔ لہذا قرآن حکیم کے الفاظ، معانی اور نقوش وعدہ الہی کے تحت محفوظ و مصنون ہیں۔

علماء امت کو اللہ جل شانہ نے قرآن کی خدمت پر مامور فرمایا اور قرآن کے ذریعے انہیں عزت بخشی چنانچہ علماء امت نے قرآن سے متعلق متعدد علوم وضع کیے اور

ان پر مستقل تصانیف کے ذریعے ان کو ترقی دی۔ علوم القرآن میں وہ علم جس کا تعلق نقوش سے ہے ”علم الرسم“ کہلاتا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں قرآن حکیم کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الہی کی روشنی میں تعلیم کردہ طریقہ تحریر کے مطابق اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخہ قرآنی کی روشنی میں متعدد نسخے تیار کروائے اور جن میں سے ایک نسخہ اپنے پاس رکھا اور باقی سلطنت کے مختلف حصوں میں بھیجے گئے۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس انتظام کے باعث رسم قرآنی ”رسم عثمانی“ کے نام سے معروف ہوا۔

شیخ زاید اسلامک سنٹر لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اہم علمی و تحقیقی موضوعات کی کتب کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے۔ اردو زبان میں رسم عثمانی کے موضوع پر کوئی مستقل تصنیف موجود نہیں ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر ”رسم عثمانی کی شرعی حیثیت“ کے عنوان سے جو کہ سنٹر کے ایم فل کے طالب علم حافظ سمیع اللہ فراز کا تحقیقی مقالہ ہے، شائع کی جا رہی ہے۔

میں محترم ڈاکٹر حافظ عبداللہ صاحب کا ممنون ہوں جن کی زیر نگرانی یہ تحقیقی مقالہ مکمل ہوا۔ میں شکر گزار ہوں جناب لیفٹنٹ جنرل (ر) ارشد محمود وائس چانسلر، جامعہ پنجاب کا جن کی علمی سرپرستی کے باعث اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام کتاب کی اشاعت ممکن ہوئی۔ دعا ہے اللہ جل شانہ ہم سب کو قرآن کا خادم بنائے۔

ابوالوفا محمود

ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر لاہور

پیش لفظ

﴿وعدة الہی﴾ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ﴿﴾ کے مطابق جس طرح قرآن کریم کے الفاظ و معانی کی حفاظت کا انتظام کیا گیا، اسی طرح الفاظ قرآنی کے نقوش کی حفاظت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ خود قرآن کریم ہی نے اپنا نام الکتب بھی بتایا ہے۔ قرآن کے معنی ہیں ”مائیقرأ“ یعنی پڑھنے کی چیز تو کتاب کے معنی ہیں مائیکتب یعنی لکھنے کی چیز۔ الفاظ اگر پڑھے جاتے ہیں تو نقوش لکھے جاتے ہیں۔

قرآنی الفاظ کی حفاظت و صیانت کے متعلق علم کا نام علم قراءت قرار پایا تو نقوش قرآنی کی حفاظت و صیانت سے متعلق علم، علم الرسم کے نام سے موسوم ہوا۔

علماء علوم القرآن نے دورِ تدوین کے آغاز ہی سے علم قراءت کی طرح علم الرسم کو بھی اپنی تحقیق و تصنیف کا موضوع بنایا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ سے منقول قراءت کے تواتر و صحت کیلئے تین ارکان میں سے ایک رکن، قراءت کا مصاحف عثمانیہ کے رسم کے مطابق ہونا بھی ہے۔ جو قراءت رسم عثمانی کے مطابق نہیں ہے اسے شاذ قراءت میں شمار کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے علم الرسم، علماء قراءت کی خصوصی توجہ کا موضوع بنا۔

جس کے نتیجے میں نظم و نثر، متون و شروح اور مختصر و مفصل کتب کا قابل قدر علمی ذخیرہ وجود میں آیا۔ لیکن اس سرمایہ علمی کا بڑا حصہ عربی زبان میں ہے۔ اردو زبان میں اگرچہ قاری ابن صبا محبت الدین، قاری عبداللہ مراد آبادی، قاری رحیم بخش، قاری فتح محمد پانی پتی، قاری اظہار احمد تھانوی، قاری محمد ادریس عاصم اور حافظ احمد یار جیسے ماہرین فن نے امام شاطبی سے منسوب قصیدہ عقیلۃ اتراب القصائد کی شروح اور اس علم کے تعارف اور مسائل سے متعلق

کتب و رسائل اور مضامین تحریر کیے۔ اللہ تعالیٰ ان خادمین قرآن کی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے، لیکن ابھی اردو زبان میں اس علم سے متعلق متعدد پہلوئیں تھیں تحقیق تھے۔

نزول قرآن کے وقت رائج عربی خط اور رسم قرآنی میں اتفاق و اختلاف، عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں رسم قرآنی کی تعریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مصاحف کی کتابت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت، رسم عثمانی تو قیفی ہے یا غیر تو قیفی، رسم عثمانی کا تشریحی مقام یعنی شرعاً مصاحف کی کتابت میں رسم عثمانی کا التزام ضروری ہے یا نہیں؟، رسم عثمانی کے قواعد سنہ کے رموز و فوائد، علم الرسم کی تاریخ، قدیم و جدید معترضین کا رسم عثمانی پر شبہات و اشکالات کا مدلل ابطال، جیسے موضوعات پر تحقیق اور تصنیف و تالیف کی ضرورت تھی تاکہ اردو خواں طبقہ بھی ان اہم مباحث سے آشنا ہو سکے۔

یہ بات باعث مسرت و اطمینان ہے کہ حافظ محمد سمیع اللہ فراز، جو علوم اسلامیہ کے فاضل اور علمی و تحقیقی ذوق کے حامل ہیں، نے اپنے ایم فل کے تحقیقی مقالے کا موضوع علم الرسم کی انہی مباحث کو بنایا اور انتہائی محنت و جانفشانی سے بنیادی مصادر و ماخذ سے متعلقہ مباحث کو جمع کرتے ہوئے بڑی دقت نظر سے اس علم کے اہم مسائل کی تنقیح و توضیح کا فریضہ سرانجام دیا۔ مقالے کی ترتیب و تدوین محقق موصوف کی علمی متانت اور تحقیقی ذوق کی آئینہ دار ہے۔ امید ہے کہ یہ تحقیقی کاوش شائقین علوم قرآن اور خصوصاً اردو خواں طبقہ کی رہنمائی اور اہم علمی ضرورت پوری کرنے میں مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تصنیف لطیف کو نافع بنائے اور محقق موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حافظ عبداللہ

اسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سنٹر

پنجاب یونیورسٹی لاہور

عکس تقریظ حضرت نفیس الحسنی شاہ دامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

پیش نظر مقالہ " رسم عثمانی اور اسکی شرعی حیثیت " جناب حافظ سمیع اللہ صاحب نے بڑی لذت و تحقیق سے ایتم عمل کیلئے سپردِ قلم کیا۔ جو الحمد للہ زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔

دورِ حاف میں رسم عثمانی کے جیدہ ناضل حضرات کی تقریروں سے خاطر فواہ استفادہ کیا گیا ہے مثلاً حضرت قاری رحیم بخش صاحب اور حضرت مولانا طوائف اقبال کی تحقیقات شامل مقالہ ہیں، جو اس مقالہ کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ مزید برآں حق المقدور تدبیر و جدیدہ مآخذ سے کام لیتے ہوئے رسم عثمانی جیسے دشوار فن پر انہوں نے بڑی کامیابی سے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔

امید ہے اس سے اہل علم و فضل اور فنِ قرأت کے ماہرین استفادہ کر سکیں گے۔ اللہ پاک اس مقالہ کو قبولِ عام بخشے۔

ناہینزراقیم سطور، جناب حافظ صاحب کیلئے دعائے خیر کا طالب ہے، اور یہ کہ اللہ پاک اس مقالہ کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا نذر لیا بنائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مبارک کرام اور اہل بیت کے ساتھ کشتور زمانے۔

نصیر الحسنی

تقریظ حضرت نفیس الحسینی شاہ دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده، والصلوة والسلام على من لا نبي بعده،

پیش نظر مقالہ ”رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت“ جناب حافظ سمیع اللہ صاحب نے بڑی محنت و تحقیق سے ایم فل کیلئے سپر قلم کیا۔ جو الحمد للہ زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔

دور حاضر میں رسم عثمانی کے جید فاضل حضرات کی تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے مثلاً حضرت قاری رحیم بخش صاحب اور حضرت مولانا ظفر اقبال کی تحقیقات شامل مقالہ ہیں، جو اس مقالہ کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ مزید براں حتی المقدور قدیم و جدید مآخذ سے کام لیتے ہوئے رسم عثمانی جیسے دشوار فن پر انہوں نے بڑی کامیابی سے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔

امید ہے اس سے اہل علم و فضل اور فن قراءت کے ماہرین استفادہ کر سکیں گے۔ اللہ پاک اس مقالہ کو قبول عام بخشے۔

ناچیز راقم سطور، جناب حافظ صاحب کیلئے دعائے خیر کا طالب ہے، اور یہ کہ اللہ پاک اس مقالہ کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے ساتھ محشور فرمائے۔

نفیس الحسینی

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحریر کا فن، اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ عجائب اور اپنے فضل سے انعام کردہ احسانات میں سے ایک عظیم الشان نعمت ہے جو انسانیت میں سے باشعور افراد کیلئے خاص کی گئی ہے۔ الف، باء، جیم جیسے مختلف الشکل اور متنوع الصُور حروف سے مرکب الفاظ کے ذریعے، کسی بھی زبان میں، وارد العقل خیال و فکر کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ ساری گفتگو ایک مجرد لبطن قلم کرتا ہے جبکہ زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے اور کان اس کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ الغرض دل میں آنے والا کوئی خیال، ذہن میں پیدا ہونے والا کوئی رجحان اور فہم میں اترنے والا کوئی القاء ایسا نہیں کہ تحریر اس کے اظہار کی متحمل نہ ہو سکے اور طریقہ و سلیقہ سے اس کی تعبیر نہ کر پائے۔ چنانچہ قلم کی اہمیت میں کہا گیا کہ؛

وَجُثْمَانُهُ صَامِتٌ أَجْوَفُ

وَأَخْرَسَ يَنْطِقُ بِالْمَحْكَمَاتِ

وَبِالشَّامِ مَنْطِقُهُ يُعْرَفُ ☆

بِمَكَّةَ يَنْطِقُ فِي خَفِيَّةِ

”یہ ایک بے زبان چیز ہے جو محکم اور پختہ باتیں بیان کرتا ہے حالانکہ اس کا جسم خاموش اور کھوکھلا ہے۔ یہ اگر مکہ میں کہیں چھپ کر کلام کرتا ہے تو (ملک) شام میں اس کی گفتگو کا پتہ چل جاتا ہے۔“

اسی تحریر کی بدولت، نسل انسانی کی صلاحیتیں ارکاز سے وقوع کے درجے میں نمایاں ہوئی ہیں، اسی کے ذریعے انسانیت، حیوانیت سے ممتاز ہو کر واجب تحریم ٹھہری اور اسی تحریر کی بدولت انسانی تاریخ کا درجہ بدرجہ ایک ایسا مسلسل ارتقاء شروع ہوا جس کی مدد سے ایک زمانے کے حالات و اسرار دوسرے زمانے کی طرف منتقل ہوئے۔ درحقیقت

☆..... القلقشندی، ابوالعباس احمد، ۷/۳، صبح الاعشی، المطبعة الاميرية، قاہرہ، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴م

ابتدائی انسان کے تقاضے، خواہشات اور آرزوئیں محدود تھیں لہذا دوسروں تک اپنے مطالب کے ابلاغ کا انحصار مخصوص اشاروں پر تھا۔ لیکن وقت کے بے رحم عمل میں جب خواہشات اور تقاضے وسعت پکڑتے گئے، خواہشات کے ساتھ تجسس نے سر ابھارا، ذہن کی وسعتیں کھلے آسمان کے اندر جھانکنے لگیں اور زمین کی تنگ دامانی آہستہ آہستہ ان پر اپنا پھیلاؤ ڈالنے لگی تو ذہن سے وضع ہوتے الفاظ، زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ کی انگلیوں سے کٹھ پتلیوں کی طرح رقصاں و شاداں ادا ہونے لگے اور پھر تاریخ انسانی میں ایسا مرحلہ بھی آ پہنچا کہ تحریر و کتابت کے ذریعے لوگوں کے حقوق کی حفاظت، مال و اسباب کا حساب، احوال و وقائع کی تدوین اور مختلف ادوار میں علوم و فنون کی حفاظت کا مسلسل ارتقاء شروع ہوا۔

ایک مسلمان کیلئے، ازمنہء سابقہ کے حالات اور ان علوم و فنون میں سے وہی معتبر ٹھہرتے ہیں جن کی تعلیمات بذریعہ وحی اس تک پہنچ سکیں اور رسول اللہ ﷺ نے قول و فعل کے ذریعے ان کی صراحت فرمادی ہو۔ قرآن مجید، جو کہ وحی الہی کا کامل نمونہ ہے، کا آغاز بھی اسی بات سے ہوتا ہے کہ خدا نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو کہ وہ جانتا تک نہیں تھا۔ دین اسلام کا دار و مدار، اسی وحی الہی پر ہونے کی وجہ سے، رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ پیغمبر کو قرآن مجید کی کتابت کا حکم دیا۔ اگرچہ کلام اللہ اس بات کا طالب نہیں کہ اس کو لکھ کر ہی محفوظ کیا جائے بلکہ یہ تو انسانی ضرورت ہے ورنہ، ایک نسل سے دوسری نسل تک، کلام اللہ کے منتقل ہونے کا واحد معیار تلقی اور بالمشافہہ سماع ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے اسی پر حکم حکم کو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے تکمیل تک پہنچایا۔

ادوارِ ثلاثہ میں، قرآن کی ہونے والی کتابت کا ایک مسلمہ تشخص برقرار رکھا گیا جو اس دعویٰ کی غمازی کرتا ہے کہ ذات کی طرح، صفات میں بھی کلامِ رحمن میں کسی کلامِ انسان

کے اختلاط کی قطعاً گنجائش نہیں۔ بایں وجہ قرآن مجید کو عام قواعدِ املاسیہ اور مروجہ طرزِ تحریر میں لکھنے کی بجائے اسی طرح لکھا گیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی کتابت کروائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت سمجھ کر ہی جمہور علماء نے اس رسمِ قرآنی کے توقیفی ہونے اور اس کے توقیفی ہونے کی وجہ سے اس کے التزام پر اجماع اور اس کے اتباع کا حکم ارشاد فرمایا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تاریخِ اسلامی کے ہر دور میں اس رسم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

برصغیرِ پاک و ہند میں مصاحف کی کتابت و طباعت میں ماثور رسمِ عثمانی کے استعمال میں بے اعتنائی برتی جاتی رہی ہے۔ مزید برآں مستشرقین کے علاوہ دورِ حاضر کے ملحدین و متجددین نے بھی رسمِ عثمانی کو بنیاد بنا کر متنِ قرآنی کو نشانہٴ تنقید بنایا ہے۔ اگرچہ بلادِ عرب کے چند اہل علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے تاہم رسمِ عثمانی کی جامعیت اور اس کے فوائد و احکام کے حوالہ سے اردو زبان میں کوئی جامع اور قابلِ قدر تصنیف موجود نہ تھی۔

مقالہ برائے ایم فل میں راقم کا موضوع تحقیق چونکہ رسمِ عثمانی سے متعلق تھا اور دورانِ تحقیق کوشش کے باوجود اس فن پر ایسی کوئی جامع کتاب تک رسائی نہ ہو سکی جس میں عربی رسم الخط کے نشو و ارتقاء سے لے کر قرآنی رسم کی تعیین تک اور اس تعیین کی وجوہات سے دورِ حاضر میں قرآن کی کتابت کے مسائل تک جملہ ابحاث موجود ہوں۔ چنانچہ اس فن پر اردو دان طبقہ کیلئے کسی تصنیف کی موجودگی کی خواہش بصورتِ دعا ہمیشہ دل میں انگزائی لیتی رہی اور اللہ کی توفیق اور فضل سے شیخ زاید اسلامک سنٹر لاہور نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔

”رسمِ عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت“ کے عنوان سے یہ تالیف پانچ ابواب پر مشتمل ہے: پہلے باب میں اسلام سے قبل عربی رسم الخط کی حالت اور اس کے نشو و ارتقاء پر بحث کرتے ہوئے نبطی خط کو عربی رسم الخط کی اصل ثابت کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حجاز تک اس کے سفر کے مختلف مراحل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعد ازاں عربی رسم الخط اور قرآن

مجید کے باہمی تعلق کے باعث رسم الخط کے مختلف مفاہیم میں سے قرآنی رسم کی جامع اور فنی تعریف پیش کی گئی ہے۔

دوسرا باب دور رسالت، دور صدیقی اور دور عثمانی میں کتابت قرآن کے مختلف مراحل کے تذکرہ پر مشتمل ہے جس میں تینوں ادوار کے اسباب و وجوہات کا جائزہ لینے کے بعد تینوں مراحل میں جمع قرآن کی کیفیت و اقدامات کا باہمی فرق واضح کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں دور عثمانی میں لکھوائے گئے مصاحف کی تعداد کی تعیین کے ساتھ ساتھ ان مصاحف کی مختصر تاریخ اور دور حاضر میں ان کی موجودگی کے امکانات بھی زیر بحث رہے ہیں۔ مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیے گئے ان مصاحف عثمانیہ کے کچھ کلمات میں اختلاف اور اس کے اسباب و نوعیت کو واضح کیا گیا ہے۔ مزید برآں قراءات کی قبولیت میں ماثور رسم کی اہمیت اور رسم کو اختلاف قراءات کی وجہ قرار دینے والے نظریہ کا ابطال کیا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے جانے والے سرکاری مصاحف میں مختلف فیہ مقامات کی وضاحت کیلئے علماء نے چھ اصول و قواعد وضع کیے۔ چوتھے باب میں ان قواعد کی وضاحت کے ساتھ مصاحف عثمانیہ سے ان کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ رسم عثمانی کے انہی قواعد کے ذریعے مختلف قراءات کا ایک کلمہ میں اجتماع، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال سند اور تحریف و تصحیف سے حفاظت جیسے فوائد آشکارا ہوتے ہیں۔ اس باب میں انہی فوائد و رموز پر لکھی گئی جملہ کتب کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ایسی قدیم کتب کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے جو طباعت کی منتظر ہیں۔

پانچویں اور آخری باب میں رسم عثمانی سے متعلق چند فقہی مباحث کو مرکز بحث بنایا گیا ہے جس میں اولاً رسم عثمانی کے منجانب اللہ ہونے یا نہ ہونے کے نظریات کو ذکر

کرنے کے بعد جمہور علماء امت کے نظریہ توقیف پر دلائل دیے گئے ہیں۔ دورِ حاضر میں اگر مصاحف کو دیگر لغات یا عوامی سہولت کی خاطر مقامی زبان میں لکھنے کی اجازت دے دی جائے تو اس خدشہ میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ خدا نخواستہ اس سے بابِ تحریف کھل جائے گا اور ایک ماثور اور متواتر رسم آہستہ آہستہ ترک ہو جائے گا۔ چنانچہ دورِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے التزام اور اس کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کچھ متجددین کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جنہوں نے رسمِ عثمانی کے خلاف ایک محاذ قائم کر رکھا ہے۔ مزید برآں رسمِ عثمانی پر ہونے والے بنیادی شبہات و اعتراضات کا مدلل نقد و تجزیہ پیش کیا گیا ہے جس کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ رسمِ عثمانی نہ صرف امتِ مسلمہ کا ایک قابل اتباع قیمتی ورثہ ہے بلکہ یہ امت کی وحدت کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

اس انتہائی نازک اور پیچیدہ موضوع کیلئے اولاً عنوانات کی ترتیب اور اس کے بعد فنی ابحاث کیلئے مواد کی فراہمی ایک مشکل ترین مرحلہ تھا۔ تفسیر، علوم القرآن اور لغت کی کتب میں موجود جزوی ابحاث کو اکٹھا کرنے کے بعد ان کو مرتب انداز میں اردو مزاج کے قالب میں ڈھالنا بھی آسان نہ تھا لیکن اللہ عزوجل کی توفیق اور اساتذہ و ماہرین کی راہنمائی سے یہ سب ممکن ہوا۔ اپنے موضوع سے متعلق اس کتاب کے حرفِ آخر ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بارش کا پہلا قطرہ ہے جو محققین کیلئے رسمِ عثمانی کے تعارف کا ایک ادنیٰ سا ذریعہ ہے۔ راقم کو اپنی کم مائیگی کا ہمیشہ احساس رہتا ہے، چنانچہ اس میں موجود کسی کمی یا غلطی کا اعتراف ہے اور اس کی نشاندہی کیلئے استدعا بھی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَلِّمْنَا لِمَنْ لَا يَرْحَمُنَا﴾

حافظ محمد سمیع اللہ عنفی عنہ

[Faint, illegible handwritten text in Urdu script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]

اظہارِ تشکر

..... اللہ رب العزت کے ناقابل شمار احسانات پر اظہارِ تشکر کیلئے طالب توفیق ہوں.....

بقیۃ السلف، استاذ الخطاطین حضرت سید نفیس الحسینی شاہ مدظلہ کا انتہائی سپاس گزار ہوں جن کے دامن سے ہمیشہ شفقت، راہنمائی اور روحانیت نصیب ہوئی ہے۔ حضرت نے مسودہ کا جائزہ لینے کے بعد اس پر پر مغز اور جامع ترین تقریظ مرتب فرمائی جو کہ میرے لیے انتہائی سعادت کا سامان ہے۔ حضرت کے دامن سے وابستگی یقیناً میرے لیے ذریعہ نجات ہے۔

گرامی قدر محترم ڈاکٹر حافظ عبداللہ زید مجدہ کا انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر، اس مہتمم بالشان موضوع کی جانب نشاندہی کی۔ استاذ گرامی کے اشراف، تربیت اور شفقت کے بغیر اس فنی موضوع پر رفعِ قلم محال تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے متعدد پیچیدہ ابحاث کو حل کرنے کیلئے راقم کے ساتھ گھنٹوں نشستیں کیں جو ان کے اعلیٰ علمی ذوق کی عکاس ہیں۔

راقم ابوعمار مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس خان قارن اور مولانا حاجی فیاض خان سواتی مدظلہم کا بھی سپاس گزار ہے کہ انہوں نے مسودہ کا جائزہ لینے کے بعد اس کو بہتر بنانے میں مفید آراء سے نوازا۔

والد محترم قاری عبداللطیف صدیق اور والدہ محترمہ ام حفصہ دام اللہ ظلہما کی بے پناہ شفقتوں اور بے مثال تربیت کا بھی ہر لحظہ ممنون رہتا ہوں جن کی بدولت قلم اور کتاب کے ذریعہ مناسبتِ دین نصیب ہوئی۔

دورِ حاضر میں اہمیت کے حامل منتخب مقالات کی اشاعت کا علم دوست رویہ شیخ زاید اسلامک سنٹر کا خاصہ ہے۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر سنٹر کی سلیکشن کمیٹی کے جملہ اراکین اور جناب وائس چانسلر صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس اہم فن پر اردو زبان میں سب سے پہلی تصنیف کیلئے اقدامات کیے۔

شیخ زاید اسلامک سنٹر کے تمام اساتذہ خصوصاً محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ، جناب ڈاکٹر ابوالوفاء محمود، ڈاکٹر اشتیاق گوندل، جناب حافظ سرفراز احمد اعوان اور جناب ڈاکٹر محمد اعجاز کا حد درجہ احسان مند ہوں جن کی نگرانی میں ایک مناسب علمی اور تحقیقی ماحول میسر رہا۔ کتاب کے اشاعتی مرحلہ میں حافظ عثمان صاحب کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ تصنیفی و تحقیقی مصروفیات میں یقیناً ہم درس احباب کا تعاون بھی شامل حال رہا، جناب محمد فیروز الدین شاہ کھگہ کا ممنون ہوں جن کی مخلصانہ مشاورت اور معیت کے نتیجے میں مزید بہتری پیدا ہوئی۔

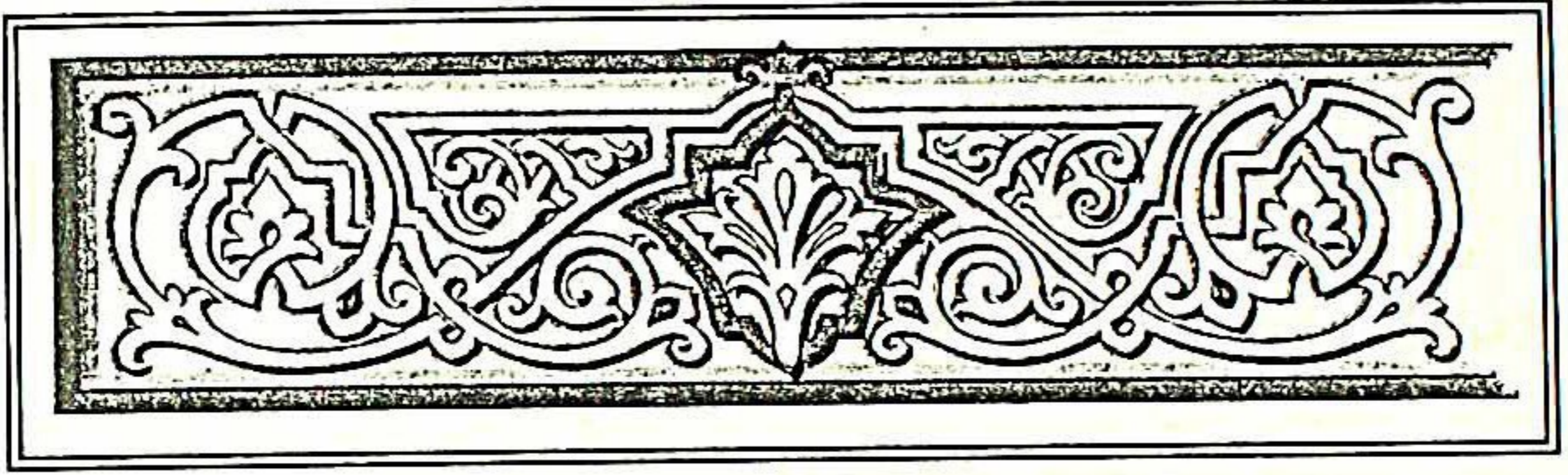
تصحیح اور اشاریہ بندی کیلئے برادران حافظ مطیع اللہ اور حافظ حبیب اللہ اور رفیقہ حیات ام محمد کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

اللہ رب العزت اس ادنیٰ کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے، تمام اساتذہ، والدین اور متعلقین کو جزائے خیر سے نوازے اور ہمیشہ دین حق کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین یا رب العلمین

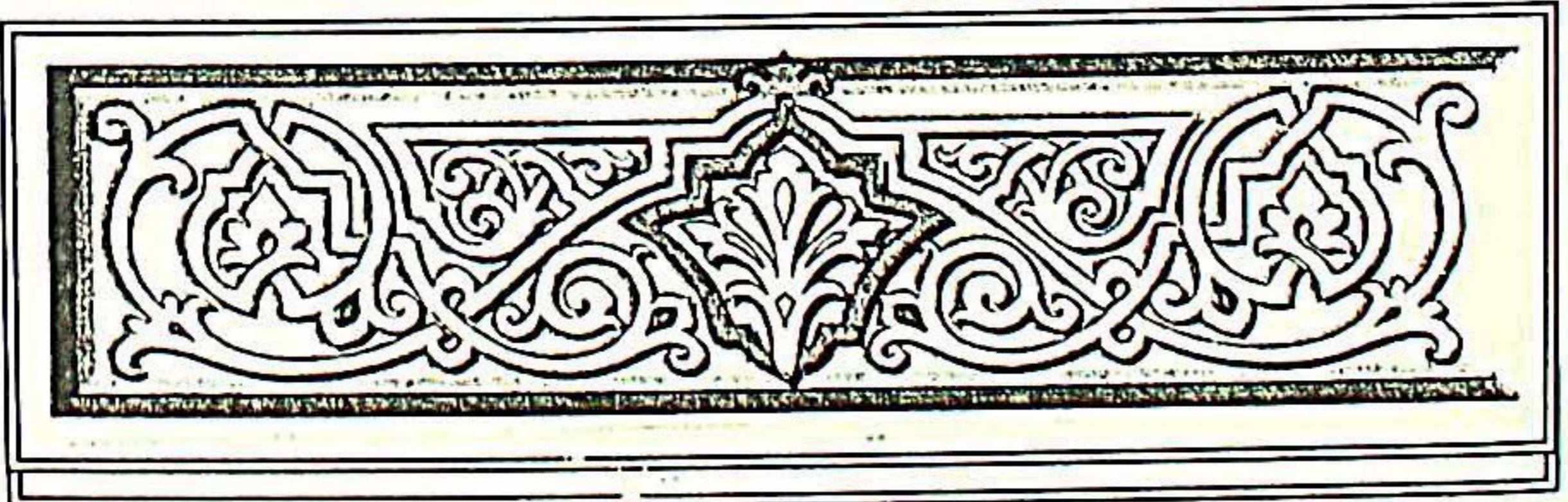
باب اول

رسم عثمانی سے قبل عربی رسم الخط کے خصائص
اور علم الرسم کا تعارف



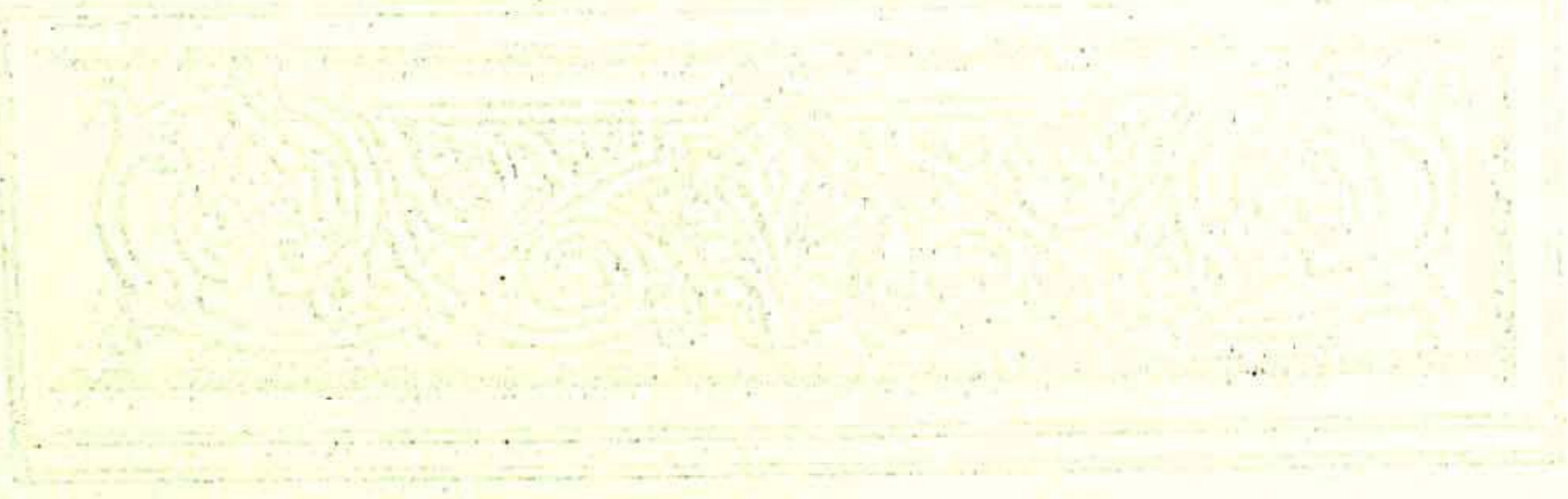
فصل اول

رسم عثمانی سے قبل عربی رسم الخط کے خصائص





Handwritten text in Urdu script, centered on the page. The text is very faint and difficult to read, but appears to be a single line or a short paragraph.



Vertical text on the left margin, possibly a page number or a reference mark, including some illegible characters and symbols.

قبل از اسلام اہل عرب میں کتابت کا وجود:

عربی رسم و کتابت کے حوالہ سے یہ بات قابل تحقیق ہے کہ کیا قبل از اسلام، عرب معاشرہ خط و کتابت سے واقف تھا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء و محققین نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) ①، حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) ② اور ابن عربی ③ کے نزدیک ”عرب کتابت کو جانتے تھے لیکن یہ تعداد نہایت قلیل تھی“۔ اس کے برعکس علامہ یوسف البلوی (م ۶۰۳ھ) زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کی کتابت سے واقفیت کا انکار کرتے ہیں ④۔ جبکہ ابن فارس (م ۳۹۵ھ) نے ان دونوں اقوال کا رد کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”فإننا نزع من أن العرب كلها مدداً ووبراً، قد عرفوا الكتابة كلها

والحروف اجمعها، وما العرب في قديم الزمان إلا كنحن اليوم“ ⑤

① ابن قتیبہ الدینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم (م ۲۷۶ھ): المعارف: ص ۱۳۰، ط ۲ (طبع دوم)، دار احیاء

التراث العربی، بیروت، ۱۹۷۰ء، تحقیق: محمد اسماعیل عبداللہ الصاوی

② ابن کثیر، ابو لؤد اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی (م ۷۷۴ھ): فضائل القرآن: ص ۵۰، ط ۱، مطبعة المنار، مصر، ۱۳۲۸ھ

③ ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ): احکام القرآن: ص ۱۹۴۲، ط ۱، دار احیاء الکتب العربیة، مصر، ۱۹۵۸ء

④ البلوی، ابو الحجاج یوسف بن محمد (۶۰۳ھ): ألف باء: ۸۰/۱، جمعیۃ المعارف، مصر، ۱۲۸۷ھ

⑤ ابن فارس، احمد (م ۳۹۵ھ): الصحابی فی فقه اللغة و سنن العرب فی کلامها: ص ۸، مکتبۃ

سلفیہ، قاہرہ، ۱۹۱۰ء

یعنی ہم اہل عرب کے بارے میں یہ گمان نہیں کر سکتے کہ وہ سفیدان پڑھتے بلکہ وہ کتابت کو بالکل اور تمام حروف کو جاننے والے تھے۔ قدیم زمانہ میں عرب اپنے حالات کے مطابق ہماری ہی طرح (قراءة و کتابت سے واقف تھے)۔

(چنانچہ قبل از اسلام، اہل عرب سے کتابت کی نفی کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ روایات و شواہد اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتے کہ جزیرہ عرب کے قلب و اطراف میں خواندہ اہل عرب کی ایک قابل لحاظ تعداد موجود تھی) مزید برآں قرآن مجید کی مختلف آیات میں لفظ ”کتب“ ① کا وجود اس بات کی طرف مشیر ہے کہ اہل عرب آلات کتابت سے بھی واقف تھے ورنہ یہ بات بعید از عقل و فہم ہے کہ قرآن ایسے لوگوں سے مخاطب ہو جو قراءت و کتابت اور اس کے علم و بصیرت سے ہی بے بہرہ ہوں۔

بعض قبائل عرب کے باہمی معاہدے اور حلف نامے ② بھی اس رائے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں، اسی طرح ورقہ بن نوفل کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ عربی و عبرانی کی کتابت کیا کرتے تھے:

”..... أن ورقة بن نوفل كان يكتب الكتاب العربي والكتاب

العبرانی“ ③

قریش مکہ کے ساتھ مقاطعہ کے دوران، مکتوبہ دستاویز کا ذکر بھی کتب تاریخ

① مادۃ کتب، قرآن مجید میں تین سو سے زائد مرتبہ، جبکہ مادۃ قرأ اسی (80) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ادوات کتابت مثلاً: قلم، مصحف، قرطاس، رِق وغیرہ بھی قرآن میں مذکور ہیں..... ملاحظہ ہو: د۔ عبد الصبور شاہین: تاریخ القرآن: ص ۶۶، دار القلم، مصر، ۱۹۶۶ء

② تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: د۔ محمد حمید اللہ: الوثائق السياسية فی العهد النبوی: لجنة التألیف والترجمة والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۱ء

③ د۔ جوادی علی: تاریخ العرب فی الاسلام (السیرة النبویة): ص ۶۹، بغداد، ۱۹۶۱ء

وسیرت میں منقول ہے جس کو جو ف کعبہ میں لٹکا دیا گیا تھا ①۔ مذکورہ دستاویز کا کعبہ میں لٹکایا جانا کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ سبع معلقات کی تاریخ بھی اس پر گواہ ہے۔ ابن ہشام نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مکہ کے شروع زمانہ میں بھی استعمال کتابت پر شواہد موجود ہیں:

”فہذا قصی بن کلاب یکتب من مکة الی اخیہ ابن امہ رزاخ بن

ربیعة ابن الحرام العذری، فی مشارف الشام، یدعوہ الی نصرته

والقیام معہ فی منازعة خزاعة وبنی بکر امر مکة“۔ ②

علامہ البلاذری (م ۲۷۹ھ) نے ظہور اسلام کے وقت مکہ و مدینہ میں کاتبین کی

تعداد کا تذکرہ کر کے اس یقین کے اثبات میں مزید اضافہ کر دیا ہے کہ اہل عرب قلم و قرطاس کا شعور رکھتے تھے:

”دخل الإسلام وفي قريش سبعة عشر رجلا كلهم يكتب..... [وفي المدينة]

إن الإسلام جاء وفيهم عدة يكتبون، وعدد منهم أحد عشر كاتباً“۔ ③

① ابن سعد: ابو عبد اللہ محمد الزہری (م ۲۳۰ھ): الطبقات الكبرى: ۲۰۸/۱، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء؛

ابن حبیب محمد نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ ”أن قريشا كتبوا قبل الإسلام كتابا وعلقوه في

جوف الكعبة لأمر كان بينهم“۔ ملاحظہ ہو: ابن حبیب، محمد: المنمق في أخبار

قريش: ص ۸۹، ط ۱، دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد، ۱۹۶۴ء

② ابن ہشام: ابو محمد عبد الملک (م ۲۱۸ھ): السيرة النبوية: ۱۱۸/۱، ط ۲، مصطفى البابی حلبی، مصر، ۱۹۵۵ء

③ البلاذری: احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (م ۲۷۹ھ): فتوح البلدان: ص ۴۷۷، ط ۱، شركة بیع الكتب

العربية، قاہرہ، ۱۹۰۱ء؛ مزید ملاحظہ ہو:..... ابن عبد ربہ، ابو عمر احمد بن محمد الاندلسی (م ۳۲۷ھ): العقد

الفريد: ۱۵۷/۳، لجنة التأليف والترجمة والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۰ء..... القلقشندي: ابو العباس احمد بن علی بن

احمد (م ۸۲۱ھ): صبح الأعشى في كتابة الإنشاء: ۱۵/۳، دار الكتب العربية، قاہرہ..... طاش کبریٰ

زاده: احمد بن مصطفى (م ۹۶۲ھ): مفتاح السعادة ومصباح السيادة: ۸۴/۱، ط ۱، دائرة المعارف

العثمانية، حیدرآباد۔

ابن ابی داؤد نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اہل حیرہ میں سے ایک نصرانی کاتب سے مصحف لکھوایا اور عوض میں ساٹھ درہم ادا کیے:

”أن عبد الرحمن بن عوف استكتبه رجلاً من أهل الحيرة

نصرانياً مصحفاً ، فأعطاه ستين درهماً“ ①

لہذا کتابت نہ صرف جزیرہ عرب میں عام تھی بلکہ اطراف عراق و شام میں بھی لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فروة بن عمرو الجذامی، جو کہ ارض بلقاء (یمین) پر قیصر کی طرف سے والی مقرر تھے، کی طرف خط بھیجا اور انہوں نے اس کا جواب بھی لکھا ②۔ اسی طرح اہل ایلتہ، تیماء، جرباء اور اذرح، جو کہ جزیرہ عرب کی شمالی بستیاں تھیں، کے وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کتابی شکل میں معاہدات لکھوائے ③۔

جہاں مذکورہ بالا اور اس جیسی متعدد روایات، اہل عرب میں انعدام کتابت اور ندرت کی تمام آراء کا خاتمہ کر دیتی ہیں وہاں اس بات کی طرف بھی مشیر ہیں کہ اہل عرب کے ہاں کتابت کے اتنے وسیع استعمال کی وجہ سے قواعد کتابت موجود ہوں گے اور دین اسلام اور قرآن کے معجزانہ و بلیغانہ انداز کلام نے ان میں بہتری لانے اور ان کو مزید نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا ہوگا۔ جن کی بنیاد پر قرآن لکھا اور مدون کیا گیا۔

① ابو بکر بن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان السجستانی (م ۲۱۶ھ): کتاب المصاحف: ص ۱۲۸، ط ۱، دارالکتب

العلمیۃ بیروت، ۱۳۰۵ھ/۱۹۸۵ء

② ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۲۶۲/۱

③ الواقدی: محمد بن عمر بن واقد (م ۲۰۷ھ): کتاب المغازی: ۱۰۳۱/۳، دارالمعارف، مصر، ۱۹۶۳ء

خطِ عربی کی بنیاد کے متعلق مختلف آراء کا تحقیقی جائزہ:

خطِ عربی کی بنیاد و مشتق منہ کے علاوہ اس کی ایجاد کے بارے میں بھی مختلف آراء موجود ہیں۔ عربی رسم الخط کے نشو و ارتقاء کے اس سلسلہ میں، متناقض روایات و شواہد اور ان کی بنیاد پر قائم ہونے والی متباہن آراء کی زیادتی نے، اس کی اصل اور مشتق منہ کے تعین میں درپیش مشکل میں مزید اضافہ کیا ہے۔ نیز زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مکتوبات کی ندرت بھی اس پیچیدگی کا باعث ہے۔ لہذا ان وجوہات کی بناء پر عربی خط کی اصل اور اساس کے بارے میں ہر محقق و مؤرخ نے اپنے منہائے تحقیق کو بنیاد بنا کر اس کے متعلق رائے ظاہر کی۔ نتیجتاً ایک محقق کیلئے کسی بھی رائے یا نظریہ کو راجح قرار دینے میں تامل کا پہلو بہر حال موجود رہتا ہے۔ مثلاً بعض علماء نے، آیات قرآنیہ ① کو بنیاد بنا کر، عربی خط کے تو قیفی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے:

”لیس ببعید أن یؤقف آدم علیہ السلام أو غیرہ من الأنبیاء

علیہم السلام علی الكتاب“ ②

یعنی یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے کتابت کو تو قیفی ہونے

کی وجہ سے آگے پہنچایا ہو۔ حضرت کعب بن اخبار رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) سے روایت ہے کہ

”أول من وضع الخط العربي والسرياني، وسائر الكتب آدم

علیہ السلام، قبل موته بثلاثمائة سنة، كتبه فی الطین ثم

طبخه، فلما انقضى ما كان أصاب الأرض من الغرق، وجد

① البقرة: ۳۱..... العلق: ۳۱..... القلم: ۱

② ابن فارس: الصحابي فی فقه اللغة و سنن العرب فی كلامها: ص ۷

کل قوم کتابہم فکتبوا بہ، فکان اسماعیل علیہ السلام وجد

کتاب العرب“ ①

یعنی عربی اور سریانی اور باقی تمام رسوم کتابت کو آدم علیہ السلام نے وضع کیا اور اپنی وفات سے تین سو (۳۰۰) سال قبل ان رسوم کو مٹی میں لکھ کر پکایا۔ پھر طوفانِ نوح کے بعد ہر قوم نے اپنا اپنا طریقہ کتابت پایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عربی رسم الخط ملا۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے بعد قلم کی مدد سے سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھا ②۔ ایک اور روایت کے مطابق حمیر بن سبآن سے پہلے عربی خط لکھا ③۔ ابن ندیم کے نزدیک:

”أول من وضع الكتاب العربي، نفيس ونضر وتيماء ودومة،

هؤلاء ولد اسماعيل“ ③

اس کے علاوہ چند اسرائیلیات بھی اس معاملہ میں منقول و مروی ہیں لیکن ان کی بنیاد پر کسی بھی حتمی رائے کا اثبات و اظہار ممکن نہیں۔ خطِ عربی کی بنیاد کے متعلق حسب ذیل آراء موجود ہیں:

پہلی رائے: عربی خط کی اصل کے بارے میں پہلی رائے یہ ہے کہ ”اس کی ایجاد کا

سہرا ملوکِ مدین کے سر ہے جن کے نام ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص اور قرشت تھے۔

جنہوں نے اپنے ناموں کے حروف کو عربی کتابت کی اصل قرار دیا اور جو حروف ان ناموں

① الجیشیاری: ابو عبد اللہ محمد بن عبدوس: کتاب الوزراء والکتاب: ص ۱، ط ۱، مصطفیٰ البابی

الحکمی، مصر، ۱۹۳۸ء..... القلقشندي: صبح الأعشى: ۱۳/۳..... الصولي: ابو بکر محمد بن یحییٰ (م ۳۳۵ھ):

أدب الكتاب: ص ۲۸، المطبعة السلفية، قاہرہ، ۱۳۳۱ھ..... الکردی: محمد طاہر بن عبد القادر: تاریخ

الخط العربی و آدابہ: ص ۱۷، مکتبۃ الهلال، مکہ، ۱۳۵۸ھ

② القلقشندي: صبح الاعشى: ۱۳/۳..... ابن ہشام: السیرة النبویة: ۳/۱

③ مرجع سابق

④ ابن ندیم: محمد بن اسحاق (م ۳۸۵ھ): الفہرست: ص ۵، مکتبۃ خیاط، بیروت

میں نہیں پائے گئے اُن کو ساتھ لاحق کرتے ہوئے ”روادف“ کا نام دیا گیا۔ جیسے ثناء، خاء، ذال، ضاد، طاء اور غین۔ مذکورہ ملوک حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے ساتھ یوم الظلہ میں ہلاک ہو گئے تھے“ ①۔

یہ روایت بھی اُن روایات کی قبیل سے ہے جن پر وضعیت اور عدم وثوق غالب نظر آتا ہے، تاریخی حقائق اور علمی تحقیق ان کو قبول کرنے سے مانع ہے۔ مزید براں عرب روایات بھی اس روایت سے اعراض کرتے رہے ہیں:

”فقد وجد من بين علماء العربية الاقدمين من تصدى

لهذه الرواية“ ②۔

کیونکہ ابجد، ہوز، حطی وغیرہ عربی تعلیم و تعلم کی تسہیل کیلئے مرکب کیے گئے ہیں اور یہی مرکبات یہود و سریانی قوم کے ہاں بھی مشہور تھے، جن کی مدد سے بچوں کو کتابت سکھائی جاتی تھی۔ مزید براں یہ اور اس جیسی دیگر روایات ایسے شخص سے منقول ہیں جو اُمم سابقہ جیسے عاد، ثمود، طسم، جدیس وغیرہ کے بارے میں اخبار و واقعات وضع کیا کرتا تھا ③۔ لہذا یہ روایت شواہد و دلائل کے اعتبار سے اس قابل نہیں، جس کو بنیاد بنا کر وثوق سے کہا جاسکے کہ واقعی عربی کتابت اشخاص مذکورہ نے ایجاد کی تھی۔

دوسری رائے: اس بارے میں دوسرے رائے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے

① السیوطی: جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر (۹۱۱ھ): الممزر فی علوم اللغة و انواعها: ۳۲۸/۲، دار احیاء الکتب العربیة، قاہرہ، ۱۹۵۸ء..... صبح الاغشی: ۱۳/۳..... الصولی: ص ۲۹

② حمزہ بن الحسن الاصفہانی (۲۸۰ھ-۳۶۰ھ): کتاب التنبیہ علی حدوث التصحیف: ص ۱۶، مجمع اللغة العربیة، دمشق، ۱۹۶۸ء

③ مرجع سابق

حوالہ سے منقول روایت کی بناء پر قائم ہے:

” أول من كتب العربية ثلاثة رجال من بولان ، وهي قبيلة سكنوا الأنبار ، وأنهم اجتمعوا فوضعوا حروفاً مقطعة وموصولة، وهم مرامر بن مُرّه وأسلم بن سدرة وعامر بن جدرة، ويقال مروة وجدرة، فأما مرامر فوضع الصور، وأما أسلم ففصل ووصل، وأما عامر فوضع الإعجام“ ①

بعض روایات میں اکیلے مرامر کا ذکر ہے ②۔ جبکہ بعض میں اس کے ساتھ ’اسلم‘ کا اضافہ ہے ③۔ اس روایت کی تردید کا پہلا سبب، بعض روایات میں مذکور، اس کے الفاظ ”ثم قاسوها على هجاء السريانية“ ④ ہیں (یعنی ان لوگوں نے عربی ہجاء کو سریانی خط پر قیاس کیا)۔ کیونکہ عربی خط کے تطور و ارتقاء کی درمیانی کڑی، خطِ سریانی ہے اور یہ دونوں مستقلاً خطِ آرامی سے ماخوذ ہیں ⑤، جیسا کہ اس کی بحث آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ لہذا

① ابن ندیم: الفہرست: ج ۲ و ۵..... القلقشنندی: صبح الاعشی: ۱۲/۳..... البلاذری: فتوح البلدان: ۶: ۲۷

② ابن قتیبہ: عیون الاخبار: ۲۳/۱، ط ۱، دارالکتب المصریة، ۱۹۲۵ء..... ابن خلکان: ابوالعباس احمد بن

محمد (م ۶۸۱ھ): وفيات الأعیان وانباء ابناء الزمان: ۳/۳۰، ط ۱، مکتبۃ النہضة المصریة، قاہرہ، ۱۹۲۸ء

③ الصولی: ادب الکتاب: ص ۳۰

④ القلقشنندی: صبح الاعشی: ۱۳/۳

⑤ الجبوری: سہیلہ یاسین: الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیة فی

العراق: ص ۳۷، مطبوعۃ الزہراء، بغداد، ۱۳۸۱ھ

مزید ملاحظہ ہو: Beaston (A. F. L): The Arabic Language Today: p.25,

London, 1970

ظروفِ واحد اور ایک ہی اساس سے پھوٹنے والی لغات کو خصائص و ہجاء کے اعتبار سے کیونکر ایک دوسرے پر قیاس کیا جاسکتا ہے جبکہ دونوں خطوط کے ادوار بھی مشابہ ہوں۔

اس روایت کی تردید کا دوسرا سبب یہ شبہ ہے کہ: کیا ان صحابہ ثلاثہ نے عربی کتابت کو فعلاً وضع کیا تھا یا پہلے سے متداول کتابت کے طریقہ کار میں تبدیلی کی تھی؟ کیونکہ عربی حروفِ ہجاء کی نسبت اگر ان اصحاب کی طرف کی جائے تو پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں دریافت ہونے والے عربی کتابت کے نقوش اس کے منافی نظر آتے ہیں ①۔

روایت مذکورہ کی تردید کا تیسرا اور سب سے بڑا سبب، اس کے الفاظ ”أما عامر فوضع الإعجام“ ہیں۔ کیونکہ درحقیقت خطِ عربی کی تاریخ اور نشو و ارتقاء پر مشتمل نقوش و رسائل اس بات پر شاہد ہیں کہ حروفِ عربیہ پر نقط و اعجام کا انعقاد عہدِ خلفاء راشدین کے بعد ہوا ہے ②۔ اس روایت کے بارے میں علامہ غانم لکھتے ہیں:

”و حاول بعض الباحثين المحدثين رد هذه كلية، مستنداً إلى ما يبدو في الأسماء من أثر الصنعة والإختراع، فهي موزونة ومقفاة: مرة. سدرة. جذرة، وهذا يدل. في زعمه. أنها وُضعت و ضعاً، وليست من نتيجة الصدقة والاتفاق.“ ③

① ملاحظہ ہو: Abbott Nabbia: The Rise of the North Arabic Script and Its Development with a Full Description of The Kur'an Manuscripts in the Oriental Institute: P.6, The University of Chicago Press, 1939.

② الجبوری: الخط العربی: ص ۱۲

③ غانم قدوری الحمد: رسم المصحف دراسة لغوية ونحوية: ص ۳۲، ط ۱، اللجنة الوطنية

للأحتمال، بغداد، عراق، ۱۳۰۲ھ ۱۹۸۲ء

روایات مذکورہ کی تنقیح کا مقصد، ان پر کلیتاً انحصار کی نفی کرتا ہے، لیکن ان روایات میں تطبیق کی یہ صورت باقی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ام الخطوط کی طرح ڈالی ہو، پھر طوفانِ نوح کے بعد مختلف انبیاء علیہم السلام نے اس کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا اور ہر علاقے کے اہل درد افراد، خواہ وہ ملوکِ مدین ہوں یا اہل بولان کے سردار، نے عربی خط کے ارتقاء اور تحسین کیلئے اپنی ممکنہ خدمات پیش کیں۔

تیسری رائے: خطوطِ سامیہ کے حوالہ سے خطِ عربی کا تعین:

عربی کتابت و رسم کے متعلق مصادرِ قدیمہ کے غیر واضح اور ناقابلِ اعتماد ہونے کی بناء پر ظاہری اسباب اور مادی قرائن کی مدد لینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اصل حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ لہذا جب زمانہ جاہلیت کے بعض نقوش کا مطالعہ کیا جائے تو مسئلہ مذکورہ کی پیچیدہ اباحت حل ہوتی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ خطوطِ سامیہ کے ساتھ تعلق کے اثبات کیلئے اس کے مکمل سلسلہ نسب سے معرفت ضروری ہے۔ چنانچہ حروفِ ہجاء کی اصل اور خطوطِ سامیہ کی بنیاد کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ①۔ سامی خطوط بنیادی طور پر دو اقسام میں منقسم ہوتے ہیں ②:

..... جنوبی سامی خط

..... شمالی سامی خط

③ اسرائیل و فلسطین: تاریخ اللغات السامیة: ص ۱۹۹، ط ۱، لجنة التألیف والترجمة

والنشر، قاہرہ، ۱۳۴۸ھ

④ طہ باقر: أصل الحروف الہجائیة: ص ۵۹، مجلہ سومر، مدیریۃ الآثار، بغداد، ۱۹۳۵ء..... بحوالہ: غانم

قدوری الحمد: رسم المصحف دراسة لغویة ونحویة: ص ۳۲

متمدن دنیا کے تمام مستعمل و متروک خطوط بالآخرا نہی مذکورہ دونوں طرق کے واسطے سے خطِ فنیکی تک پہنچتے ہیں، جو جزیرہ سینا کے مضافات میں مستعمل تھا۔ جس کا دور تقریباً 1850 قبل مسیح ہے ①۔ خطِ عربی کو زمانہ جاہلیت میں 'جزم' کے نام سے پکارا جاتا تھا ②۔ لفظ 'جزم' کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ابو حاتم السجستانی (م ۲۵۵ھ) اور ابن درید کا قول ہے:

”إنما سمي هذا الخط بالجزم لأنه جزم من المسند أي

أخذ منه“ ③

یعنی 'مسند' ④ سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے اس کو 'جزم' کہا جاتا تھا کیونکہ جزم بمعنی قطع کے ہے۔ 'مسند' سے ہی 'خطِ حسیری' ماخوذ ہے ⑤۔ روایات کے مطابق 'المسند' ایک عرصہ تک قریش میں مستعمل رہا ہے۔ 'دومتہ الجندل' میں مقیم بشر بن عبد الملک کے قبیلہ کا ایک کندی شخص اپنے اشعار میں قریش کا ممنون نظر آتا ہے:

① د۔ جوادی: تاریخ العرب فی الاسلام: ۲۰۳/۱

② ابن درید: ابو بکر محمد بن الحسن (م ۳۲۱ھ): جمهرة اللغة: ۹۱/۲، ط ۱، دائرة المعارف العثمانية،

حیدرآباد، ۱۳۳۵ھ

③ مرجع سابق

④ المسند کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بقول قلقشندي (۱۳/۳): "أن المسند سمي بذلك لأنهم

كانوا يسندونه إلى هود عليه السلام"۔ جبکہ بعض کے نزدیک: "أنه سمي ذلك لأن معظم

حروفه تسند إلى أعمدة" (تاریخ اللغات السامية: ص ۲۴۴)۔ ڈاکٹر جوادی کے نزدیک: "إن كلمة

المسند في العربية الجنوبية تعني الكتابة مطلقاً، وهي تساوي ما تعنيه كلمة الخط أو

الكتابة في لغة القرآن الكريم" (تاریخ العرب فی الاسلام: ۱۹۷/۱)۔

⑤ الجبوری: الخط العربي: ص ۱۴

وأغنيتموا عن مسند الحي حمير

وما زبرت في الصحف اقبال حميرا ①

گویا قریش اس سے قبل 'خط المسند' استعمال کرتے تھے۔ یاد رہے کہ 'خط حمیری' اور 'خط حیری' دونوں مستقل خطوط ہیں، ان کو ایک سمجھنا غلطی ہے، کیونکہ خط حمیری، المسند سے ماخوذ ہے جبکہ خط حیری، خط نبطی سے مشتق ہے۔ جدید محققین کی رائے یہی ہے کہ جدید خط عربی دراصل 'خط حیری' ہے اور یہی خط حجاز میں رائج تھا۔ جیسا کہ ابن خلدون نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے ②۔

اور جن مورخین نے حجاز میں خط حمیری کا وجود ثابت کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ قول موجود ہے کہ خط حمیری، حیرہ کی طرف منتقل ہوا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں:

”.....حيث كان بالغاً مبالغه من الأحكام والإتقان والجودة في

دولة التبابعة، وهو المسمى بالخط الحميري إلى الحيرة،

حيث دولة آل المنذر نساء التبابعة“ ③

'تباعہ' ہمارے ہاں مغلیہ سلطنت کی طرح، شاہی قبیلہ تھا جس کے دور حکومت میں خط، صنعت و حرفت کا ذریعہ بنا جس کی وجہ سے معاشی و عمرانی معاملات کے علاوہ خط میں بھی

① السیوطی: المزہر فی علوم اللغۃ: ۳۴۷/۲

② "ومن الحيرة لقنه أهل الطائف وقریش"۔ ابن خلدون: عبدالرحمن المغربي (م ۸۰۸ھ): کتاب

العبر و دیوان المبتداء والخبر مسمی بتاریخ ابن خلدون: ۷۵۵/۱،

دارالکتب، بیروت، ۱۹۵۶ء

③ مرجع سابق

جدت پیدا ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ خطِ عربی نے یمن سے اپنے سفر کا آغاز کیا ① اور
مناذره (آل منذر، جو کہ تباوعہ کی شاخ ہے) کے دورِ حکومت میں حیرہ پہنچا۔

لیکن خطِ مسند یا حمیری کو قدیم عربی خط کی اصل قرار دینا درست نہیں اس کی پہلی
وجہ دونوں خطوط (المسند اور حیری) کی اشکال کا مختلف ہونا ہے: ”المسند خط لحمیر
مخالف لخطنا هذا“ ②۔ ابن ندیم کا مشاہدہ ہے کہ:

”زعم الثقة أنه سمع مشايخ من أهل اليمن يقولون إن حمير

كانت تكتب بالمسند على خلاف أشكال ألف وباء وتاء“ ③

لہذا خطِ مسند اور قدیم عربی خط کے حروف کے مابین اختلاف ظاہر ہے کہ جنوبی یمن کی
کتابت خطِ مسند جبکہ قدیم عربی کی کتابت خطِ شمالی میں کی جاتی تھی۔ جدید انکشافات جدید
عربی، خصوصاً جس میں قرآن مجید لکھا گیا، اور مسند کے درمیان کسی قسم کے تعلق کی نفی کرتی
ہیں۔ البتہ ان میں ایک تعلق کا پایا جانا بعید نہیں کہ یہ دونوں دراصل ایک ہی قسم کے سامی خط
سے مشتق ہیں ④۔

ڈاکٹر محمود حجازی خطِ عربی اور المسند میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وأشكال الحروف الخط المسند تختلف اختلافاً أساسياً عن

أشكال حروف الخط العربي“ ⑤

① مرجع سابق

② الجوهري: اسماعيل بن حماد (م ۳۹۳ھ): تاج اللغة وصحاح العربية: ۱/۲۸۷، دار الكتاب

العربي، قاہرہ، ۱۹۵۶ء

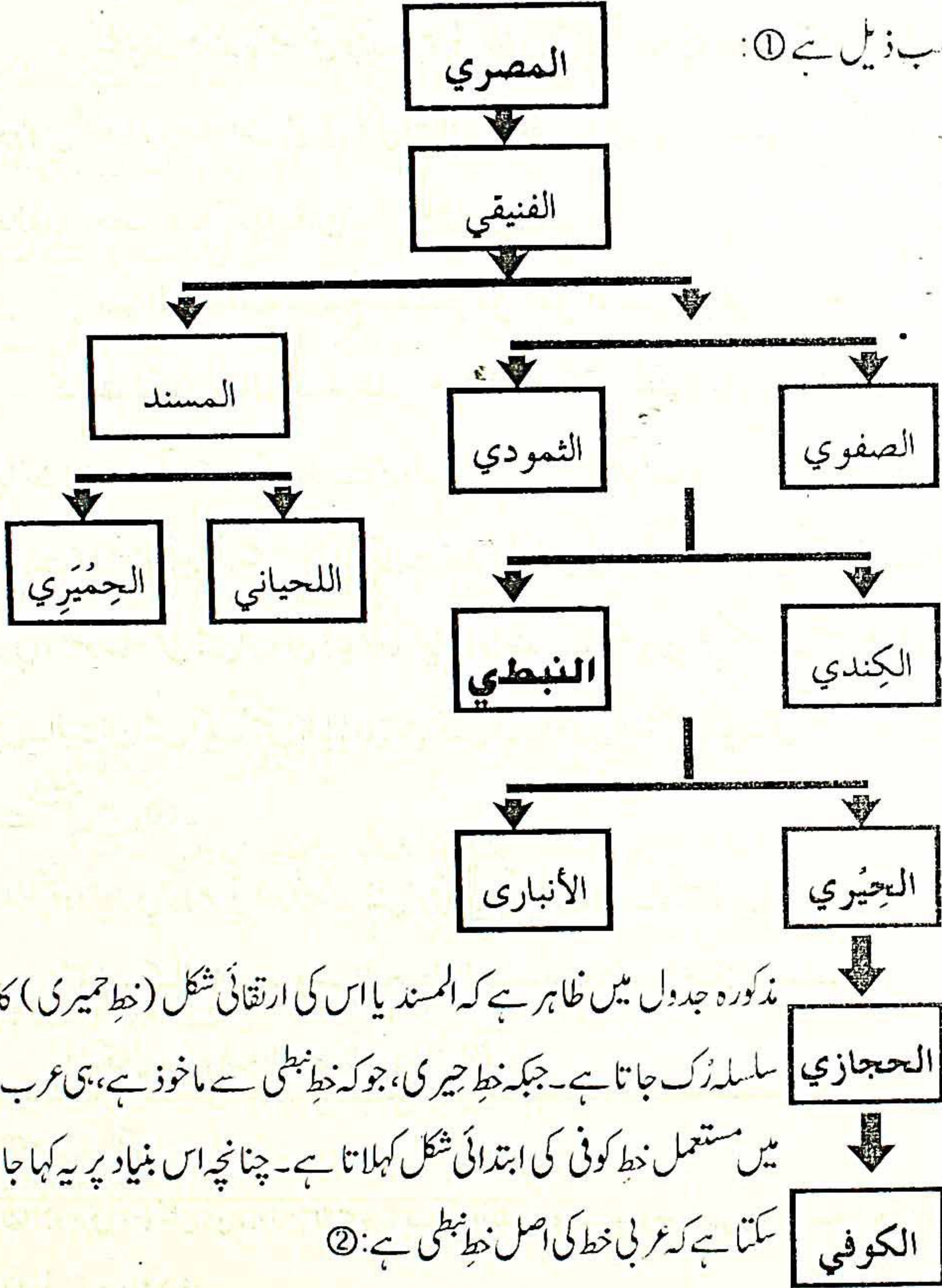
③ الفہرست: ص ۵

④ اسرائیل ولفسون: ص ۱۹۷

⑤ د۔ محمود حجازی: اللغة العربية عبر القرون: ص ۳۰، دار الكتاب العربي، قاہرہ، ۱۹۶۸ء

جدید عربی خط کے مبدأ اور مسند کے درمیان فرق و اختلاف کی وضاحت روائے العرب کے نزدیک خط عربی کے سلسلہ سے بھی ممکن ہے۔ عرب راویوں کے نزدیک عربی خط کا سلسلہ

سب ذیل ہے ①:



مذکورہ جدول میں ظاہر ہے کہ المسند یا اس کی ارتقائی شکل (خط حمیری) کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ جبکہ خط حمیری، جو کہ خط نبطی سے ماخوذ ہے، ہی عرب میں مستعمل خط کوفی کی ابتدائی شکل کہلاتا ہے۔ چنانچہ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عربی خط کی اصل خط نبطی ہے: ②

① الجوری: الخط العربی: ص ۱۵

② ملاحظہ ہوں: جواد علی: تاریخ العرب والاسلام: ۲۰۱/۱..... عرفان راہی: تاریخ خطاطی: ص ۵۰، ط ۱،

” أن الخط العربي تفرع من الخط النبطي وذلك بعد أن

عشروا على نقوش نبطية قريبة للعربية“ ①

کیونکہ مشہور ماہر آثار قدیمہ فلندر پتری (Flinders Petrie) کے 1904ء میں جزیرہ طور سیناء کے مضافاتی مقام ”سیرابیت الخادم“ میں دریافت کردہ تختیاں بھی اس کی حمایت کرتی ہیں کیونکہ ان پتھروں پر کندہ نقوش کی عمر 1600 ق۔م۔ تک ہے۔ ان نقوش میں عمال سامین کے مکتوبہ خطوط بھی موجود ہیں اور ان کی علامات خط طور سیناء سے مشتق ہیں ②۔

اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ خط مسند پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی تک مستعمل رہا ہے۔ لیکن اسلام کی آمد سے قبل یہ متروک ہو چکا تھا ③۔ خط مسند کی اصل کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ یہ خط فنقی ④ سے ماخوذ ہے۔ اس فنقی خط کو آرامی قوم نے اپنی طبع و سہولت کے مطابق جب کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ اجاگر کیا تو اس کے متاثرین میں سے نبطی قوم بھی تھی۔ نبطی، نیا بوط کی طرف منسوب ہے جس کا پورا نام نیا بوط بن نیابت بن اسماعیل بن ابراہیم تھا ⑤۔ نبطی قوم نے دوسری صدی قبل مسیح میں آرامی خط

① الکردی: محمد طاہر بن عبدالقادر: تاریخ الخط العربی و آدابہ: ص ۱۸

② ط باقر: اصل الحروف البجائیہ: ص ۵۹

③ ابن خلیکان: ص ۳۰۳

④ خط فنقی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مشہور پاکستانی خطاط اور مورخ، اعجاز راہی لکھتے ہیں:

”Phaenican“ سرخ کو کہتے ہیں۔ چونکہ کنعانی بحیرہ احمر سے نقل مکانی کر کے شام آئے تھے۔ اس نسبت سے وہ فنیشی یا فنقی کہلائے۔۔۔۔۔ عمانول ڈی روز کہتے ہیں کہ بیروغلیفی کی علامت مختصر ہو کر بیراطیقی

حروف بنے اور ان کے مزید اختصار سے فنقی رسم الخط پیدا ہوا۔۔۔ (تاریخ خطاطین، ص ۴۷)

⑤ نفس المصدر: ص ۵۰

کو اپنے ذوق کے قالب میں ڈھالا اور اس میں ترامیم کے کچھ اضافہ کے بعد ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا جو کہ ”نبطی خط“ کہلایا ①۔

چنانچہ، علامہ سہیلہ یاسین الجبوری کی تحقیق کے مطابق، فنقی خط سے پیدا ہونے والے دونوں خطوط میں سے آرامی خط نبطیوں کے ہاں مستعمل رہا جس سے مزید خط حیری بنا، جبکہ المسند ایک عرصہ مستعمل رہنے کے بعد حمیری خط پر اختتام پذیر ہوا۔ لہذا عربی کتابت نبطی خط سے درآمد شدہ ہے۔ اس کے بارے میں مشہور عالم خطاط، کامل البابا رقمطراز ہیں:

”.....والجمع عليه في أمر الكتابة العربية فهو أن العربي قد أخذوا كتابتهم عن الأنباط وهم عرب كانوا يسكنون شمالي الجزيرة العربية في بلاد الأردن و كانت عاصمتهم البتراء..... وقد اثبت النقوش الأثرية التي اكتشفها المستشرقون ② حديثاً في أم الجمال ، وجبل الدروز، وحران، أن الخط العربي قد اشتق من الخط النبطي“ ③

① نبطی قوم اور ان کے خط کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: تاریخ اللغات السامية: ص ۱۳۴..... مزید دیکھئے: د۔ جواد علی: المفصل فی تاریخ قبل الاسلام: ۹/۳، ط ۱، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۹ء..... جرجی زیدان: العرب قبل الاسلام: ص ۹۲، ط ۱، دارالہلال، مصر..... مزید ملاحظہ ہو: Abbott: p.4

② مستشرقین میں سب سے پہلے ہون لویز (Hohn Lewis) نے 1822ء میں نقوش نبطیہ دریافت کیے۔ ”و أول من المستشرقين على نقوش بنطية هو هون لويز وذلك سنة ۱۸۲۲ء“ (الجبوری: الخط العربي: ص ۱۵)

③ کامل البابا الخطاط: روح الخط العربي: ص ۸، ط ۱، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۸۳ء

یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل عرب نے کتابتِ عربی، نبٹیوں سے سیکھی جو شمالی جزیرہ عرب کے بلادِ اردن، جس کا پایہ تخت ”بتراء“ تھا، میں سکونت پذیر تھے۔ ’امّ الجمال‘، ’جبالِ دروز‘ اور ’حاران‘ کے نقوش کی دریافت کے بعد یہ بات متحقق ہو گئی ہے کہ خطِ عربی دراصل نبٹی خط سے مشتق ہے۔ دریافت شدہ نقوش حسب ذیل ہیں:

✽..... نقشِ امّ الجمال (اول): یہ خطِ نبٹی اواخر کی شکل ہے۔ یہ نقوش تقریباً ۲۵۰ عیسوی میں، جنوبی حاران کے علاقہ، امّ الجمال میں پتھر پر کندہ کیے گئے۔ حاران، جبلِ دروز کے شمالی طرف واقع ہے۔ ①

✽..... نقشِ نمارہ: یہ نقش، ۳۲۸ م میں ’جبلِ دروز‘ پر لکھا گیا تھا جو کہ صحرائے ’نمارہ‘ میں مشہور عرب شاعر امری القیس کی قبر پر مکتوب تھا۔ مذکورہ نقش پانچ سطور پر مشتمل ہے۔ اس خط کو خطِ عربی کا آغاز قرار دیا جا سکتا ہے ②۔ اس نقش کو فرانسیسی مستشرق رینی دوساد (Reni Dussaud) نے دریافت کیا۔ ③

✽..... نقشِ زبد: یہ نقش تین لغات: یونانی، سریانی، اور عربی میں مکتوب ہے۔ جس کو محقق مارک لیتسبرسکی (Mark Lid zbarski) نے پڑھا۔ یہ نقش ۵۱۲ عیسوی میں لکھا گیا۔ ④

✽..... نقشِ حاران: اس نقش کی تاریخ ۵۶۸ عیسوی ہے۔ یہ مکتوب جبلِ الدروز کے شمالی شہر حاران میں پایا گیا۔ یہ نقش ’معمدان‘ میں مقدس یوحنا کے مکانِ وضع کے عین اوپر کندہ

① مرجع سابق

② نفس المصدر: ص ۹..... اسرائیل و فلسطون: تاریخ اللغات السامیة: ص ۱۹۱

③ ملاحظہ ہو: Nabbia: I

④ نفس المصدر: ص ۱۹۲

تھا۔ پروفیسر لٹمن ماکس (Littmann Max) نے رموزِ کلمات کو حل کیا۔ یہ مکتوب پہلی

صدی ہجری کے اواخر میں مستعمل، خطِ عربی سے مشابہ ہے۔ ①

..... نقشِ اُمّ الجہال (دوم): یہ چھٹی صدی عیسوی کا نقش ہے۔ اس کو بھی

لٹمن (Littmann) نے دریافت کیا۔ ②

مذکورہ دریافت شدہ نقوش اور ان کی تاریخ پیش کرنے کا مقصد، خطِ عربی کی خطِ نبطی

سے مشابہت کی وضاحت کرنا ہے۔ کیونکہ عربی خط اپنے حروف اور ان کی اشکال، حروف کے

ملاپ اور علیحدگی کے لحاظ سے نبطی خط کے مشابہ ہے، جو طورِ سیناء میں پروان چڑھا تھا۔ پھر مذکورہ

خط، اس علاقہ کے ساتھ ساتھ بلادِ شام کی حدِ صحرائے متاخمة تک پھیل گیا اور یہیں سے بلادِ حجاز

کی طرف منتقل ہوا۔ جیسا کہ اس کی وضاحت سہیلہ یاسین نے ان الفاظ میں کی ہے:

”أن الخط العربي قريب من الكتابة النبطية المتأخرة التي اكتشفت في

طور سيناء والبتراء وقالوا لابد أنه ظهر في أول تطوره بين هذه المنطقة

ثم انتشر إلى الصحراء المتاخمة لحدود بلاد الشام، ومن هنا انتقل إلى

المراكز التجارية..... في بلاد الحجاز ولعل انتشار الخط في حواضر

الحجاز في مكة ويثرب مثلاً، إنما جاء من الحيرة“۔ ③

چنانچہ مذکورہ بالا شواہد کی بنیاد پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قدیم خطِ عربی دراصل

خطِ نبطی سے ماخوذ تھا ④۔ اور اسی سے ’الخط الکوئی‘ یا حجازی، خطِ حیری کی شکل سے ترقی کر

کے معرضِ وجود میں آئے اور یہی خط قبل از اسلام اور اس کے بعد مستعمل رہے۔

① کامل البابا: روح الخط العربي: ص ۹

② ملاحظہ ہو: Nabbia: I

③ الجبوری: الخط العربي: ص ۱۹

④ سید محمد سلیم، پروفیسر: تاریخ خط و خطاطین: ص ۵۱، ط ۱، زوآرا کیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۳۲۲ھ/۲۰۰۱ء

حجاز مقدس میں عربی رسم الخط کی آمد:

عرب تمدن کے پس منظر میں جہانکا جائے تو معاشی زندگی کے وسائل کی کمی، خانہ بدوشی کو تجارت میں بدلتی نظر آتی ہے۔ دنیا میں لسانیات اور فن تحریر کی تاریخ ایجاد کے پس منظر میں مذہب، حکومت اور تجارت تین ایسے صیغے ہیں جو فن تحریر پر موقوف ہیں۔ لیکن (حجاز مقدس میں رسم الخط کی آمد کا سب سے بڑا محرک تجارت تھا باوجودیکہ حجاز مقدس تک پہنچنے کیلئے عربی خط کو ایک طویل سفر طے کرنا پڑا) چنانچہ اس حقیقت کی طرف کثیر تعداد میں روایات مشیر ہیں کہ حیرہ سے مکہ کی طرف رسم و کتابت کا انتقال، دومۃ الجندل کے راستے سے ہوا ہے ①۔ جیسا کہ علامہ کردی رقمطراز ہیں:

”وقد وصل الخط من اليمن إلى الحيرة والأنبار بواسطة كنده والنبط، لأن اهل الحيرة والأنبار كانوا يتقارضون التعليم فيأخذ بعضهم عن بعض، ومن الحيرة والأنبار وصل الخط لأهل الحجاز بواسطة عبد الله بن جدعان وبشر بن عبد الملك“ ②

یعنی خط، کندہ اور نبط سے ہوتا ہوا یمن سے حیرہ اور انبار تک پہنچا کیونکہ اہل حیرہ و انبار نے تعلیم و تعلم کے دوران اس خط کو ایک دوسرے سے سیکھا۔ پھر عبد اللہ بن جدعان اور بشر بن عبد الملک کے ذریعے، حیرہ اور انبار سے حجاز تک پہنچا۔

قریش مکہ تک ایصال خط پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اکثر مورخین نے بیان کی ہے:

”قیل لابن عباس (ص) من أين تعلم الهجاء والكتابة والشكل؟ قال:

عُلمناه من حرب بن أمية؛ قيل: ومن أين علمه حرب ابن أمية؟ قال:

① القلقشندي: صبح الاعشى: ۱۳۶۳

② تاريخ الخط العربي وآداب: ص ۵۷

من طارئاً طراً علينا من اليمن . قيل: ومن أين علمه ذلك الطارئ؟

قال: كانت بالوحي لهود عليه السلام“ ①

مؤرخ بلاذری کے نزدیک حجاز میں کتابت اور رسم الخط داخل کرنے کا سہرا بشر بن عبد الملک کے سر ہے جو دراصل اکیدر بن عبد الملک بن عبد الجن الکندی السکونی کا بھائی تھا۔ بشر بن عبد الملک حیرہ میں مقیم ہوا اور اہل حیرہ سے خط عربی سیکھ کر مکہ آیا۔ وہاں سفیان بن امیہ بن عبد الشمس اور ابو قیس بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب نے اُسے لکھتے دیکھا تو ہجاء خط سکھانے کی درخواست پر مذکورین کو ہجاء سکھائے۔ پھر بشر، سفیان اور ابو قیس نے تجارت کی غرض سے طائف کا سفر کیا تو غیلان بن سلمۃ الثقفی نے اُن سے خط سیکھا۔ بعد ازاں بشر نے ملک شام کا سفر کیا تو اکثر لوگوں نے وہاں خط سیکھا۔ ②

جرجی زیدان کے خیال میں ورقہ بن نوفل نے مکہ میں کتابت کو سب سے پہلے رواج دیا ③۔ جبکہ ابن ندیم کے نزدیک ابو قیس بن عبد مناف بن زہرہ سب سے پہلے خط کو مکہ میں لے کر آیا ④۔ چنانچہ علاقہ حجاز میں خط و کتابت کو اولاً داخل کرنے کے بارے میں مجوزہ چار نام سامنے آتے ہیں:

◆..... حرب بن امیہ ◆..... بشر بن عبد الملک ◆..... ابو قیس ◆..... ورقہ بن نوفل

① مرجع سابق..... ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۰..... ابن خلکان: وفیات الاعیان: ۳۰/۳ (ابن خلکان نے ابن الکلبی (م ۲۰۴ھ) اور الہیشم (م ۲۰۷ھ) بن عدی کا قول بھی حرب بن امیہ کے بارے میں نقل کیا ہے)۔

② البلاذری: فتوح البلدان: ص ۴۷۶..... بعض روایات میں ہے کہ بشر نے مکہ میں ابو سفیان کی بہن اور حرب بن امیہ کی بیٹی صہباء سے شادی کی اور ایک بڑی جماعت نے اس سے خط سیکھا۔

(السیوطی: المزہر: ۳۲۶/۲..... القلقشنندی: صبح الاعشی: ۱۲۳..... الکردی: تاریخ الخط العربی و آدابہ: ص ۵۸)

④ الفہرست: ص ۵

③ جرجی زیدان: ص ۹۴

۷۱۳۶۳

لیکن کسی ایک شخص کے تعین سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ
صوری اور نسبی ہے:

”والإختلاف هذا صوری ونسبی لا یضر فقد یكون أحدہم

أدخلها فی بلدة بینما الآخر فی بلدة أخرى وعلی هذا یمکن

تعدد الأولیة ونسبتہا منہم“ ①

یعنی یہ اختلاف حقیقی کی بجائے صوری و نسبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہر ایک اُس
شہر میں داخل ہو اور کتابت کی تشہیر کرنے والا ہو جس میں دوسرا موجود نہ ہو۔ البلاذری کی
روایت کے مطابق ابو قیس بن عبد مناف، بشر بن عبد الملک کا شاگرد ہے اور باقی افراد کے
درمیان بھی اختلافِ زمان و مکان کا احتمال موجود ہے۔ لہذا کسی ایک کا نام متعین کرنے کیلئے
کوئی پختہ دلیل موجود نہیں۔ ②

بشر اور حرب سے ہی اکثر قریش نے کتابت سیکھی جن میں شفاء بنت عبد اللہ
العدویہ بھی شامل ہیں۔ یہ سلیمان بن ابی حتمہ کی والدہ ہیں۔ انہی کو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا
تھا کہ ”علمی حفصہ رقیۃ النمل کما علمتہا الکتابۃ“ یعنی تم ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ
عنہا کو چیونٹی کے کاٹنے کا دم سکھاؤ جس طرح تم نے اسے کتابت سکھائی ہے ③۔ ارض مکہ
میں کتابت سیکھنے والے افراد کی فہرست صاحب فتوح البلدان نے مرتب کی ہے۔ ④

لیکن مکہ سے قبل مدینہ منورہ میں نوشت و خواند اور خط و کتابت کا آغاز ہو چکا

تھا اور یہودیہ ماسکہ کا ایک یہودی بچوں کو کتابت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ ⑤

① الکردی: تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۵۸ ② د۔ جواد علی: تاریخ العرب قبل الاسلام: ۱۸۸/۱

③ الکردی: تاریخ الخط العربی: ص ۶۰ ④ البلاذری: فتوح البلدان: ص ۶۶

⑤ الکردی: تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۶۱ Nabōia : p.6

”بعض اليهود قد علم كتاب العربية، وكان يعلمه الصبيان بالمدينة

في الزمن الأول“ ①

اس کے علاوہ چند قبائل مثلاً: اوس، خزرج اور ثقیف کتابت میں وجہ شہرت کا حامل تھے:

”فقد ذكروا أن رسول الله ﷺ دخلها وكان فيها يهودي من

ماسكة، يعلم الصبيان الكتابة، وكان فيها بضعة عشر من الرجال

يعرفونها منهم: زيد بن ثابت وكان يكتب الكتاتين: العربية

والعبرانية، وسعد بن زرارة والمثدر بن عمر ووأبي بن كعب ورافع

بن مالک وأسيد بن حضير ومعن بن عدى وأوس بن خولى وأبو

عبيس ابن كثير وبشير بن سعد، وكان الأوس والخزرج مشهورين

في الكتابة وكذلك ثقیف“ ②

خواندہ افراد اور قبائل کی یہ تعداد حضارتِ مدینہ میں کتابت کے اعلیٰ مقام کی

عکاسی کرتی ہے۔ حجاز مقدس میں خط و کتابت کی آمد سے متعلق عربی تاریخ کے تمام مصادر

اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ نزولِ قرآن یا اس سے کچھ پہلے کا زمانہ ہے ③۔

بہر حال روایات کی روشنی میں یہ بات طے ہے کہ حد درجہ مماثل و متشابہ ہونے کی بنیاد پر خط

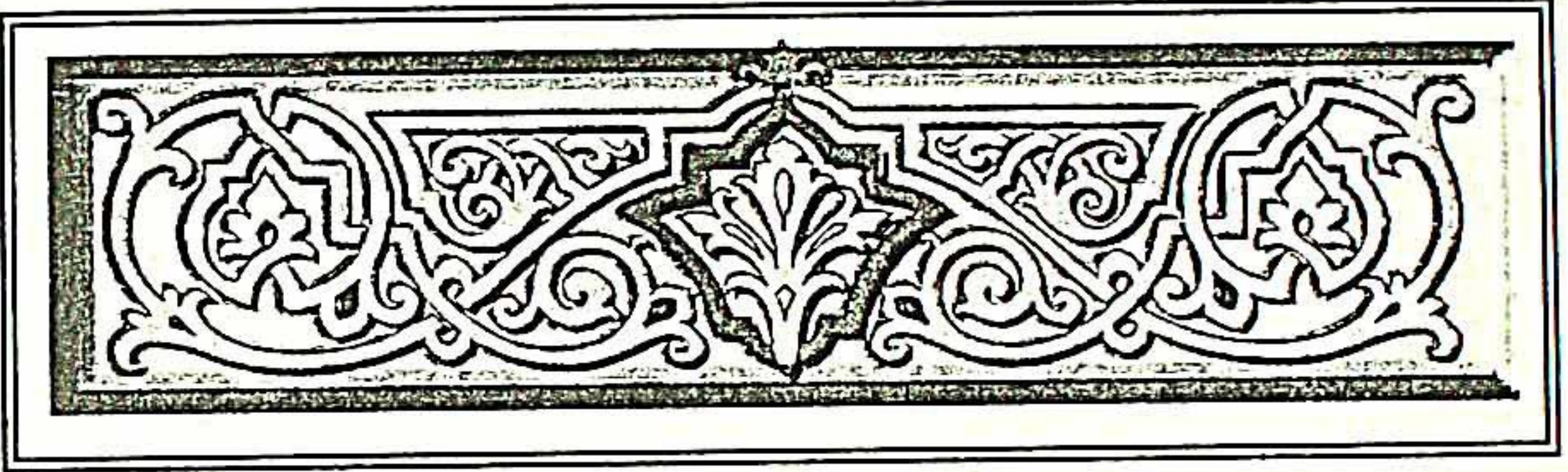
نبطی کو عربی خط کی اصل قرار دینا درست ہے۔

① البلاذری: ص ۲۷۹

② ابن عبد البر: ابو عمر يوسف بن عبد الله (م ۴۶۳ھ): الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ص ۹۳،

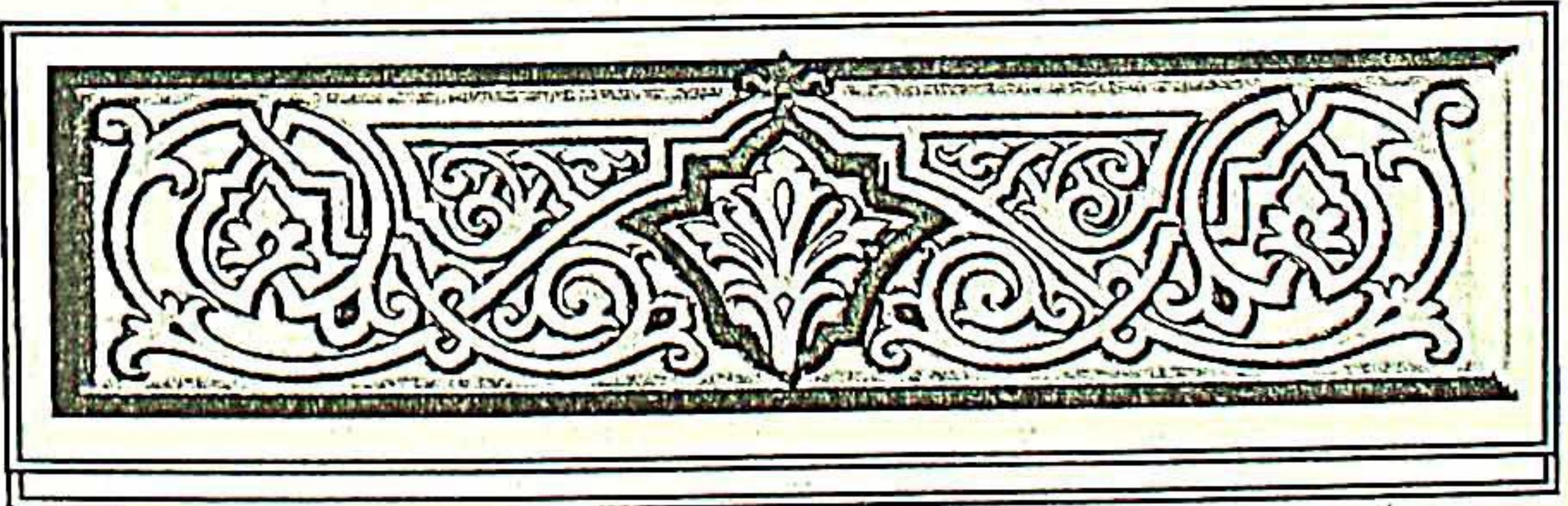
مكتبة نهضة قاهره، مصر، ۱۹۶۰ء

③ الاصفهاني: كتاب التنبيه على حدوث التحريف: ص ۱۹



فصل دوم

رسم کی لغوی و اصطلاحی ابحاث



بلحاظ لغت ”رسم“ کے ارتقائی مدارج؛

رموزِ مکتوبہ اور لکھی ہوئی اشیاء کیلئے، لغتِ عربی میں، متعدد الفاظ استعمال ہوتے رہے ہیں مگر ان میں سے چار خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں:

۱۔ کتاب ۲۔ خط ۳۔ ہجاء ۴۔ رسم

علمائے رسم، پہلی اور دوسری صدی ہجری تک خطِ مصحف اور دیگر مکتوبات کیلئے لفظ

”کتاب“^① ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ پھر ”کتاب“ کی جگہ لفظ ”خط“ استعمال ہونے لگا اور

”خطِ المصحف“ کی اصطلاح معرضِ وجود میں آئی۔ کچھ زمانے کے بعد اسی کو علم الخط کہا جانے

لگا۔^② لیکن یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ اصطلاح فنِ کتابت اور صنعتِ خطاطین پر

کثرت سے بولی جاتی تھی۔ لفظ ”خط“ کی ارتقائی شکل ”ہجاء“ تھی^③۔ ابن ابی داؤد

(م ۳۱۶ھ) نے اسی لفظ کو مد نظر رکھتے ہوئے ”ہجاء المصاحف“ کی اصطلاح استعمال کی

ہے^④۔ ”ہجاء“ کے بارے میں علامہ قسطلانی^⑤ (م ۹۳۳ھ) رقمطراز ہیں:

”التلفظ بأسماء الحروف لا مسمياتها لبيان مفرداتها“^⑤۔

یعنی ”ہجاء“ سے مراد حروف کے ناموں کا تلفظ ہے لیکن ان حروف کے مفردات کا بیان کرنا

اس سے مراد نہیں۔ مثلاً: اگر لفظ ”عبد“ کے ہجاء کے بارے میں سوال ہو تو یہ عین، باء اور دال

① ”الذی هو أحد مصادر کتب“۔ ابن منظور: لسان العرب:

② السیوطی: رسالۃ فی علم الخط: (الرسالۃ الخامسة من کتاب التحفة البهية والطرفۃ

الشہیة): ص ۵۴، مطبعة الجوائب، استنبول، ۱۳۰۲ھ

③ ”الہجاء: وهو من هجوت الحروف“۔ ابن منظور: لسان العرب

④ کتاب المصاحف: ص ۱۲۹

⑤ القسطلانی: ابوالعباس احمد بن محمد (م ۹۳۳ھ): لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۲۸۳/۱،

المجلس الأعلى لشئون الإسلامیة، قاہرہ، ۱۹۷۲ء

ہیں۔ گویا لکھے ہوئے کلمہ کے حروف کی تعداد کا نام ہجاء ہے۔

جب ہم لغتِ عربی کے بنیادی مصادر اور معاجم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں خط و کتابت پر لکھی گئی کتب، کتبِ ہجاء یا ہجاء المصاحف کے نام سے ملتی ہیں۔ ”رسم عثمانی“ یا ”رسم المصحف“ کی اصطلاح کے استعمال سے تمام بنیادی معاجم خالی ہیں۔ جو اس بات پر دال ہیں کہ ”الرسم العثماني“ یا ”رسم المصحف“ کی اصطلاحات ’کتاب‘، ’خط‘ اور ’ہجاء‘ کے بعد مستعمل ہوئیں۔ کیونکہ تمام معاجم لغتِ رسم کے ذیل میں خط کے معنی کی بجائے دیگر معانی بیان کرتی ہیں۔ اکثر ماہرین لغت نے اس کا معنی ’اثر‘ ① کیا ہے۔ جس کے معنی ’نشان‘ یا ’علامت‘ کے ہیں علامہ ابوطاہر السندی نے اس ’اثر‘ کے معنی کو کتابت کے معنوں میں لیا ہے؛ ”اثر الكتابة في اللفظ“ ②۔ ابن منظور لفظ رسم کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”الرسم : الأثر، وقيل : بقية الأثر، وقيل هو ما ليس له شخص من

الآثار..... ترسّمت المنزل : تأملت رسمه؛ قال ذو الرمة: أن

ترسّمت من خرقاء منزلة“ ③

مرتضی الزبیدی کے نزدیک:

”رَسَمَ: (الأثر). والروسم: (العلامة)..... والرواسيم: (كتب

كانت في الجاهلية)“ ④

① الا زہری: ابو منصور محمد بن احمد (م ۳۷۰ھ): تهذيب اللغة: ۳۲۲/۱۲، ط ۱، قاہرہ، ۱۹۶۳ء؛ ابن

درید: جمہرۃ اللغة: ۳۳۶/۲؛ الجوبہری: تاج اللغة والصحاح: ۱۹۳۲/۵

② ابوطاہر عبد القیوم السندی: صحفات فی علوم القراءات: ص ۱۶۶، ط ۱، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

③ ابن منظور: لسان العرب: ۲۴۱/۱۲

④ الزبیدی: ابو الفیض محمد بن محمد مرتضی الحسینی (م ۱۲۰۵ھ): تاج العروس: ۳۱۲/۸، ط ۱، دار احیاء

التراث العربی، مصر، ۱۳۰۶ھ

صاحبِ مقیاس اللغۃ اس کا معنی یوں کرتے ہیں:

”رسم: الرء والسین والمیم، أصلان: أحدهما الأثر، والآخر

ضرب من السیر“ ①

یعنی رسم کا ایک معنی تو ’اثر‘ ہے اور دوسرا معنی چلنے کی ایک قسم ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے ’الأثر يدل على الماشى‘۔ عربی زبان کے اس لفظ کے ساتھ ’اثر‘ کا معنی اتنا مضبوط ہے کہ دیگر کئی زبانوں میں بھی اس کا یہی مفہوم مخصوص ہے، مثلاً:

زبان:	اردو	بنگلہ	بلوچی	پنجابی	سندھی	کشمیری	پشتو
’رسم‘ کا معنی:	رسم / رواج	ریتی	دود	ریت	رسم	رسم	دود / دستہ ②

چنانچہ دیگر علاقائی زبانوں میں بھی یہ لفظ اسی معنی کیلئے خاص ہے۔ اسی طرح

عربی زبان کی معاجمِ اساسیہ میں بھی لفظ ’رسم‘ علامت اور نشان کے معانی میں مذکور ہے۔

لفظ ’رسم‘ کی اصطلاحی تعریف:

’اثر‘ اور ’علامت‘ کے معانی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آثارِ مرئیہ کیلئے

بولے جانے والے الفاظ کا انتقال بھی ’رسم‘ کے مرہونِ منت ہے۔ لہذا رسمِ عثمانی کی تعریف

سے قبل لفظِ رسم کی ذاتی اور اصطلاحی تعریف کا تعین ضروری ہے۔ چنانچہ لفظ ’رسم‘ کے

اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے علامہ السندی لکھتے ہیں:

”تصویر کلمة بحروف هجائها، بتقدير الإبتداء بها والوقوف

① ابو حسن احمد: ابن فارس بن زکریا (۳۹۵ھ): معجم مقایس اللغۃ: ۲/۳۹۳، مکتب الأعلام

الاسلامی، بغداد، ۱۴۰۴ھ

② اشفاق احمد ہفت زبانی لغت: ص ۳۵۵، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء

عليها، لتحول اللغة المنطوقة إلى آثار مرئية“ ①.

(یعنی کسی کلمہ کے حروفِ ہجاء کی ایسی صورت، جس کی مدد سے کلمہ کی ابتداء اور وقف کا اندازہ ہوتا ہے تاکہ بولی جانیوالی زبان، نظر آنے والے آثار پر دلالت کرے۔ انہی الفاظ کو الدكتور السید رزق الطویل اس پیرائے میں بیان کرتے ہیں:

”وفى الاصطلاح: تصوير الألفاظ بحروف هجائها، لتحول اللغة

المنطوقة إلى آثار مرئية تتيح لمن يطلعون عليها أن يحصلوا ما تدل

عليه من علوم وأفكار“ ②.

(گویا حروفِ تہجی کی صورتوں کا اصطلاحی نام ’رسم‘ ہے) اور حروفِ ہجاء جب لغت منطوقہ سے آثارِ مرئیہ یعنی مکتوبہ الفاظ کی طرف منتقل ہوتے ہیں تو یہ قارئین کیلئے براہِ یختگی کا ایک سبب بنتی ہے کہ وہ ان نقوش اور صورتوں سے علوم و افکار کا حصول ممکن بنائیں۔ کیونکہ

”الخط سمط الحكمة، وبه تفصل شذوذها، وينتظم منشورها“ ③ کہ خط، حکمت کا ایک دھاگہ ہے جس کے ذریعے منتشر چیزوں کو جوڑا اور پراگندہ اشیاء کو جمع کیا جاتا ہے۔

لیکن ابو عمر والدانی (م ۴۴۴ھ) نے المقنع میں سب سے پہلے اصطلاحاتِ کتابت کو جمع کیا ہے اور الدانی ہی کے دور میں لفظ ’رسم‘ کو اصطلاحاً، خطِ مصحف کے ساتھ خصوصی طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ ’خط المصاحف‘ کیلئے ’علم الرسم‘ کا استعمال غالب ہو گیا ④۔ یہی وجہ ہے کہ ’علم الرسم‘ پر لکھی گئی تالیفاتِ متقدمہ میں ’ہجاء

① السندی: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۶

② الطویل: الدكتور السید رزق: فی علوم القراءات مدخل ودراسة وتحقیق: ص ۲۳۷، ط ۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ، مکہ، ۱۳۰۵ھ

③ القلتشندی: صبح الاغشی: ۶۱۳

④ نصر البورینی: المطالع النصریة للمطابع المصریة فی الأصول الخطیة: ص ۷، ط ۲، المطبعتہ المیریة، مصر، ۱۳۰۲ھ

المصاحف“ کی اصطلاح غالب نظر آتی ہے۔ جیسا کہ ابن مالک (م ۶۷۲ھ) نے اپنی تصنیف تسهیل الفوائد و تکمیل المقاصد میں ”الرسم السلفی“ کی اصطلاح استعمال کی ہے ①۔ ابو العباس القلقشنندی (م ۸۲۱ھ) نے بھی صبح الاعشی فی کتابة الانشاء میں ”المصطلح الرسمي“ کا استعمال کیا ہے ②۔ پھر اسی کو تدریجاً مخصوص مفہوم میں صاحب مفتاح السعادة نے ”علم رسم کتابة القرآن فی المصحف“ کا نام دیا ③۔ اسی طرح ابن خلدون نے ”الرسم المصحفی“ لکھا ہے ④۔ گویا وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ رسم عثمانی کے لئے لفظ کتاب سے شروع ہونے والا سفر لفظ رسم پر ختم ہوتا ہے۔

رسم کی اقسام اور ان کے اصطلاحی مفہیم:

کتابت کے مفہوم میں رسم کا تاخیر سے استعمال اور پھر مصاحف کے ساتھ اس کی تخصیص نے لفظ مذکور کو دیگر اصطلاحات سے جدا کیا ہے۔ مختلف فنون میں لفظ مذکور کا استعمال اس کی تقسیم کا باعث بنا ہے۔ اسی بنیاد پر علامہ ابن خلدون نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مصاحف عثمانیہ لکھتے ہوئے کتابت عربی کے اسلوب میں دو زاویے معرض وجود میں آئے، ایک تو خصوصاً مصاحف کا طرز کتابت اور دوسرا روزمرہ استعمال ہونے والا انداز تحریر ⑤۔ جبکہ علامہ ابو حیان نے اس کو تین اقسام: عروضی اصطلاح، کتابت

① ابن مالک: ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الجیانی ”تسهیل الفوائد و تکمیل المقاصد: ص ۳۳۲،

دارالکتب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۷ء

② القلقشنندی: صبح الاعشی: ۱۷۲/۳

③ طاش کبریٰ زادہ: احمد بن مصطفیٰ (م ۹۶۲ھ): کتاب مفتاح السعادة و مصباح السعادة: ۲/۲۲۹، ط ۱،

دائرة المعارف النظامیہ، حیدرآباد، س۔ ن

④ ابن خلدون: تاریخ ابن خلدون: ۷۹۱/۱

⑤ ابن خلدون: ۷۵۷/۱

مصحف کی اصطلاح اور ان کے علاوہ مستعمل کتاب اور خطاطین کی اصطلاح، میں منقسم کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”فقد صار الإصطلاح في الكتابة على ثلاثة أنحاء: اصطلاح

العروض و اصطلاح كتابة المصحف و اصطلاح الكتاب في

غير هذين“ ①

◀ رسم عروضی

◀ رسم الملائی رقیاسی

◀ رسم عثمانی رسم اصطلاحی رسم مصحفی

1. رسم عروضی:

’رسم عروضی‘ سے مراد اہل عروض کے نزدیک کسی شعر کی تقطیع و تعریض کیلئے اختیار کیا جانے والا رسم ہے۔ جیسا کہ علامہ قلقشنندی لکھتے ہیں:

”و هو ما اصطلاح عليه أهل العروض في تقطيع الشعر“ ②

فن عروض میں شعراء کا اعتماد، معنی کی بجائے سماع لفظ پر ہوتا ہے کیونکہ فن عروض میں الفاظ اور حروف کی تعداد کے ساتھ ساتھ ان کے متحرک و ساکن ہونے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تنوین کو بصورتِ نون لکھنا، جیسے: جاہلاً کو جاہلن، حالتِ وقف میں آخری حرکت کو حرف میں بدلنا جیسے: تُزَوِّد کو تُزَوِّدِي؛ حرفِ مدغم کو دو حروف لکھنا جیسے: أَيَّامُ کو أَيَّامُ؛ لام کو حذف کرنا، جیسے: مِنَ النَّاسِ وغیرہ رسم عروضی کی عام خصوصیات ہیں۔

① السیوطی: جمع البوامع: ۲/۲۲۳..... غانم: رسم المصحف: ص ۷۳۲

② القلقشنندی: صبح الاغشی: ۱۷۲/۳

امری القیس کے ایک شعر کو رسم عروضی میں لکھا جاتا ہے:

سُبْدِي لَكَ الْيَوْمَ مَا كُنْتَ جَاهِلًا

وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ ①

رسم عروضی میں اس کی شکل یوں ہوگی:

سُبْدِي، لَكَ الْيَوْمَ، مِمَّا كُنْ، تَجَاهِلُنْ

وَيَأْتِي، كِبَالِ الْخَبَارِ، مَلَمَّ، تُزَوِّدِي ②

2. رسم الملای رقیاسی:

اس اصطلاح کا دوسرا معروف نام 'رسم قیاسی' ہے۔ اس سے مراد "کلمہ کے رسم اور کتابت کا اُس کے تلفظ [اور عام عرف] کے موافق ہونا ہے۔ اسی مفہوم کو علامہ ابوطاہر السندی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”وهو موافقة الخط اللفظ، كرسم كلمة نستعين“ ③

لیکن طاش کبریٰ زادہ نے، رسم الملای یا قیاسی کی سب سے جامع و مفصل تعریف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”علم يبحث فيه عن الأحوال العارضة لنقوش الحروف العربية

بحسب الآلات الصناعية..... وهذا العلم من حيث حصول

الحروف بالآلة من أنواع علم الخط ومن حيث دلالتها على

الألفاظ من فروع علم العربية“ ④

① سبع معلقات: قاضی سجاد حسین (مترجم): معلقة نمبر ۲ (طرفہ بن عبدالبکری)۔ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ سن

② القلقشندی: صحح الاغشی: ۱۷۲/۳

③ السندی: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۸ و ۱۶۹

④ طاش کبریٰ زادہ: مفتاح السعادة: ۸۴/۱

یعنی آلاتِ کتابت کے لحاظ سے عربی حروف کے نقوش کے احوال پر بحث کرنے والا علم ”رسمِ املائی“ ہے۔ اسی طرح رسمِ املائی کی دو حیثیتیں متعین ہوتی ہیں؛ پہلی :- یہ علم الخط کی ایک قسم کے طور پر آلہ کے ذریعہ حروفِ عربیہ کا حصول ممکن بناتا ہے، دوسری :- اس کے ذریعہ سے علمِ عربی کی فروعات اور ان کے الفاظ پر دلالت ممکن ہوتی ہے۔

گویا منظومات کی نقوش کے ساتھ مطابقت کا نام ”رسمِ املائی“ یا ”رسمِ قیاسی“ ہے۔ اس لحاظ سے یہ علم، حروف کی اشکال اور صورتوں کے متعلق ہے جس کی بنیاد پر اس کو ”علم الخط“ کی ایسی قسم قرار دینا مناسب ہوگا جس میں الفاظِ عربیہ کی بلحاظِ حروف، لغوی بحث کی جاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر کسی زیادتی اور نقصان یا کسی تغیر و تبدل کے بغیر حروفِ عربیہ کے متعلق بحث کا میدان، رسمِ املائی کہلاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانیؒ نے اس کی تعریف انہی الفاظ میں کی ہے:

”الأصل في المكتوب أن يكون موافقا تمام للنزاهة

للمنطوق، من غير زيادة لا نقص، ولا تبديل ولا تغيير“ ①

مذکورہ قیود کے علاوہ رسمِ املائی کی اصل پہچان بہر حال یہی ہے کہ خط، لفظ کے

موافق و مطابق ہو۔

جیسا کہ علامہ ناصر الدین ارکانی کے الفاظ ہیں:

”فالقیاسی ما طابق فيه الخط اللفظ“ ②

یعنی رسمِ قیاسی سے مراد وہ رسم ہے جو لفظ کے مطابق لکھا جائے۔

① الزرقانی: الشیخ محمد عبدالعظیم: مناہل العرفان فی علوم القرآن: ۳۶۲/۱،

② ارکانی: محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد: نشر المرجان فی رسم نظم القرآن: ۱۷/۱،

3. رسم عثمانی (رسم مصحف رسم اصطلاحی):

کلمات قرآنیہ کی املاء مخصوص قواعد کے تحت، عام عربی املاء یا رسم املائی رقیاسی سے مختلف ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد، کلمات قرآنیہ کی کتابت میں ملحوظ رکھی گئی وہ مخصوص ہیئت ہے جو خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے گئے مصاحف میں اختیار کی گئی۔ حضرت عثمان نے چونکہ امت کو اسی رسم کے التزام پر مجتمع کیا لہذا اسی بنیاد پر اس کو ”رسم عثمانی“ کا نام دیا گیا۔ اس کے متعلق الدكتور صبحی صالح ^۱ لکھتے ہیں:

”... ما ينسبون هذا الرسم إلى الخليفة الذي ارتضاه فيقولون :

رسم عثمان أو الرسم العثماني“ ①

رسم عثمانی کو بعض علماء رسم نے ”رسم توقیفی“ کا نام بھی دیا ہے۔ علامہ المارغنی ^۲ لکھتے ہیں:

”الرسم قسمان: قياسي و توقيفي. ويسمى القسم الثاني

بالإصطلاح نسبة لإصطلاح الصحابة رضي الله عنهم“ ②

یعنی رسم کی دو اقسام ہیں: قیاسی اور توقیفی۔ دوسری قسم کو صحابہ کرام کی اصطلاح کی طرف نسبت کرتے ہوئے رسم اصطلاحی کہا جاتا ہے۔

رسم توقیفی یعنی رسم عثمانی کی تعریف، موضوع اور فوائد کا ذکر کرتے ہوئے علامہ المارغنی رقمطراز ہیں:

”والرسم التوقيفي علم تعرف به مخالقات خط المصاحف

العثمانية لأصول الرسم القياسي..... وموضوع الرسم

① د۔ صبحی صالح: مباحث فی علوم القرآن: ص ۲۷۵، ط ۵، دار العلم للملايين، بیروت، ۱۳۶۳ھ

② الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنی التونسي: دلیل الحیران علی مورد الظمان فی فنی الرسم

والضبط: ص ۲۵، ط ۱، دارالکتب العلمیة بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

التوقيفي: حروف المصاحف العثمانية من حيث الحذف
والزيادة والإبدال والفصل والوصل ونحو ذلك، ومن
فوائده: تمییز ما وافق رسم المصاحف من القراءات فيقبل،
وما خالفه منها فيرد. ①

یعنی رسم توفیقی وہ علم ہے جس کے ذریعے رسم قیاسی کے اصولوں اور مصاحف عثمانیہ کے خط
کے مابین اختلافات کا علم ہوتا ہے۔ رسم توفیقی کا موضوع، حذف، زیادت، ابدال اور فصل
و وصل کے لحاظ سے انہی مصاحف عثمانیہ کے حروف ہیں۔ رسم عثمانی کے فوائد میں سے ایک
یہ ہے کہ اسی کی بدولت، رسم مصاحف کے موافق اور مخالف قراءات کی تمیز میں مدد ملتی ہے۔
لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ”رسم عثمانی“ کلیتاً عام قواعد املاء اور عرفی
کتابت کے متضاد ہے بلکہ مصاحف عثمانیہ میں اکثر کلمات قرآنی رسم الملائی کے موافق ہیں
البتہ بعض مواقع پر بر بنائے حکمت اس سے مخالفت کی گئی ہے، جیسا کہ ابن الجزری نے اس
کی تصریح کی ہے ②۔ رسم مصحف عثمانی، عرب معاشرہ میں ایک زمانہ سے رائج، کتابت
عربی کے رسم میں عمدگی اور نکھار لانے کا باعث بنا ہے۔ چنانچہ علامہ غانم لکھتے ہیں:

”أن الكتابة العربية أتت عليها حين من الدهر كانت تكتب بالصورة
التي نجدها في الرسم العثماني قد تشهد لذلك النقوش التي
ترجع في القرون الهجرية الأولى قد أظهر الحاجة بوضوح إلى
قواعد للكتابة أكثر تحديداً وضبطاً..... إلى تكميل ما يبدو في

① مرجع سابق

② ابن الجزری: ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی (م ۸۳۳ھ): النشر فی القراءات العشر: ۱۳۱، ط ۱،

دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۳۱۸ھ

الكتابة العربية من نقص والى توحيد ما فيها من تعدد القواعد“ ①
رسم عثمانی کے اس شخص کو اس کی اصطلاحی تعریف میں ملحوظ رکھا گیا ہے، علامہ قلقشنندی لکھتے ہیں:

”وهو ما اصطلاح عليه الصحابة _ رضوان الله عليهم _ في كتابة

المصحف عند جمع القرآن الكريم“ ②

یعنی جمع قرآن میں مصحف کی کتابت کرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دستور کو اصطلاح رسم عثمانی کا نام دیا گیا۔ ڈاکٹر عبد البہادی نے اس کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے:

”یعنی القراء بالرسم: ما كتبت عليه المصاحف الائمة في عهد

عثمان وبأمره“ ③

یعنی قراء کے نزدیک رسم (عثمانی) سے مراد ایسا رسم ہے جس پر عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں بنیادی مصاحف کی کتابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوئی۔

رسم عثمانی کے مستقل اصطلاح بننے کے باعث اس کو ”رسم مصحف“ اور ”رسم اصطلاحی“ سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ متاخرین علمائے رسم و قراءت نے ”رسم عثمانی“ کی تعریف میں انہی اسماء کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

”رسم المصحف: يراد به الوضع الذي ارتضاه عثمان في كتابة

القرآن و حروفه“ ④

① غانم قدوری الحمد: رسم المصحف: ص ۲۳۵

② القلقشنندی: صبح الاغشی: ۱۷۲/۳

③ عبد البہادی الفضلی: الدكتور: القراءات القرآنية - تاریخ و تعریف: ص ۱۱۲، ط ۲، دار القلم،

بیروت، ۱۹۸۰ء

④ الزرقانی: مناقب العرفان فی علوم القرآن: ۳۶۲/۱ السندی: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۶

یعنی رسم مصحف سے مراد قرآن کے کلمات اور حروف کی کتابت کا وہ طریقہ ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا۔

کلمات قرآنیہ کی صحیح ادائیگی اور سببہٴ احرف کی شمولیت کی حکمت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طریقہ پر منقول رسم کے پیش نظر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس رسم پر اتفاق ثابت ہے۔ لہذا علمائے رسم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس اجماع کو رسم عثمانی کی تعریف کا جزء بنایا ہے۔ ناصر الدین ارکانی نے رسم عثمانی کی تعریف یوں کی ہے:

”ان المراد من مرسوم الخط في اصطلاح الفن هو خط

المصاحف العثمانية التي اجمع الصحابة عليها“ ①

یعنی فن رسم میں رسم الخط سے مراد، مصاحف عثمانیہ کا وہ خط ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہے۔

مذکورہ بالا تعریف، تاریخی اعتبار سے بے حد جامع ہے اور توحید مصاحف کے سلسلہ میں اختلاف بین الصحابہ رضی اللہ عنہم کا ڈھنڈورا پیٹنے والے افراد کے دعویٰ کے ابطال کیلئے کافی و شافی ہے۔ لیکن ’رسم عثمانی‘ کو ’رسم قیاسی و الملائی‘ سے ممتاز کرنے والی خصوصیات، جنہوں نے اپنی اہمیت کی وجہ سے آخر کار قواعد کاروپ اختیار کیا، کے ذکر کے بغیر ’رسم عثمانی‘ کا اصطلاحی مفہوم مکمل طور پر ادا کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ ان قواعد اور خصوصیات کو تعریف میں شامل کرتے ہوئے علامہ ابوطاہر عبدالقیوم السندی لکھتے ہیں:

”وهو مخالفة الخط اللفظ، وذلك ببدل، أو زيادة، أو

حذف، أو فصل، أو وصل أو نحو ذلك“ ②

① ناصر الدین ارکانی: نثر المرجان فی رسم نظم القرآن: ۱۷۱

② السندی: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۷

علامہ طاہر رحیمیؒ نے اسی تعریف کو تفصیلی پیرائے میں کیا خوب صورت الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”اصطلاحی رسم یہ ہے کہ کسی معقول علت و حکمت (مثلاً: حرف کی ذات یا اس

کی اصل پر دلالت، رفع التباس، اختصار، دو کلمات میں تفریق یا اس قسم کی اور

کسی علت و حکمت) کی بناء پر بدل و زیادت و حذف یا فصل و وصل کی رُو سے

کلمہ کی رسم اس کے تلفظ کے خلاف دوسری طرح ہو“۔ ①

روایات اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہیں کہ اسلامی عہد کے اوائل میں رسم عثمانی نے اتنی

شہرت حاصل کر لی تھی کہ لوگ اس کو کتابت کیلئے نمونہ تصور کرتے تھے ②۔ چنانچہ اسی کے

پیش نظر ”الخط والہجاء“ کے عنوان سے کئی تصنیفات منظر عام پر آئیں جن میں محض بعض

کلمات کو لکھنے کے طریقہ پر بحث کی گئی تھی۔ ”کتاب الہجاء“ کے نام سے چند بنیادی

کتب کے مصنفین کے نام حسب ذیل ہیں:

③..... ابوالعباس محمد بن یزید المبرد (م ۲۸۵ھ)۔

④..... ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب (م ۲۹۱ھ)۔

⑤..... ابوالحسن محمد بن احمد بن کیسان (م ۲۹۹ھ)۔

① طاہر رحیمیؒ: مقدمہ کشف النظر (حصہ دوم): ۱۹۱/۱

② ”وقد ظل الرسم المصحفي نموذجاً يلتزمه كثير من الكتاب في رسم بعض

الكلمات في القرون الهجرية الأولى“ (غانم: رسم المصحف: ص ۷۳۵)

③ یاقوت الحموی: ابو عبد اللہ بن عبد اللہ الملقب بشہاب الدین (۵۷۳ھ - ۶۲۶ھ): معجم الادباء

(ارشاد الأریب إلى معرفة الأديب): ۱۹/۱۲۱، مکتبۃ عیسیٰ البابائی الحلی، مصر، ۱۹۳۸ء..... ابن

الندیم: الفہرست: ص ۵۹

④ ابن ندیم الفہرست: الفہرست: ص ۷۴

⑤ نفس المصدر: ص ۸۱

- ابو بکر محمد بن السری السراج (م ۳۱۶ھ)۔ ①
- ابو بکر محمد بن عثمان المعروف بالجد (م ۳۲۰ھ) ②
- ابو الحسین احمد بن سعد الکاتب (م ۳۲۵ھ تقریباً) ③
- ابو القاسم عبدالرحمن بن اسحاق الزجاجی (م ۳۴۰ھ) ④
- ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ (م ۳۴۷ھ) ⑤

مذکورہ بالا کتب میں سے صرف مؤخر الذکر ہم تک پہنچ سکی ہے جس کو ڈاکٹر عبدالحسین محمد نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا ⑥۔ درج بالا کتب میں ہجاء کے طریقہ کتابت پر سیر حاصل بحث کی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں بھی یہ بحث اس اہمیت کی حامل تھی کہ اس پر تصنیفات رقم کی جائیں۔ ہمارا مقصد ہجاء اور املاء کے قواعد کا بیان نہیں بلکہ اس قدر وضاحت کرنا مقصود ہے کہ رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی میں موجود اس فرق کو علماءِ نحو و رسم نے واضح کر دیا ہے۔ رسمِ عثمانی نے مصحف کے ساتھ تعلق اور اپنی دیگر خصوصیات کی وجہ سے ایک الگ شخص قائم کیا کیونکہ معاشرہ انسانی میں رواج پانے والا ہر رسم الخط اور اس کے قواعد و خصائص، زمان و مکان کے تغیر کی وجہ سے تبدیل ہونے پر مجبور ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے رسمِ مصحف کو ایسی قیود سے مقید کر دیا

① یا قوت: معجم الادباء: ۲۰۰/۱۸

② ابن ندیم: الفہرست: ص ۷۲..... معجم الادباء: ۲۵۰/۱۸..... السیوطی: بغیة الوعاء۔ فی طبقات

اللغویین والنحاة: ۱/۱۷۱، عیسیٰ البابی الحلی، قاہرہ، ۱۹۶۴ء

③ معجم الادباء: ۳۹/۳

④ رسم المصحف: ص ۷۳۲

⑤ ابن ندیم: ص ۶۳

⑥ غانم: رسم المصحف: ص ۷۳۲

جس نے قرآنی کلمات میں التباس کے امکان کو ہمیشہ کیلئے ختم کر کے قول باری تعالیٰ اِنَّا
 نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ① کا مطلب سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی ہے۔
 یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ قرآن، کلماتِ قرآنی میں آمیزش کے اثبات سے ہمیشہ قاصر نظر آئے
 ہیں۔ کیونکہ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ
 حَمِيدٍ ②

رسم عثمانی کے حکم و خصائص ہی ایسا حجاب ہیں جنہوں نے اہل کتاب کو اس بات
 سے منع کیے رکھا ہے کہ وہ کسی معلمِ قرآن کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیے بغیر، محض رسم اور
 الفاظ ہی کو دیکھ کر قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دیں ③۔

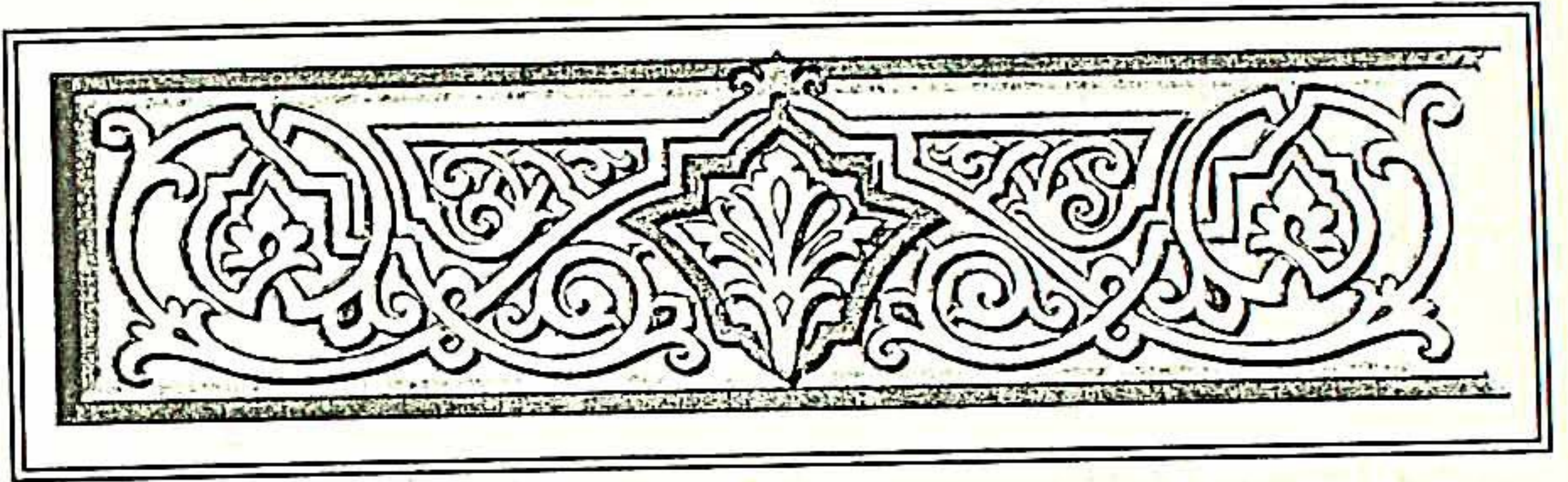
① الحجر: ۹

② تم السجدة: ۴۲

③ طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر (حصہ دوم): ۱۹۱/۱

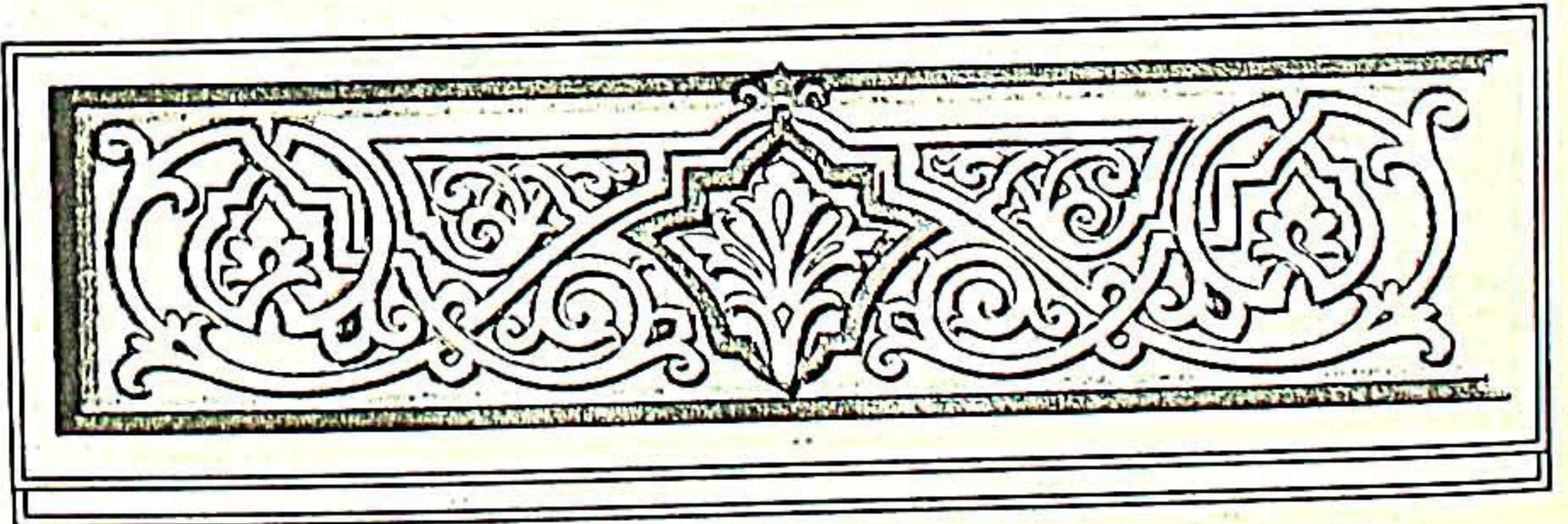
باب دوم

کتابت قرآن کے ادوارِ ملاحہ



فصل اول

دو رسالت میں کتابتِ قرآن



قرآن حکیم اور دوسری الہامی کتابوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ تمام کتب سابقہ تاریخ کی ستم ظریفیوں سے بری طرح متاثر ہوئی ہیں اور ان پر ایسے دور بھی گزرے ہیں جب ان کا رشتہ عملاً معاشرے سے کٹ کر رہ گیا اور ان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان کی تدوین بھی ممکن نہ ہو سکی۔ بخلاف قرآن مجید کے کہ یہ جب سے اور جس طرح سے نازل ہوئی اسلامی معاشرے کی رگ و جان رہی ہے اور اس پر کبھی ایسا دور نہیں آیا جب اس کا چشمہ فیض خشک ہوا ہو یا اس کے اور اسلامی معاشرے کے مابین انقطاع واقع ہوا ہو۔

کتاب اللہ کی یہی وہ مسلمہ حقیقت ہے جو مستشرقین اور عدوان اسلام کی چشمِ حسود میں ہمیشہ خار بن کر کھٹکتی ہے اور گزشتہ دو صدیوں سے ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ اس کتابِ لاریب کی جمع و تدوین کے بارے میں ایسے شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں جن کی بنیاد پر یہ دعویٰ ممکن ہو سکے کہ گزشتہ کتابوں کی طرح (معاذ اللہ) قرآن مجید بھی تحریف و تضحیف سے محفوظ نہیں رہا۔ لیکن قرآن اور تاریخ اسلامی میں رشتہ کی نوعیت اپنے دامن میں ایسے روشن اور تابندہ شواہد سمیٹے ہوئے ہے کہ کوئی منصف مزاج انسان اس حقیقتِ ربانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ پوری چودہ سو سالہ تاریخِ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ اس کتابِ عظیم کی حفاظت کیلئے ہر دور میں ایسے اقدامات و ذرائع کا استعمال کیا گیا جو اس وقت کے لحاظ سے مؤثر ترین اور بہترین تھے۔ جمع و کتابت کے حوالے سے ہم اپنی بحث کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں:

..... دور رسالت میں کتابتِ قرآن:

بحث ہذا میں دو (۲) امور خصوصاً قابل غور ہیں؛

✽ عہد رسالت میں کتابتِ قرآن کے شواہد۔

✽ عہد نبوی میں کتابتِ قرآن کی کیفیت۔

عہد رسالت ﷺ میں کتابتِ قرآن کے شواہد:

علومِ قرآنیہ میں تنقید اور تعصب کی بناء پر وجہ شہرت رکھنے والے مستشرق، آرتھر جیفری اپنی روش کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب المصاحف کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں؛

”لما قبض النبی (ﷺ) لم یکن فی أیدی قومہ کتاب.....“ ①

حفاظتِ قرآن میں دخولِ شک، کتابتِ قرآن میں شبہات کے ورود اور اس میں اختلافات کے قیام جیسے مقاصد مذمومہ کیلئے آرتھر جیفری اور اس کے ہم فکر تمام مستشرقین کا اصل ہدف اس نتیجہ کو بہر صورت ثابت کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر ملائکہ کے وقت صحابہ کے پاس کوئی کتابِ سماوی موجود نہ تھی۔ ②

لیکن دور رسالت میں کتابتِ قرآن کے بے شمار شواہد موجود ہیں جن کی بناء پر یہ دعویٰ بر محل ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآن مجید کی کتابت کی جاتی تھی اور وہ اپنی مکمل صورت میں اس طرح لکھا جا چکا تھا جس طرح کہ وہ آج امتِ مسلمہ کے پاس ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل دلائل و شواہد پیش خدمت ہیں:

سنن ابی داؤد کی روایت ہے؛

”کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مما تنزل علیہ الآیات

① آرتھر جیفری: مقدمہ کتاب المصاحف: ص ۵

② د۔ اسماعیل سالم عبدالعال: المستشرقون والقرآن: ص ۴۶

فیدعو بعض من يكتب له ويقول له: ضع هذه الآية في السورة

التي يذكر فيها كذا وكذا“ ①

یعنی جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ اپنے کاتبین میں سے کسی کاتب کو بلا تے اور اسے فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو۔

امام بخاریؒ روایت بیان فرماتے ہیں؛

”حدثنا محمد بن يوسف عن اسرائيل عن ابى اسحق عن البراء

قال لما نزلت لا يستوى القاعدون من المؤمنين قال النبي

صلى الله عليه وسلم ادعوا فلانا ف جاءه ومعه الدواة واللوح

والكتف فقال اكتب.....“ ②

یعنی حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جب آیت لا یستوی القاعدون من المؤمنین نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کسی کو بلایا، جب وہ آئے تو ان کے پاس دوات، لوح اور کتف تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو۔ اس بارے میں علامہ زرکشیؒ رقمطراز ہیں:

”كتاب القرآن ليست محدثة فانه صلى الله عليه وسلم كان

يأمر بكتابه“ ③

”قرآن کا لکھا جانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اس کی کتابت کا حکم دیا کرتے تھے۔“

① ابوداؤد: سلیمان بن الأشعث (۲۰۲م-۲۷۵ھ): السنن: کتاب الصلوٰۃ: باب من جهر بها:

۱۲۱/۱، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

② البخاری: الجامع الصحیح: کتاب التفسیر: باب لا یستوی القاعدون من المؤمنین

والمجاهدون فی سبیل اللہ: ۶۶۱/۲، قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان، طبعہ ثانیہ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)

③ زرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۲۳۸/۱

ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں سنداً روایت ذکر کرتے ہیں کہ

”..... عن خارجه بن زيد قال: دخل نفر على زيد بن ثابت

فقالوا حدثنا بعض حديث رسول الله ﷺ فقال: ماذا أحدثكم

كنت جار رسول الله ﷺ فكان إذا نزل الوحي أرسل الى

فكتبت الوحي..... الخ“ ①

”حضرت خارجه بن زيد کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں چند لوگ جمع ہوئے

اور کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سنائیں تو آپ نے فرمایا: کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا پڑوسی تھا اور جب وحی کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بلا تے تو میں وحی لکھتا۔“

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ اس بات پر دلیل ہیں کہ قرآن مجید

دور رسالت میں بھی، متفرق اجزائے مکتوبہ کی شکل میں، اپنی کتابی صورت میں موجود تھا؛

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اعطوا اعينكم حقها من العبادة، النظر في المصحف والتفكر

والاعتبار عند عجائبه“ ②

یعنی عبادت میں اپنی آنکھوں کا حق ادا کرو، مصحف کو دیکھ کر پڑھنا اور اس میں غور و فکر کرنا

عبادت ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”افضل عبادة امتي قراءة القرآن نظرا“ ③

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۷

② علی المتقی: علاء الدین بن حسام الدین البہندی: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: ۱۰۷/۱، ط ۵،

موسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۵ء

③ المصدر السابق: ۱۱۱/۵

”میری امت کی افضل عبادت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا ہے۔“

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

”قراءة الرجل القرآن في غير مصحف الف درجة، وقرأته في المصحف

تضاعف على ذلك الى الفی درجة“ ①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”من ادام النظر في المصحف متع ببصره ما دام في الدنيا“ ②

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”من قرأ القرآن ناظراً حتى يخرجه، غرس الله له به شجرة

في الجنة“ ③

”جس شخص نے دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت ختم کی، تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کیلئے ایک

درخت لگا دیتے ہیں۔“ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

”ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم نهى ان يسافر بالقرآن الى ارض العدو“ ④

حضرت عمرو بن حزم سے مروی ہے:

”لا تمس القرآن الا طاهراً“ ⑤

دیکھ کر قرآن پڑھنا، مصحف سے دیکھ کر پڑھنے والے کیلئے دو گنا ثواب، نظر کی

دائمی صحت کیلئے مصحف کا دیکھنا، ارضِ عدو میں قرآن کا کوئی حصہ لے کر جانا، قرآن کو بلا

طہارت چھونے سے ممانعت وغیرہ اس پر دال ہیں کہ دورِ نبوی میں قرآن متفرق اجزائے

① المصدر السابق: ۵۱۶/۱

② المصدر السابق: ۵۳۶/۱

③ المصدر السابق: ۵۳۸/۱

④ المصدر السابق: ۳۴۵/۱

⑤ عبد الرزاق: ابوبکر بن ہمام الصنعانی (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ): مصنف عبد الرزاق: ۳۴۲/۱، ط۱، المکتب

مکتوبہ میں موجود تھا، جن کی مدد سے خلفاء راشدین نے قرآن کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کا کام انجام دیا۔ احادیث میں جہاں بھی عہد رسالت کے حوالے سے ”بین الدفتین“ کا لفظ مستعمل ہے، اس سے مراد قرآن کی وہ شکل ہے جو آج ہمارے پاس محفوظ و مامون ہے۔ بہر حال دور نبوی میں قرآن کی باقاعدہ کتابت کیساتھ ساتھ کتابت کے جدید دور کا آغاز بھی رسول خدا کی زندگی میں ہو چکا تھا ①، دور نبوی میں بہت سے لوگ اصول کتابت سے واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی، جن میں سے مشہور کے نام یہ ہیں۔ اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت خالد بن سعید، حضرت عبداللہ بن سعد، حضرت زبیر ابن العوام، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ہنزہ بن ربیع، حضرت شرجیل حسہ کنڈی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمرو بن رافع، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت منیرہ بن شعبہ، حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح، حضرت ربان بن سعد، حضرت ابن الیمان، حضرت عبد اللہ بن ارقم بن عبد لیغوث، حضرت سفیان بن حرب، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، حضرت حاطب بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن سعد العامری، حضرت حویطب بن عبد العزیٰ عامری، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت جہیم بن الصلمت، حضرت علاء بن الحضری۔ ②

① عبد اللطیف رحمانی: تاریخ القرآن: ص ۶۶

② کاتبین وحی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہوں: ﴿۱﴾ ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفة الاصحاب:

۶۸/۱-۶۹، مکتبۃ نہضۃ مصر و مطبعہ القاہرہ، ۱۹۶۰ء ﴿۲﴾ الزبیدی: محمد تفضی: حکمة الاشراف إلی

کتاب الآفاق: ص ۸۳، سلسلۃ نوادر التراث القاہرہ، ط ۱۹۵۴ء ﴿۳﴾ البورینی: ابو الوفاء نصر:

المطالع النصریۃ: ص ۱۳، بولاق المطبعة الامیریۃ، ط ۱۳۰۲ھ

عہد رسالت میں کتابتِ قرآن کی کیفیت:

(نبوت کے بعد وحی کا سلسلہ 610 عیسوی بمطابق ۲۳ یا ۲۵ رمضان کے دن آغاز پایا۔ عیسوی سال کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۳۹ سال اور ۳ ماہ تھی، جبکہ قمری سال کے مطابق ۴۰ سال ۶ ماہ تھی ①۔ وحی کا یہ سلسلہ حوادث و واقعات کے موافق کم و بیش ۲۳ سال تک جاری رہا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن، مصحف واحد یا بالفاظ دیگر موضع واحد میں جمع نہیں تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں کی صورت میں، مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس موجود تھا البتہ یہ بات یقینی ہے کہ قرآن اپنی مکمل شکل میں مرقوم تھا۔)

مستشرق مسٹر پامر (Mr. Palmer) کا یہ اعتراض کہ ”جمع قرآن کے وقت تحریف کر کے ہم قافیہ جملے داخل کر دیے گئے“ ② کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ قرآن کے مکمل و محفوظ ہونے پر لاتعداد روایات کا وجود اس نظریہ کے ابطال کیلئے کافی ہے؛

”القرآن کله کتب علی عهد رسول اللہ فی الصحف والألواح

والعسب لکن غیر مجموع فی موضع واحد، ولا مرتب السور“ ③

جہاں مستشرقین نے عہد رسالت میں کتابتِ قرآن کی تکمیل کا انکار کیا ہے وہاں

بعض مستغربین بھی اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ قرآن کی جمع و تدوین زمانہ رسالت ہی

① عرفان راہی: تاریخ خطاطی: ص ۷۱

② نفس المصدر: ص ۶۸

③ القسطلانی: شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر: لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۵۱/۱،

المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، قاہرہ، ۱۹۷۲ء..... مزید دیکھئے: مکی بن ابی طالب: الابانۃ عن معانی

القراءات: ص ۲۳، مکتبۃ نہضۃ مصر، ۱۹۶۰ء؛ عزالدین بن عبدالسلام: الفوائد فی مشکل

القرآن: ص ۲۷، وزارة اوقاف، الکویت، ۱۹۶۷ء؛ السیوطی: الاتقان: ۱۶۸/۱

میں مکمل ہو گئی تھی اور اس کے بعد جمع و تدوین قرآن اور اس کی کتابت کا کوئی دور واقعہ نہیں ہوا۔ غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب ”مذہب عالم کی آسمانی کتابیں“ میں اسی موقف کا اظہار کیا ہے۔ دور نبوی کے بعد جمع و کتابت قرآن کا صراحتاً انکار کرتے ہوئے اس بات پر ”بے شمار شہادات“ کی موجودگی کے الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن موصوف نے ان ”بے شمار شہادات“ میں سے کسی ایک بھی شہادت کا تذکرہ پسند نہیں فرمایا۔ الفاظ یہ ہیں؛

”ہماری کتب میں بے شمار شہادات ایسی ملتی ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ

نبی اکرم کے زمانہ میں قرآن کریم اسی ترتیب کے ساتھ مدون شکل میں موجود

تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں، اس کی عام نشر و اشاعت ہوئی“۔ ①

جبکہ دوسری طرف مؤرخین و علماء اسلام کا ایک جم غفیر اس حقیقت کا معترف ہے

کہ امت مسلمہ، جمع و تدوین قرآن کی گراں مایہ خدمت میں، خلفاء راشدین کی احسان مند

ہے۔ دور رسالت میں مصحف واحد کی شکل میں عدم جمع پر روایت مشہورہ موجود ہے جس

میں حضرت زید بن ثابت کا قول ہے کہ؛

”..... حدثنا ابراهيم عن زيد بن ثابت ، قال : قبض

النبي ﷺ ولم يكن القرآن جمع في شيء“۔ ②

اس روایت کے بارے میں ڈاکٹر اسماعیل سالم لکھتے ہیں؛

”فإن هذا الحديث _ إن صح وهو ان القرآن لم يجمع في

صحيفة واحدة ، في كتاب واحد على غرار ما هو حادث اليوم“۔ ③

① پرویز: غلام احمد: مذہب عالم کی آسمانی کتابیں: جس ۱۴۰، ط ۴، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۴ء

② الاتقان فی علوم القرآن: السیوطی: ۲۰۷، ۲۰۸

③ د۔ اسماعیل سالم: المستشرقون والقرآن: جس ۲۸

ڈاکٹر لبیب السعید روایت مذکور پر اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں؛
 ”الثابت ان القرآن لم یجمع علی عهد النبی فی مصحف
 واحد“ ①

الاتقان میں علامہ خطابی کے حوالے سے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں؛

”انما لم یجمع صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فی المصحف..... وقد کان
 القرآن کتب کله فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لکن غیر مجموع
 فی موضع واحد“ ②

احمد عادل کمال لکھتے ہیں؛

”ولم یجمع القرآن فی مصحف فی هذا العهد“ ③

علامہ زرقانی اس بات کا محاکمہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں؛

”وصفوة المقال ان القرآن کان مکتوبا کله علی عهد
 الرسول صلی اللہ علیہ وسلم. وکانت کتابته ملحوظا فیها ان تشمل الاحرف
 السبعة التي نزل علیها. غیر ان بعض الصحابة کان قد کتب
 بعض منسوخ التلاوة وبعض ما هو ثابت بخبر الواحد، وربما
 کتبه غیر مرتب ولم یکن القرآن علی ذلك العهد مجموعا فی
 صحف ولا مصاحف“ ④

① لبیب السعید: الدكتور: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۱، ط ۲، دار المعارف القاہرة

② الاتقان: ۲۰۷/۱..... مزید دیکھئے: البرہان: فی علوم القرآن: ۲۶۲/۱، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ۱۹۵۷ء

③ احمد عادل کمال: علوم القرآن: ص ۳۷، ط ۳، دار الارشاد للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء.

④ الزرقانی: الشیخ محمد عبدالعظیم: مناہل العرفان فی علوم القرآن: ۲۳۱/۱، دار احیاء الکتب العربیہ عیسیٰ

البابی الحکمی، قاہرہ، ۱۹۴۳ء

یعنی عہد رسالت میں قرآن مکمل طور پر لکھا جا چکا تھا لیکن اس کی کتابت احرفِ سبعمہ میں سے الگ الگ حرف کے مطابق تھی اور بعض صحابہ نے منسوخ التلاوة آیات بھی درج کر رکھی تھیں اور بعض مصاحف غیر مرتب تھے اور اس عہد میں ایک مصحف یا مصاحف کی صورت میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔ اس پر محمد طاہر عبدالقادر کردی، شیخ محمد العاقب الشنقیطی کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں؛

على الصحيح في حياة احمد
وخيفة النسخ يوحى يطرأ
وقطع الأدم واللخاف
ان ابا بكر بجمعه سبق
بعد اشارة إليه من عمر
فضمه ما بين دفتين
مخرجاً بأفصح اللغات ①

”لم يُجمع القرآن في مجلدٍ
للامن فيه من خلاف ينشأ
وكان يكتب على الاكتاف
وبعد اغماض النبي فالأحق
جمعه غير مرتب السور
ثم تولى الجمع ذو النورين
مرتب السور والآيات

علاوہ ازیں، جمع و کتابت قرآن کے ضمن میں مذکور حدیث مشہور میں حضرت زید بن ثابت کا یہ قول بھی منقول ہے کہ

”فتتبع القرآن اجمعه من العسب واللخاف.....“ ②

یعنی میں نے قرآن کو عسب و لخاف سے جمع کیا۔ اگر عہد رسالت میں قرآن ایک جگہ جمع ہوتا تو حضرت زید بن ثابتؓ مختلف ٹکڑوں سے قرآن کے اجتماع کی مشقت میں کیوں پڑتے۔ لہذا یہ بات واضح ہے کہ عہد رسالت میں قرآن، روایات میں مذکور، مندرجہ ذیل

① الکردی: طاہر عبدالقادر: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ، ص ۴۰

② الجامع الصحیح: البخاری: کتاب فضائل القرآن: ۷۴۵-۷۴۶، صح المطابع کراچی، ۲۷، ۱۹۶۱ء

اشیاء پر مرقوم تھا جو کہ اس وقت کی مستعمل اشیائے کتابت تھیں؛

..... العُصْبُ: یہ عسیب کی جمع ہے، ”وہو جرید النخل و كانوا

یکشطون الخوص و یکتبون فی الطرف العریض“ ①

ابن منظور کے الفاظ یہ ہیں؛

”والعسیبُ: جریدة من النخل مستقیمة، دقیقة یكشط

خوضها“ ②

عَسِيب کی وضاحت کرتے ہوئے ایڈورڈ ولیم لین (E.W. Lane)، مد القاموس
میں لکھتے ہیں؛

(A Palm-branch which the leaves have been removed: ... or the
part, of a palm-branch, ... its said of the Prophet, in a trad.)

قُبْضُ وَالْقُرْآنُ فِي الْعِصْبِ وَالْقَضْمِ وَالْكَرَانِيفِ

[He died, while the Kur-a`n was written only upon
stumps of leafless palm-branches, and skins and
palm-branches.] ③

یعنی کھجور کی لکڑی جس کو وہ اندر سے صاف کرتے اور اس کی عریض طرف پر لکھتے تھے۔

① السیوطی: الاقان: ۱۶۸/۱

② ابن منظور: ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم: لسان العرب: ۵۹۸/۱، نثر ادب الحوزة، قم،

ایران، ۱۴۰۵ء؛ مزید دیکھئے: ابوعبید القاسم بن سلام البغدادی الہروی: غریب الحدیث:

۱۵۵/۳-۱۵۶، ط۱، دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

③ دیکھئے: Lane: Edward William: Arabic-English Lexicon: 5/2041

۲..... المِخَافُ: ”واللخاف: حجارة بيض عريضة رقاق،“

واللخف: وهو الزبد الرقيق“ ①

”واللخاف بكسر اللام جمع لخفة بفتح فسكون وتجمع

ايضا على لخف بضمين: وهي صفائح الحجارة الرقاق“ ②

یعنی لخنہ کی جمع، چٹیل پتھر کی سطح کو کہا جاتا ہے۔

۳..... الرقاع: ”بالكسر جمع رقعة: وهي القطعة من

النسيج او الجلد“ ③

”رقع الثوب والأديم بالرقاع..... والرقعة: واحدة الرقاع التي تكتب“ ④

روایات میں مذکور ”قطع الأديم“ کے الفاظ سے بھی یہی مراد ہے۔

۴..... الاقتاب: ”جمع قتب بفتحين: وهو الخشب الذي

يوضع على ظهر البعير ليركب عليه“ ⑤ ”القَتْبُ والقَتَبُ:

إكاف البعير“ ⑥

قَتْبُ: A sort of pack-saddle for a camel. ⑦

یعنی اونٹ کے اوپر رکھی جانے والی کجاوے کی لکڑی مراد ہے۔

۵..... الأكتاف: ”جمع كتف، وهو العظم الذي للبعير أو

① لسان العرب: ۵۱۳/۹

② السيوطي: الاقنان: ۱۶۸/۱ ③ نفس المرجع

④ لسان العرب: ۱۳۱/۸

⑥ لسان العرب: ۲۶۰/۱

⑤ السيوطي: الاقنان: ۱۶۸/۱

للشاة كانوا إذا جف كتبوا عليه“ ①

”الكِتْفُ والكِتْفُ: عظم عريض يكون في أصل كتف

الحيوان من الناس والدواب كانوا يكتبون فيه لقلة

القراطيس عندهم“ ②

انسان یا کسی جانور کے کندھے کے نیچے عریض ہڈی کو کاغذ کی قلت کے باعث استعمال کیا جاتا تھا۔

۶..... الاضلاع: کپڑے کے ٹکڑے یا ریشمی کپڑے کیلئے بولا جاتا ہے۔

③ A garment, or piece of cloth....: مُضَلَع

۷..... قِطْعُ الأَدِيمِ: الجلد المدبوغ“۔ یعنی دباغت شدہ چمڑہ بھی ادوات

کتابت میں سے تھا۔ ④

جب قرآن ان اشیاء پر مکتوب ہے تو وہ کیونکر ایک مصحفِ مجلد کی صورت میں

موجود ہو سکتا ہے؟ اس حقیقت کے آشکارا ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی جمع و تدوین سے متعلق

حدیثِ زید کا انکار کرتا ہے تو ہمارے ہاں امام بخاریؒ کی رائے بہر حال مقدم ہے۔ لہذا قرآن

حکیم اجزائے مذکورہ پر رقم ہو چکا تھا اور یہ اجزاء رسول اللہ ﷺ کے گھر میں موجود رہتے تھے:

”وكان هذا المکتوب يوضع في بيت الرسول عليه الصلوة والسلام“ ⑤

① السیوطی: الاتقان: ۱۶۸/۱

② لسان العرب: ۲۹۴/۹

③ دیکھئے:

Arabic-English Laxicom: 5/1800

④ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۳

⑤ احمد عادل کمال: علوم القرآن: ص ۳۷؛ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۲۳۸/۱؛ السیوطی: الاتقان

فی علوم القرآن: ۵۸/۱

عہد رسالت میں بین اللوحین عدم جمع کی وجوہات:

اس حقیقت کے ثبوت، کہ جمہور علماء و مؤرخین کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن موضع واحد میں جمع نہیں ہو سکا، کے بعد اس عدم جمع کی وجوہات کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

مصحف واحد اور بین اللوحین عدم جمع کی سب سے بڑی وجہ امکان نسخ تھا یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری لمحہ تک اس بات کا امکان موجود تھا کہ مبادا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکم کو منسوخ کر دیا جائے یا اس میں تبدیلی کا حکم نازل ہو جائے۔ علامہ زرکشی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

”ثبت ان القرآن كان على هذا التاليف والجمع في زمن النبي ﷺ، وانما [ترك] جمعه في مصحف؛ لان النسخ كان يرد على بعض، فلو جمعه ثم رفعت تلاوة بعض لأدى الى الاختلاف واختلاط الدين، فحفظه الله في القلوب الى انقضاء زمان النسخ، ثم وفق لجمعه الخلفاء الراشدين“ ①

ابوسليمان محمد بن محمد بن ابراهيم الخطابي (م ۳۸۸ھ) کی رائے بھی اسی کے موافق ہے؛

”إنما لم يجمع ﷺ القرآن في المصحف لما كان يترقبه من ورود نسخ لبعض أحكامه أو تلاوته فلما انقضى نزوله بوفاته ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك“ ②

یعنی یہ بات مسلمہ ہے کہ قرآن عہد نبوی میں تالیف ہو چکا تھا لیکن یہ مصحف

① الزرکشی: بدرالدین: البرہان فی علوم القرآن: ۳۲۹/۱

② السیوطی: الاتقان: ۱۶۲/۱

واحد کی صورت میں نہ تھا کیونکہ بعض احکامات میں امکانِ نسخ موجود تھا، اگر جمع ہو جانے اور لکھے جانے کے بعد نسخ فی التلاوة واقع ہوتا تو اس سے دین میں اختلاف و اختلاط کا امکان پیدا ہو جاتا۔ لہذا اللہ رب العزت نے امکانِ نسخ کی مدت تک لوگوں کے دلوں میں بتمامہ محفوظ رکھا اور بعد میں خلفاءِ راشدین کو اس کی توفیق بخشی۔

علامہ زرقانیؒ نے مصحفِ واحد کی شکل میں عدمِ جمع کی چار وجوہات بیان فرمائی ہیں:

+ دواعیٰ کتابت کی قلت،

+ امکانِ نسخ،

+ قرآن کا درجہ نزول،

+ امکانِ وحی کے باعث ترتیبِ سور کی عدمِ تعیین۔^①

ڈاکٹر لبیب السعید نے اس کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے:

”والنبي في حياته — كان بين ظهري المسلمين ، يقرأون القرآن بين يديه ، ويملكون الاسترشاد به هو نفسه في شأن هذا الكتاب ، وفي كل شأن ، ولذلك كان الخطأ في القرآن — على عهد — مأمونا تماماً ، وفي ذلك العهد كان الاسلام الناشئ لا يزال محدود الرقعة فلم تكن الحاجة ألى جمع القرآن في نفس شدتها على عهد ابي بكر ثم عهد عثمان“ .^②

یعنی نبی کریم ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں مسلمانوں کے سامنے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے ہی قرآن پڑھا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ بذاتہ اس کو بالتوضیح بیان فرماتے تھے، انہی وجوہات کی بناء پر آپ ﷺ کے عہد میں قرآن [تحریف و تصحیف سے] مکمل محفوظ تھا۔

① الزرقانی، مناہل العرفان، ۲۴۱/۱

② لبیب السعید: الدكتور: الجمع الصوتی الاول للقرآن، ص ۳۲

اور مزید بر آں یہ اسلام کا دورِ نشاۃ تھا، اوراق نہ ہونے کے باوجود جمعِ قرآن کی اس قدر حاجت نہ تھی جتنی کہ دورِ صدیقی اور دورِ عثمانی میں تھی۔

عہدِ نبوی کا اندازِ تحریر:

قرآن مجید عربی زبان کی پہلی تحریری کتاب ہے۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اس کی تحریر کیلئے کونسا خط استعمال ہوا؟ اس کے بارے میں علماء و خطاطین کی ایک رائے یہ ہے کہ؛ ”اعلانِ نبوت کے وقت خطِ کوفی قدیم (جسے ہم خطِ حیری بھی کہہ سکتے ہیں) رائج تھا۔ یہ غیر منقوط اور غیر اعرابی تھا اور علامات و اوقاف کا رواج ابھی نہ ہوا تھا، اس کا الف بھی ابھی سیدھا نہ تھا“۔^①

مذکورہ رائے کی تائید رسول اللہ ﷺ کے مختلف امراء کو ارسال کردہ خطوط سے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ بھی خطِ کوفی ہی میں لکھے گئے تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے اپنے مجموعہ میں دو سو چھیالیس (۲۴۶) خطوط عہدِ نبوی ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں۔^② استاذ الخطاطین کامل البابا لکھتے ہیں؛

”لقد عرف العرب الاوائل نوعين مختلفين من الكتابة هما الخط الكوفي وخط التحرير..... به كتبت المصاحف كما نقش على الحجر، وأما خط التحرير..... ذكره صاحب الفهرست وأسماه أيضاً بالخط المدني..... الخ“۔^③

① عرفان راہی: تاریخ خطاطی: ص ۷۱

② ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم: مجموعة الوثائق السياسية في العهد النبوي: مطبوعہ: لجنة التأليف والترجمة والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۱ء

③ کامل البابا: روح الخط العربي: ص ۲۴

یعنی عرب آغاز میں دو مختلف خطوط: خطِ کوفی اور خطِ تحریر سے متعارف تھے۔ اسی (خطِ کوفی) پر مصاحف لکھے گئے جیسا کہ پتھروں پر نقوش تھے۔ جبکہ خطِ تحریر جس کو ابن ندیم نے خطِ مدنی کا نام دیا ہے۔ پروفیسر سید محمد سلیم کی رائے ہے کہ:

”مکہ معظمہ میں اس وقت کئی خط رائج تھے۔ آپ نے عربی خط کو اختیار کیا..... جہاں اسلام گیا وہاں ساتھ عربی خط بھی گیا..... وہ خط جو پہلے کی کہلاتا تھا اب وہ مدنی کہلانے لگا“۔^①

خطِ مدنی کے متعلق ابن ندیم^② کی بیان کردہ خصوصیات، بعینہ خطِ نبطی کی خصوصیات ہیں^③۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کئی اور مدنی خط درحقیقت وہی نبطی خط تھا۔ جو خطِ نبطی سے خطِ حیری یا جزم، پھر خطِ کوفی، پھر خطِ حجازی، پھر خطِ کئی اور بالآخر خطِ مدنی کہلایا جس کو بعض لوگوں نے ’خطِ دارج‘^④ کا نام بھی دیا۔

(رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ساتھ، قرآن کے حفظ و کتابت کا پہلا مرحلہ اختتام پذیر ہوا جس میں اللہ رب العزت کی یہ کتاب نہ صرف مرتب صورت میں سینوں میں محفوظ ہوئی، مختلف اجزاء پر مرقوم ہوئی بلکہ اسلامی معاشرہ میں اس طرح رچ بس گئی کہ تحریف و تغیر کے ہر امکان کا سدِ باب ہو گیا۔)

کتاب اللہ مسلمانوں کے اعتقاد میں آسمانی کتاب ہے جس پر دین اسلام کی عمارت اپنی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے، دین اسلام کے جملہ احکامات و ہدایات کا

① پروفیسر سید محمد سلیم: تاریخ خط و خطاطین: ص ۵۳، ۵۴

② ابن ندیم: الفہرست: ۶، ۵

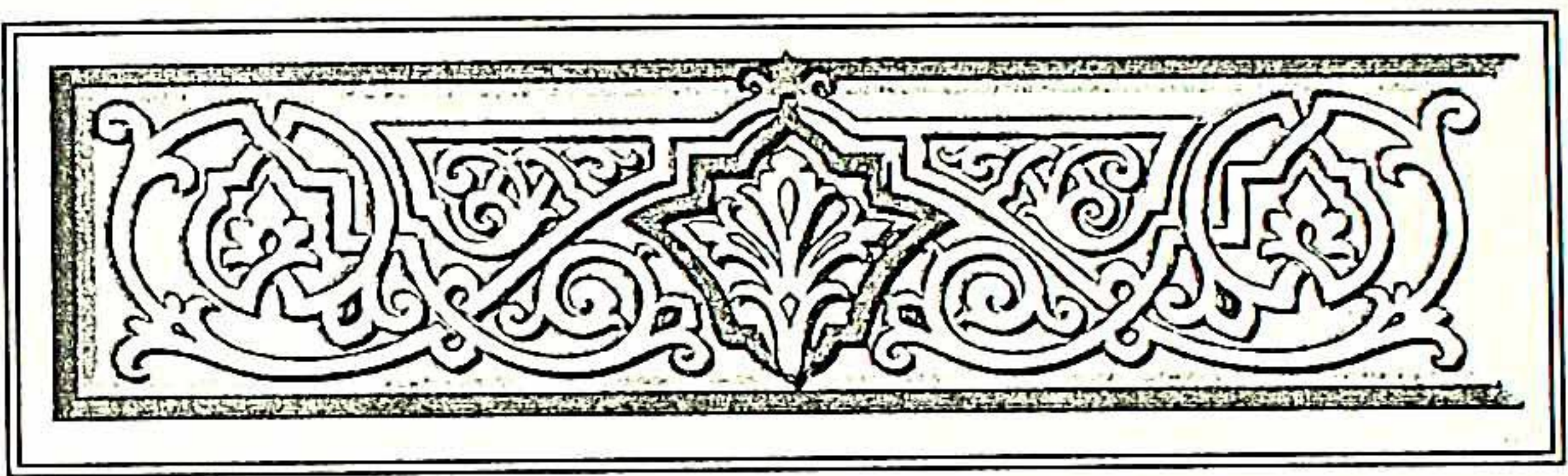
③ پروفیسر سید محمد سلیم: تاریخ خط و خطاطین: ص ۵۵

④ کامل البابا: روح الخط العربی: ص ۲۴

سرچشمہ منبع قرآن ہی ہے اور اسی کی تبلیغ اور ہدایتِ کاملہ کے ابلاغ کیلئے رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے لہذا ہر مسلمان کا یہ فرضِ اولین تھا کہ وہ ہدایت و فلاح کے کمال عروج پر پہنچی کتاب کی حفاظت ہر اُس صورت میں کرے جو اُسے میسر ہوں۔ اب ایسی صورت میں ناممکن ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کی حفاظت میں کسی قسم کی کمی کی ہو یا اُن وسائل سے استفادہ نہ کیا ہو جو اُس وقت موجود ہوں۔ رسولِ اکرم ﷺ کے تمام اقوال و افعال کے مجموعہ کا تنقید و تصحیح کے بعد مرتب کرنا جس طرح مسلم تاریخ کا ایک روشن باب ہے کیا کوئی اور مذہب اپنے بانیان کی ایسی مکمل و منضبط تاریخ پیش کر سکتا ہے؟

Handwritten text in Urdu script, appearing as bleed-through from the reverse side of the page. The text is mostly illegible due to fading and bleed-through.

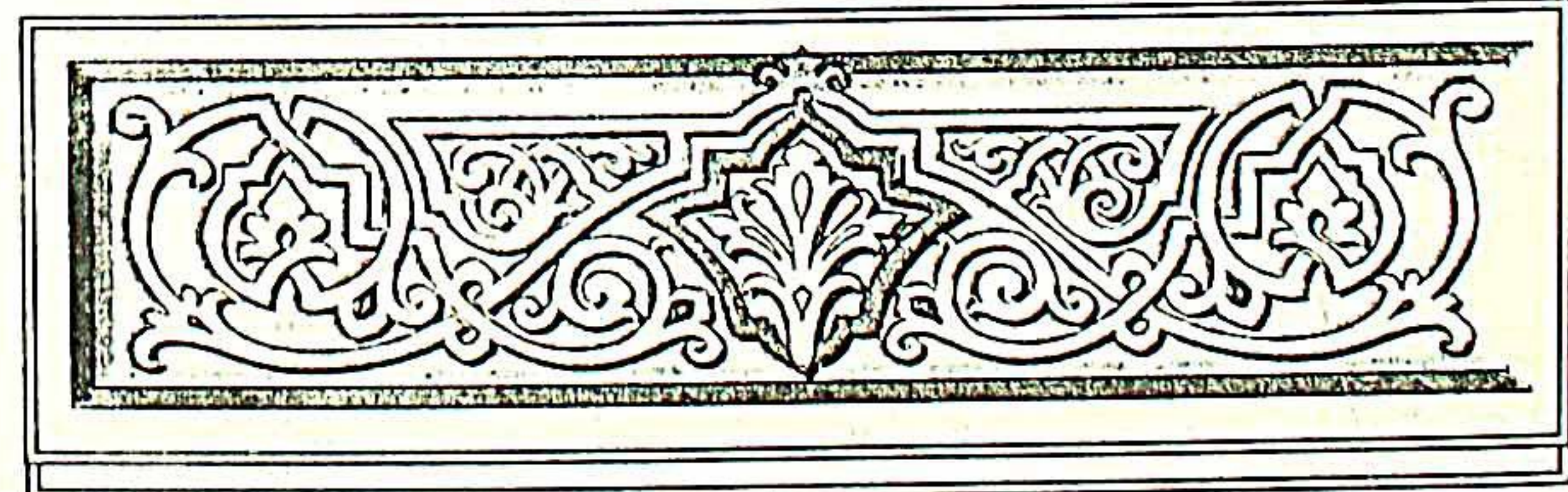
Handwritten text in Urdu script, appearing as bleed-through from the reverse side of the page. The text is mostly illegible due to fading and bleed-through.



فصل دوم

.....

عہد صدیقیؒ میں کتابت قرآن



صحابہ کرام ﷺ اور کتابت:

قرآن مجید کے الفاظ و کلمات کی کتابت اور ان کی کیفیت میں صحابہ کرام ﷺ کا اختلاف منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام ﷺ متقنین ہونے کی بناء پر رسم الخط کی نزاکتوں، مناسب مواضع کتابت اور عبارات میں فصل و وصل کے متعلق سب سے زیادہ واقف الحال تھے اور کلمات قرآنی کے رسم و کتابت میں سب متفق تھے [علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

”والظاهر ان الصحابة ﷺ كانوا متقنين رسم الخط عارفين ما يقتضى ان يكتب وما يقتضى ان لا يكتب، وما يقتضى ان يوصل وما يقتضى ان لا يوصل الى غير ذلك، لكن خالفوا القواعد في بعض المواضع لحكمة“ ①

لیکن اگر کسی حکمت کی بنیاد پر صحابہ کرام ﷺ نے قواعد معروفہ کی مخالفت کی ہے تو یہ ان کا حق ہے کیونکہ تلقی قرآن کا پہلا واسطہ صحابہ کرام ﷺ کی ذوات قدسیہ ہیں، وہ ہر اس بات کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے جس میں امت کیلئے خیر کا پہلو غالب تھا۔ بایں وجہ صحابہ کرام ﷺ نے اس کام کی انجام دہی سے امت کو ہمیشہ کیلئے نزاع سے محفوظ فرمادیا۔

عہد صحابہ ﷺ میں خلفاء کا اسلامی و غیر اسلامی ریاستوں کے امراء والیان کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ اور دیگر امور مہتمہ مثلاً عقود، بیع و شراء، ضمان و عطا وغیرہ میں باہم معاملات بذریعہ کتابت ہوتے تھے، اگر صحابہ ﷺ قواعد کتابت سے واقف نہ ہوتے تو امور مذکورہ میں التباس خطا کا امکان ضروری ہے کیونکہ

”فإن اختلفت كتابة اختلف اللفظ، فاختلف المعنى فاختلف

الأمر عليهم“ ①

یعنی اگر صحابہ کی کتابت میں اختلاف ہوتا تو یقیناً لفظ میں بھی اختلاف ہوتا اور معنی کا اختلاف صحابہ پر کسی کام کو مشتبہ کر دیتا۔ اس کے علاوہ اختراع حرکات اور دورِ تشکیل و تنقیط سے قبل بین الحرفین فرق کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی معرفت کتابت کی بین دلیل ہے۔ مثلاً عَمْرُ اور عَمْرُو میں فرق ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ ②

صحابہ رضی اللہ عنہم سے منسوب چند مکتوبات و مخطوطات آج بھی دارالکتب (مصر) میں موجود ہیں جو احجار و جلود کے علاوہ اوراقِ بُردیہ پر مرقوم ہیں ③۔ ورقِ بُردی اُس وقت ایک درخت ’سیبرس‘ کی چھال سے تیار کیا جاتا تھا جو اُس دور میں کاغذ کی جدید ترین صورت تھی ④۔

لہذا یہ بات بعید از عقل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دور کے لحاظ سے کتابت و رسم الخط کے قواعد سے ناواقف ہوں جبکہ عربی رسم الخط کا ارتقاء اور اس کی تجدید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہی ہاتھوں ہوئی ہو۔ مزید براں صحابہ رضی اللہ عنہم صرف اسی چیز کو لکھتے تھے جس کو وہ قطعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مقدس سے سماع فرمالتے یا پھر اس پر یقینی شہادت موجود ہوتی؛

”والمسلمون مجمعون علی أن الصحابة ما كانوا يكتبون إلا ما كانوا يقطعون بسماعه من النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ ⑤

① الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۱۷

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

④ بلیاوی: ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ: مصباح اللغات: ص ۵۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

⑤ درلبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۳

فصلِ ہذا میں جمع و کتابتِ قرآن کے دوسرے اور تیسرے مرحلہ کی تفصیلات پیش خدمت ہیں۔ کیونکہ دورِ خلفاء رضی اللہ عنہم میں، جمع و کتابتِ قرآن اور اس کی کیفیت کی تفصیلات اُن تمام نظریات کو ابدی نیند سلا دیتی ہیں جن کی بناء پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ قرآن کی جمع و کتابت صرف دورِ نبوی ﷺ ہی میں ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت قرآن مجموع و مکتوب شکل میں بین اللوحین اور مجلد صورت میں موجود تھا۔

☆..... عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں جمع و کتابتِ قرآن:

(رسول اللہ ﷺ کے رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کے بعد، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے۔ آپ ﷺ کی خلافتِ بلا فصل کے اوائل ہی میں چند قبائلِ عرب کے ارتداد اور بعض حقوقِ اسلام مثلاً زکوٰۃ کے انکار جیسے فتنِ عظیمہ، دولتِ اسلامیہ میں فتنہ پرداز سرگرمیوں کا باعث بنے، جن کی سرکوبی کیلئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر روانہ فرمائے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے تاریخی الفاظ کتبِ احادیث و تاریخ میں منقول ہیں؛

”والله لو منعوني عقالا كانوا يؤدونہ الى رسول الله لقاتلتهم

عليه، ولو لم أجد احداً أقاتلهم به لقاتلتهم وحدى، حتى يحكم

الله بيني وبينكم، وهو خير الحاكمين“ ①

”خدا کی قسم! اگر لوگوں نے ایک رسی بھی زکوٰۃ سے روکی جو وہ رسول اللہ کو ادا

کیا کرتے تھے تو میں اس بات پر ان سے قتال کروں گا۔ اگر ان کے خلاف

کوئی ایک بھی مجھے اپنے ساتھی نہ ملا تو میں اکیلا ہی ان کے خلاف لڑتا رہوں گا

① خلیفہ بن خیاط: تاریخِ خلیفہ: ۷۹/۱، دمشق، ۱۹۶۷ء..... مزید دیکھئے: البخاری: الجامع الصحیح:

کتاب الزکوٰۃ..... القاضی ابی بکر بن العربی: العواصم من القواصم: ص ۳۶، ط ۲، الدار السعودیہ

للنشر، جدہ، ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ؛

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“

مزید براں بعض مرتد لوگ مدعیانِ نبوت کے ساتھ جا ملے جن کے خلاف روانہ کیے گئے لشکر، صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد پر مشتمل تھے، بہت کم عرصے میں تمام جزیرہ عرب دینِ حق کی طرف لوٹ آیا ① (مدعی کاذب مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کیلئے معرکہ یمامہ پیش آیا، یہ معرکہ حروب الردۃ میں دولتِ اسلامیہ کو درپیش خطرات کی سرکوبی، تادیر اثرات اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے لیکن اس معرکہ میں حفاظ کی ایک قابل لحاظ ② تعداد سمیت بارہ سو مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا ③) ابن کثیر کے مطابق: تقریباً ایک لاکھ مرتدین، مسیلمہ سے جا ملے جس کے لئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں تیرہ ہزار نفوس پر مشتمل لشکر روانہ فرمایا جن میں اکثر تعداد نو مسلموں اور دیہاتیوں کی تھی جس کے سبب کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کی تقسیم کا مشورہ دیا۔ (شدید لڑائی کے بعد مسیلمہ واصلِ جہنم ہوا اور مسلمان فتح یاب ہوئے لیکن پانچ سو قزاق کرام رضی اللہ عنہم بھی شہید ہوئے ④) روایات کی تصدیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی بناء پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

① ابن الاثیر: ابوالحسن علی بن ابی المکرّم محمد عزالدین: الکامل فی التاریخ: ۲/۲۳۱-۲۶۰، ادارۃ الطباعة المنیریة، مصر، ۱۳۲۹ھ

② ”..... انه قتل منهم فی ذلك الیوم سبعمائة“ القرطبی: محمد بن احمد بن ابی بکر: الجامع لأحكام

القرآن: ۴۹/۱، ط ۲، دارالکتب المصریة، ۱۹۵۲ء..... الطبری: تاریخ الامم والملوک: ۲۵۲/۳

③ ابن الکثیر: ابوالفداء اسماعیل: فضائل القرآن: ص ۲۵، مطبعة المنار، ۱۳۲۷ھ

④ المصدر السابق: ص ۱۵

مکانِ واحد میں جمع و کتابتِ قرآن پر متنبہ فرمایا جو کہ مفروق صورت میں مختلف مواضع میں موجود تھا۔

خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع القرآن سے متعلق مشہور و متواتر روایت ابن الشہاب الزہری (۵۰ھ-۱۲۷ھ) عن عبید بن السباق (تابعی و مدینہ) عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۴۵ھ) کی سند سے کتبِ احادیث و تاریخ میں مروی ہے۔ جس کو ابو عبید قاسم بن سلام (م ۲۲۲ھ) نے اپنی کتاب فضائل القرآن ①، امام بخاری نے الجامع الصحیح ②، اور دیگر مؤلفین صحاح ستہ کے علاوہ ابن ندیم نے الفہرست ③، علامہ سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن ④ اور علامہ ابو عمر والدانی نے المقنع ⑤ میں نقل فرمائی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کی تفصیلات سے مجھے آگاہ فرمایا۔ ان کے ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرماتھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ یمامہ کی معرکہ آرائی میں قرآن کو سخت نقصان پہنچا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ لڑائی کے یہ شعلے دوسرے مقامات تک نہ پھیل جائیں اور وہاں بھی قرآن سے یہی سلوک نہ روا رکھا جائے اور پھر اس

① ابو عبید القاسم بن سلام البغدادی الہروی (م ۲۲۲ھ): فضائل القرآن و معالمہ و أدبہ: ص ۵۳۔ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۶ھ

② بخاری م: الجامع الصحیح: کتاب فضائل القرآن: ۷۳۵-۷۳۶، صح المطابع کراچی، ط ۲، ۱۹۶۱ء

③ ابن ندیم: الفہرست، ص ۲۴،

④ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱۶۵/۱،

⑤ الدانی: ابو عمر و عثمان بن سعید (م ۲۲۲ھ): المقنع فی رسم مصاحف الامصار: ص ۱۳-۱۴، تحقیق:

محمد الصادق قحاوی، مکتبۃ کلیات الازہریۃ، قاہرہ

کا نتیجہ خدا خواستہ یہ نکلے کہ قرآن کے ذرائع حفظ و صیانت کو گزند پہنچے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ میں وہ کام کیسے انجام دے سکتا ہوں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں نہیں فرمایا؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: بخدا یہ تجویز عمدہ اور خیر پر مبنی ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا برابر تبادلہء خیال ہوتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے شرح صدر سے نوازا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ تم نوجوان اور سمجھ دار ہو، مزید براں قرآن کے بارے میں تمہارا کردار بے داغ ہے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی کی حیثیت سے بھی کام کیا ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ قرآن سے متعلق تفحص و تحقیق سے کام لو اور اس کو ایک مصدقہ جلد کی صورت میں تیار کرو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میرے لیے اس عظیم ذمہ داری کا بار اٹھانا بہت مشکل تھا۔ میں یہ تو کر سکتا تھا کہ کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ پر نصب کر دوں، مگر جمع قرآن کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہرگز آسان نہیں تھا۔ میں نے جواب دیا کہ: آپ وہ کام کیونکر کر سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اس کے مقابلے میں ایک ہی چچاٹلا جواب تھا کہ یہ کارِ خیر ہے۔ مسلسل تبادلہء خیال کے بعد، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح، اللہ نے میری رائے کو بھی شیخین رضی اللہ عنہما کے موافق فرمادیا۔ میں نے قرآن کو کھجور کی مکتوب شاخوں، پتھر کے چٹیل ٹکڑوں اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ نوشتوں سے اکٹھا کرنا شروع کیا۔ جمع و تفحص کے دوران مجھے سورہ توبہ کی آخری آیت صرف ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملی۔ میں نے ان کی اکیلی شہادت کی بنیاد پر اس کو جمع کر لیا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا۔

یہ روایت عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن کے جملہ قضایا کی طرف مشیر ہے مثلاً جمع القرآن کا بنیادی سبب، قرآن کے متواتر حصہ کی گمشدگی کا خوف تھا اور ثانیاً ”کیف نفعل شیئاً“ کے الفاظ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے پہلے قرآن اس جیسی صورت (یعنی موضع واحد) میں موجود نہ تھا، بایں وجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ”کیف نفعلہ شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ“ کے الفاظ سے تردید کا اظہار فرمایا، اور ثالثاً اس روایت سے ان تمام روایات کی بھی نفی ہوتی ہے جن میں ”اول من جمع القرآن“ سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مراد لیا گیا ہو۔ ذیل میں مختلف مسائل کی تحقیق پیش خدمت ہے:

① ◀ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اول جامع قرآن:

مستشرقین اور شیعہ مفکرین نے، بعض روایات کو بنیاد بنا کر، اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے بھی کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو جمع کیا تھا۔ ہم مختصراً ان روایات کی تنقیح کر کے یہ واضح کریں گے کہ قرآن کو بین الدفتین اور مجلد صورت میں سب سے پہلے خلیفہ اول، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا تھا۔

۱۔ شیعہ عالم، ملا حسن فیض الکاظمی، اپنی تفسیر الصافی میں لکھتے ہیں:

”..... أن علیاً جمع القرآن..... فلما فتحه ابو بکر، خرج فی اول

صفحة فتحها فضائح القوم، فوثب عمر، وقال: يا علی! اردده، فلا

حاجة لنا فيه، وتقول القصة: ان عمر دبّر فی قتل علی، علی ید

خالد بن ولید، وإن علیاً قال لعمر لما سألته إحضار مصحفه: ان

القرآن الذی عندی لا یمسه إلا المطهرون والأوصیاء من ولدی،

فقال عمر: فهل وقت لإظهاره معلوم؟ قال علي: نعم، إذا قام القائم

من وُلدى يُظهره، ويحمل الناس عليه، فتجری السنة به“ ①

یعنی حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے قرآن کو جمع کیا ہوا تھا..... جب ابو بکر [رضی اللہ عنہ] نے اس کا پہلا صفحہ کھولا تو اس میں چند لوگوں کی برائیوں کا ذکر تھا، عمر [رضی اللہ عنہ] اُچھلے اور کہا کہ اے علی [رضی اللہ عنہ]! اس کو لوٹا دے، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ قصہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] نے حضرت خالد بن ولید [رضی اللہ عنہ] کے ہاتھ پر قتل علی [رضی اللہ عنہ] کی تدبیر کی۔ حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] کے مصحف کے بارے میں سوال کرنے پر کہا تھا کہ میرے قرآن کو صرف پاک لوگ چھوسکتے ہیں اور اس کے وارث میری اولاد میں سے ہوں گے۔ عمر [رضی اللہ عنہ] نے کہا کہ کیا اس مصحف کے ظاہر ہونے کا وقت معلوم ہے؟ تو حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے کہا کہ ہاں۔ میری اولاد میں سے ایک فرد اُٹھے گا اور لوگوں کو اس پر جمع کرے گا اور لوگوں کی زبانوں پر وہ کلام جاری ہو جائیگا۔

اس روایت کی بنیاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب وہ روایت ہے جس کو ابن ابی داؤد نے بھی المصاحف میں نقل کیا ہے:

لما توفي النبي ﷺ أقسم علي أن لا يرتدي برداء إلا لجمعة

حتى يجمع القرآن في مصحف ②

”رسول اللہ کی وفات کے وقت حضرت علیؑ نے قسم کھائی کہ وہ جمعہ کے علاوہ اپنی چادر نہیں

① الکاشانی ملاحسن فیض: کتاب الصافی فی تفسیر القرآن: المقدمة السادسة: ۲۷۱، منشورات المکتبۃ

الاسلامیۃ، تہران، س۔ ن۔ شیعہ عالم، ملاحسن نے اس کے علاوہ بھی کئی دیگر موضوع روایات کا مجموعہ نقل کر کے اس حقیقت سے چشم پوشی کی ہے کہ سب سے پہلے قرآن حضرت ابو بکر نے جمع فرمایا تھا۔

② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۶

اور ڑھیں گے، یہاں تک انہوں نے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیا۔

یہ روایت تین طرق سے مروی ہے۔ اول: عن طریق ابن سیرین، دوم: عن ابی حیان التوحیدی، سوم: عن ابی الضریس،

علامہ آلوسی کی تصریح کے مطابق: پہلے طریق سے یہ روایت ضعیف ہے، اسی طرح ابو حیان توحیدی کے طریق سے بھی یہ موضوع ہے۔ البتہ ابو الضریس کی سند سے یہ روایت فضائل علیؑ میں صحیح ہے لیکن فمحمول علی الجمع فی الصدر، ای علی الحفظ عن ظهر قلب۔ ① یعنی یہ جمع صدر پر محمول ہے جس کا مطلب ہے کہ پختہ حفظ اور یاد کرنا۔

ملاحسن کا شانی کے بیان کردہ قصہ پر کسی محقق کا مثبت تبصرہ موجود نہیں؛

”والوضع ظاهر فی هذه القصة الحاشذة بالأقوال الخطيرة“۔ ②

مذکورہ بالا قصہ کے ضعیف اور موضوع ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر ایسے شواہد موجود ہیں جس سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآن جمع کیا تھا۔ جیسا کہ علامہ سیوطیؒ کے مطابق حضرت علیؑ کی طرف منسوب کتاب میں نسخ و منسوخ وغیرہ کے متعلق احکام مذکور تھے ③۔ اس کے علاوہ جمع ابی بکرؓ پر خود حضرت علیؑ کی رضاء اور تائید موجود ہے؛

”أعظم الناس فی المصاحف أجراً أبو بکر، رضی اللہ عنہ!

رحمة اللہ علی ابی بکر! هو أول من جمع بین اللوحین“۔ ④

① آلوسی: روح المعانی: ۲۱/۱

② د۔ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاوّل للقرآن: ص ۴۰

③ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۵۸/۱

④ نفس المرجع؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۱

صحائف کے معاملہ میں اجر کے لحاظ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر اپنی رحمت نازل کرے کہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو دو گتوں کے درمیان جمع کیا۔

انقطاع سند کے ساتھ ساتھ روایات صحیحہ سے متضاد ہونے کی وجہ سے، ملاحسن الکاشانی کی نقل کردہ، روایت کسی بھی طرح قابل قبول نہیں۔

۲۔ ابن ابی داؤد نے راوی 'حسن' کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے؛

”أن عمر بن الخطاب [رضی اللہ عنہ] سأل عن آية من كتاب الله، فقيل كانت مع فلان فقتل يوم اليمامة فقال: إنا لله وأمر بالقرآن فجمع، وكان أول من جمعه في المصحف“ ①

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کی کسی آیت کے بارے میں سوال کیا، تو کہا گیا کہ اس آیت کے حامل صحابی، جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے إنا لله پڑھا اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے سب سے پہلے قرآن کو مصحف میں جمع کیا۔ امام سیوطی نے اس روایت کو منقطع السند قرار دیا ہے ② اور اگر اس روایت کو بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں تاویل کا امکان موجود ہے۔ جیسا کہ ابن حجر فرماتے ہیں:

”..... أن عمر هو فعلاً صاحب فكرة الجمع الأول، وأنه أشار

بها على أبي بكر، ولم يزل حتى شرح الله لها صدره“ ③

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۶

② السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۵/۱

③ ابن حجر: فتح الباری: ۱۰/۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کا مطب ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے جمع القرآن کی طرف خلیفۃ المسلمین کی توجہ مبذول کرائی؛

①....."وہو محمول علی ما سبق من اشارتہ علی الصدیق بجمع القرآن".

۳- حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے کہ؛

"..... أن سالم مولیٰ ابی حذیفہ ___ کان اول من جمع القرآن

فی مصحف". ②

اس روایت کو منقطع السند قرار دینے کے بعد علامہ سیوطی کے الفاظ یہ ہیں:

"وہو محمول علی انہ کان احد الجامعین بامر ابی بکر". ③

یعنی اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سالم حضرت ابو بکر کے حکم سے جمع کرنے والوں میں سے تھے۔

لیکن علامہ سیوطی کی یہ تاویل درست نہیں کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبی کے الفاظ ہیں: استشهد يوم اليمامة ④

۴- مستشرق آر تھر جیفری (Arthur Jeffery) نے ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں؛

① محمد حسین بیگل: الصدیق ابو بکر: ص ۳۰۶، ط ۵، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، ۱۹۶۳ء

② السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۲۰۹/۱

③ مرجع سابق

④ الذہبی: محمد بن احمد بن عثمان: سیر اعلام النبلاء: ۱۲۲/۱، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۵۶ء نیز

ملاحظہ ہو: آلوسی: روح المعانی: ۲۲/۱

”إن اسم ابن عباس [رضی اللہ عنہ] ورد فی قوائم الذین جمعوا القرآن فی

حياة النبي [۱]“ ①

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآن کو جمع کرنے والے بنیادی افراد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔

آرتھر جیفری کی نقل کردہ یہ روایت، مبنی برخطا ہے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، راجح قول کے مطابق، ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر صرف تیرہ برس تھی ②۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اس صغر سنی میں اتنا اہم کام کیونکر سپرد ہو سکتا ہے؟

② ◀ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول ”فقدت آية“ کا معنی:

مذکورہ قول کے مفہوم کے تعین سے قبل اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جمع قرآن کے حوالہ سے روایات میں مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کے کتابی صورت میں مفقود ہونے کا ذکر ملتا ہے:

اول:

سورہ توبہ کی آخری دو آیات ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ... الخ. ③﴾ کے بارے میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فالتمستها فوجدتها مع أبي خزيمة فأثبتها۔ یعنی یہ آیات حضرت ابو خزيمة بن اوس بن زید النجاری الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس

① دیکھئے: Arthur Jeffery: Materials for the history of the Text

of the Quran, p.193.

② ابن حجر: الأصابة في تمييز الصحابة: ۹۰/۴

③ التوبة: ۱۲۸

موجود تھیں۔ جو کہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی ①۔

دوم:

سورہ احزاب کی آیت ۲۳ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا... الخ. ②﴾ کے بارے میں قول ہے کہ فوجدتها عند خزيمة بن ثابت ③۔ یعنی یہ آیات حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھیں۔ ان کا پورا نام ابو عمارۃ خزیمہ بن ثابت بن الفا کہ الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ تھا۔ ۳۷ھ میں وفات پائی ④۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا ⑤۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اُن کے الفاظ ”فقدت آية“ (یعنی میں نے سورہ توبہ کی آخری آیت کو نہ پایا) کو بنیاد بنا کر بعض مستشرقین نے قرآن کے نامکمل اور محرف ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مستشرق جان برٹن (John Burton) حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت رقم کرنے کے بعد لکھتا ہے:

① شہاب الدین عبدالرحمن بن اسمعیل: ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجیز: ص ۵۱، ط ۲، داروقف

الذیانیۃ الترمذی، انقرہ، ۱۳۰۶ھ/۱۹۸۶ء؛ احمد عادل کمال: علوم القرآن: ص ۴۰

② الاحزاب: ۲۳

③ ابو محمد مکی بن ابی طالب (۳۵۵ھ-۲۳۷ھ): الأبانۃ عن معانی القراءات: ص ۲۳، ۲۴، ط ۱،

دارالمامون للتراث، دمشق، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء؛ الزرکشی: البرہان: ۲۳۳/۱

④ ابن حجر: الإصابہ فی تمییز الصحابہ: ۲۲۵/۱

⑤ البخاری: الجامع الصحیح: کتاب المغازی

"all these elements predispose one to an expectation that the edition prepared by Zaid might be incomplete"....."The Qur'an texts which come down to us from `Umar's day are unquestionably incomplete".^①

جان برٹن اور دیگر مستشرقین کا یہ نظریہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر استوار ہے۔ کیونکہ قول زید کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے یہ آیت حالت کتابت میں کسی کے پاس نہ پائی۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ سورہ توبہ کی آیات، حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ اور سورہ احزاب کی آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یاد نہ تھیں۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے کہ قرآن کے تو اتر کی اصل بنیاد تلقی اور مشافہت ہے، اور ظاہر ہے کہ نہ صرف ان دو صحابہ رضی اللہ عنہم، بلکہ ہزاروں حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں یہ آیات محفوظ تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ تحقیق دراصل اس اصول کتابت کے پیش نظر تھی جو انہوں نے جمع قرآن سے قبل طے کیا تھا کہ ہر آیت قرآنی کا صورت حفظ اور صورت کتابت میں ہونا لازمی تھا۔ علامہ ابوشامہ اس کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

”ومعنی قوله: ((فقدت آية كذا فوجدتها مع فلان...)) أنه كان يتطلب نسخ القرآن من غير ما كتب بأمر النبي صلى الله عليه

① ملاحظہ ہو: John Burton: The Collection of the Qur'an:

p.119, Cambridge University Press, New York, London.

وسلم ، فلم يجد كتابه تلك الآية مع ذلك الشخص ، وإلا

فالأية كانت محفوظة عنده وعند غيره“ ①

”حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن لکھنے کیلئے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے نسخے کے علاوہ کتابت کی شرط طے کی تھی۔

اس شرط کے مطابق یہ آیت مصحفِ نبوی کے علاوہ کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ

پائی۔ ورنہ آیت مذکورہ خود حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ لوگوں کو یاد تھی۔“

لیکن یہ آیات حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ مثلاً: حضرت

عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے

پاس بھی محفوظ تھیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے اس کی وضاحت کی ہے:

”إن ابا خزيمه لم ينفرد بها، بل كان معه عمر، وزيد بن ثابت ،

وعثمان، وأبي بن كعب“ ②

در اصل حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حفظ و کتابت کے علاوہ خارجی ذرائع انضباط کا بھی

لحاظ رکھا اور اس وقت تک کوئی سورت یا آیت درجِ مصحف نہ فرمائی جب تک اس کی توثیق

خارجی شہادتوں سے نہ ہو جائے۔ چنانچہ علامہ زرکشی کا یہ کہنا بہت معقول ہے کہ: ”کسان

للإستظهار ولا للإستحداث العلم“ ③۔ یعنی بر بنائے توثیق ایسا کیا گیا نہ یہ کہ ان کو پہلی

دفعہ یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت بھی من جملہ دوسری آیات کی طرح سورہ توبہ کا حصہ ہے۔ جیسا کہ علامہ

ابوشامہ المقدسی نے اس کی وضاحت کی ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آیت مذکورہ کو تلاش کرنا توثیق کی

① ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجيز: ص ۵۱

② ابن حجر: فتح الباری: ۱۱/۹

③ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۳۲۸/۱

غرض سے تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیات پہلے سے ان کے علم میں تھیں:

”فك ان يتبعها من صدور الرجال ليحيط بها علماً ، دليل

ذلك انه كان عالماً بالآيتين اللتين“ ①

محققین کے اقوال کی روشنی میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کیلئے، تمام صحابہ کرام (کے معیارِ حق ہونے کے باوجود ان) کو بعض طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا اور قرآنی نصوص صرف طبقہء اولیٰ کے صحابہ سے ہی اخذ کی جاتی تھیں۔ لہذا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ ان کو حضرت خزیمہ یا ابو خزیمہ کے طبقہ کا کوئی اور صحابی نہ ملا۔ علامہ زرکشی نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

”فأما قوله: ((وجدت آخر برأة..... الخ))؛ یعنی ممن كانوا في

طبقة خزيمه ممن لم يجمع القرآن“ ②

جمہور علماء کے ان اقوال سے جہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت ہوتی ہے وہاں مکی بن ابی طالب (۳۳ھ) کی رائے بھی قولِ صحیح سے بعید نظر آتی ہے کہ ”صحابہ رضی اللہ عنہم سورہ توبہ کی آیات کو بھول گئے تھے“۔ مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں:

”.....ومعنى هذا أن زيدا وغيره كانوا يحفظون الآية لكنهم

أنسوها فوجدوها في حفظ ذلك الرجل ، فتذاكروها“ ③

یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ آیت یاد تھی لیکن وہ اس کو بھول گئے تھے، جب انہوں نے اس کو اس آدمی کے ہاں پایا تو وہ ان کو یاد آگئی۔ اس کے جواب میں

① ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجيز: ص ۵۶

② الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۳۳۲، ۳۳۳

③ مکی بن ابی طالب: الإبانة عن معانی القراءات: ص ۴۶

علامہ زرکشی کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

”لیس..... كذلك غيره من الصحابة ثم نسيها، فلما سمع ذكره..... فقد ثبت أن غيرهم حفظه، وثبت أن القرآن مجموعته محفوظ كله في صدور الرجال أيام حياة النبي، مولفاً على هذا التأليف..... الخ“ ①

یعنی ایسی بات نہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بھول گئے ہوں اور جب سنی ہو تو وہ یاد آگئی ہو، کیونکہ یہ بات متحقق ہے کہ حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی حفاظ موجود تھے اور قرآن، اپنی مکمل شکل میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہو چکا تھا، مزید براں اس کی کتابت بھی ہو چکی تھی۔ ان سب خصوصیات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی آیت کو بھلا دیں؟ الحارث المحاسبی ②، فہم السنن میں لکھتے ہیں:

”بمنزلة أوراق وُجدت في بيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فيها القرآن منشراً،

فجمعها جامع، وربطها بخيط، حتى لا يضيع منها شيء“ ③

یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مصدر وہ صحف تھے جو منتشر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہء

① الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۳۲۸/۱

② ان کا پورا نام الحارث بن اسد ابو عبد اللہ المحاسبی ہے، کئی کتب کے مولف ہیں، مشہور یہ ہے کہ یہ شافعی تھے۔ ۲۴۳ھ میں وفات پائی (ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۱۳۴/۲)۔ علامہ محاسبی کی کتاب فہم السنن عصر حاضر تک نہیں پہنچ سکی، اس بات کا امکان ہے کہ ان کا یہ قول ان کی کتاب فہم القرآن سے ہو جو کہ ”رسالتنا العقل وفہم القرآن“ کے نام سے، حسین القوتلی کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر بیروت سے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکی ہے (الدکتور یوسف عبدالرحمن المرعشی: ہامش البرہان فی علوم القرآن: ۳۳۲/۱)

③ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۳۳۲/۱؛ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱۶۸/۱

مبارک میں موجود تھے، جس کو جمع کیا گیا اور ایک دھاگے کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا۔

لہذا یہ بات واضح ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول ”فقدت الآية“ کا ہرگز وہ معنی نہیں جو مستشرقین نے مراد لیا ہے بلکہ اس سے مقصود مزید اطمینان کا حصول تھا تاکہ قرآن مقدس کو غیر قرآن سے محفوظ رکھا جاسکے۔

③ ◀ جمع صدیقی رضی اللہ عنہ کا دستور اور اس کی شرائط:

جمع صدیقی کے متعلق مروی روایات اور اس کے جملہ پہلوؤں پر غور و خوض کے بعد، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن میں ملحوظ رکھا گیا دستور اور اس کی شرائط حسب ذیل تھیں:

❖..... تلقی از رسول اللہ:

جمع صدیقی کی اولین شرط یہ تھی کہ قرآن کا پیش کردہ جزء، براہ راست، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا گیا ہو۔

”کان کل من تلقی من رسول اللہ شیئا من القرآن یأتی بہ“ ①

❖..... موافقت عرضہ اخیرہ:

کسی بھی قرآنی آیت کے اندراج کیلئے اس کا عرضہ اخیرہ کے موافق و مطابق ہونا ضروری تھا۔ جیسا کہ علامہ قسطلانی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے:

”وما ثبت أنه عرض علی النبی، صلی اللہ علیہ وسلم، عام وفاته، دون ما کان

مأذونا فیہ قبلها“ ②

① ابن قیم الجوزیہ: ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن ایوب الدمشقی: (م ۷۵۱ھ): تاریخ عمر بن الخطاب: ص ۱۲۹،

ط ۱، المکتبۃ الحسینیۃ، مصر، ۱۹۲۸

② القسطلانی: لطائف الاشارات: ص ۴۶

❖..... صحفِ نبویہ کی موافقت:

رسول اللہ کے ارقام شدہ صحیفوں میں اس آیت کا مندرج پایا جانا لازمی قرار دیا گیا، حضرت زید بن ثابت کے قول ”فتتبع القرآن من العسف واللحاف“ کا یہی مطلب ہے، کہ جمع صدیقی کا اولین کتابی مصدر، صحفِ نبویہ تھے۔

❖..... مطابقت حرف از احرفِ سبعة:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ مصحف، سبعة احرف کو شامل تھا۔ جیسا کہ ابن قیم کے درج ذیل قول سے واضح ہے:

”ومعلوم أن ذلك كان بكل الأحرف السبعة التي نزل بها

القرآن“ ①

❖..... وجوہ نزول سے ثبوت:

جمع قرآن کیلئے یہ شرط بھی موجود تھی کہ پیش شدہ قرآنی جزء، اُن وجوہ نزول کے بھی موافق ہو جن میں قرآن نازل ہوا تھا۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”وما ثبت أنه من الوجوه التي نزل بها القرآن“ ②

❖..... حفظِ صدور:

کتابت کے ساتھ ساتھ حفاظ کی تائید، جمع قرآن کا، سب سے بڑا مصدر رہی۔ حضرت زید بن ثابت کے الفاظ ہیں کہ ”فتتبع القرآن أجمعه من..... و صدور الرجال“۔ یعنی میں نے جمع قرآن کیلئے حفاظ کے سینوں سے تائید حاصل کی۔

① ابن قیم: تاریخ عمر بن الخطاب: ص ۱۲۹

② السيوطي: الاتقان في علوم القرآن: ۵۸/۱

❖..... رسول اللہ کی مقرر کردہ ترتیب آیات و سُوَر کی مطابقت:

دو صدیقی میں کتابت قرآن کیلئے وہی ترتیب اور طریقہ کار ملحوظ رکھا گیا جس کو مسلمانوں نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ جیسا کہ ابن حجر کے الفاظ ہیں:

”و كانت كتابة الآيات و السور على الترتيب و الضبط اللذين

تلقاهما المسلمون عن رسول الله، صلى الله عليه وسلم“ . ①

❖..... دو عادل گواہوں کی گواہی:

کسی بھی قرآنی آیت یا جزء کو قبول کرنے سے پہلے، حامل کے علاوہ، دو مزید عادل گواہوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی۔ تاکہ خبر آحاد کے ذریعہ سے کوئی جزء داخل قرآن نہ ہو سکے۔ کیونکہ بعض صحابہ اپنے صحف میں رسول اللہ ﷺ کی وضاحتیں یا کسی فرمانِ الہی کی تفسیر رقم فرمالتے تھے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے ایک واقعہ اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے:

”((حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى))..... من أن حفصة

أم المؤمنين و ابنة عمر بن الخطاب __ كما اسلفنا __ قالت: إذا

انتهيتهم إلى هذه الآية فأخبروني، فلما بلغوا إليها، قالت: اكتبوا

((و الصلاة الوسطى وهي صلاة العصر))، فقال لها عمر أبوها: ألك

بينة بهذا؟ قالت: لا، قال: فوالله لا ندخل في القرآن ما تشهد به

امرأة بلا إقامة بينة“ . ②

یعنی جب کاتبین سورۃ البقرہ کی آیت ((حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ)) کی

کتابت کرنے لگے تو ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کاتبین سے کہا کہ: تم جب

① ابن حجر: فتح الباری: ۱۲/۹

② السیوطی: الدر المنثور:

اس آیت کی کتابت کرنے لگو تو مجھے آگاہ کرنا، چنانچہ جب وہ اس آیت پر پہنچے تو حضرت حفصہؓ نے اس کو (والصلاة الوسطیٰ وہی صلاة العصر) لکھنے کیلئے کہا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ نہیں! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ: بخدا، ہم کسی عورت کے قول کو قرآن میں داخل نہیں کر سکتے جبکہ وہ بلا دلیل بھی ہو۔ چنانچہ صحابہ کے تمام اقوال تفسیر یہ کو قرآن میں داخل نہ کرنے کا حکم دیا گیا اور خالص متواتر نص قرآنی پر مشتمل مصحف تیار کیا گیا۔

”شہیدین“ کے مطلب کو واضح کرتے ہوئے، د۔ لیب السعید رقمطراز ہیں:

”وکان لا یقبل من أحد شیء حتی یشہد شہیدان، ای أنه لم یکن یکتفی بمجرد وجدان الشیء مکتوبا حتی یشہد به من

تلقاه سماعاً“ ①

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

”وکان المراد بالشاہدین الحفظ والکتابة“ ②

امام سخاوی کے نزدیک

”المراد أنهما یشہدان علی أن ذلک المکتوب کتب بین یدی رسول اللہ ﷺ، أو أنهما یشہدان علی أن ذلک من الوجوه نزل بها القرآن“ ③

جبکہ امام سیوطیؒ کے نزدیک شاہدین کی گواہی اس بات پر تھی کہ قرآن کا یہ جزء،

① د۔ لیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۸

② ابن حجر: فتح الباری: ۱۱/۹

③ د۔ لیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۸

رسول اللہ کے عام الوفاة میں آپ پر پیش کیا گیا۔

”المراد أنهما يشهدان علي أن ذلك مما عرض علي النبي صلی اللہ علیہ وسلم،

عام وفاته“ ①

چنانچہ جمع قرآن کے حوالہ سے نہ صرف مطلق حفظ و کتابت پر اعتماد کیا گیا بلکہ کسی قرآنی آیت کے دعویدار سے دو عادل گواہوں کی شہادت بھی طلب کی گئی اور یہ شہادت مسجد میں لی جاتی، بالفاظ دیگر مسجد نبوی میں حلف برداری کے بعد کسی آیت کے اندراج کا فیصلہ ہوتا۔ جیسا کہ ابن ابی داؤد کی روایت ہے؛

”عن هشام بن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء

فقال لعمر بن الخطاب ولزيد بن ثابت، أقعدا علي باب

المسجد، فمن جاء كما بشاهدين علي شيء من كتاب الله

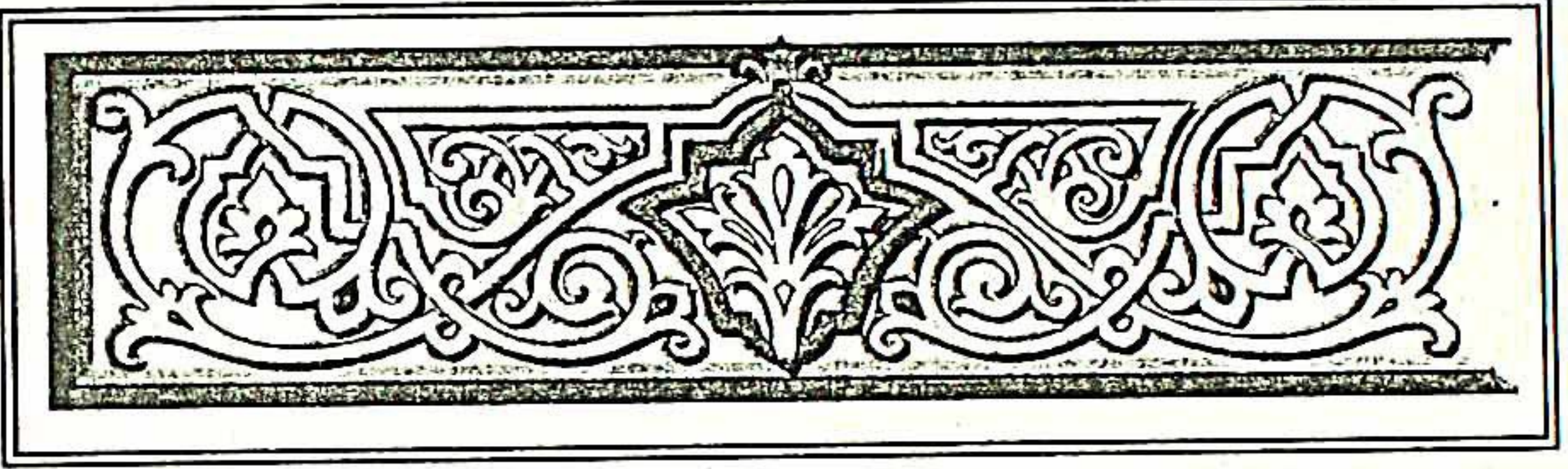
فاكتبا“ ②

یہ تمام شرائط بر بنائے احتیاط تھیں تاکہ التباس اور اخبارِ آحاد سے اجتناب ہو سکے۔ جب کتابتِ صحف کیلئے اتنی کڑی شرائط ہوں تو نعوذ باللہ اس کے نامکمل یا محرف ہونے کا دعویٰ کرنا کیونکر ممکن ہے؟

① السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۲۱۰/۱

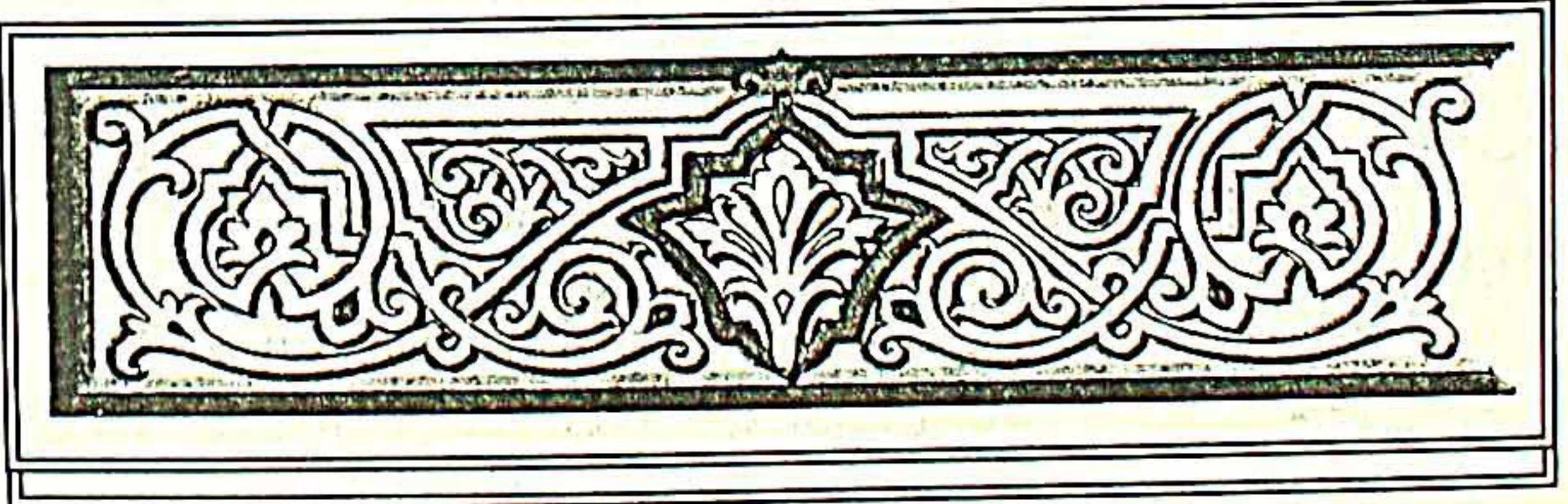
② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۲

[Faint, illegible handwritten text in Urdu script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]



فصل سوم

خلافت عثمانؓ میں جمع و کتابت قرآن



قرآن کریم کی حفاظت اور صیانت کے تیسرے مرحلے کا آغاز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اُن مساعی سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں انجام دیں۔ قرآن حکیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا یہ کرشمہ و فیض خاص طور پر غور طلب ہے کہ یہاں تاریخ و تشریح کی مصلحتیں ساتھ ساتھ کار فرما ہیں اور ان میں نظم و نسق کا ایسا نظام پایا جاتا ہے جس سے قرآن حکیم محفوظ سے محفوظ تر ہو جاتا ہے۔

یعنی پہلے تو قرآن سینہء جبریل سے قلبِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں منتقل ہوا، پھر تیس سال کے طویل عرصہ میں تعلیم و تدریس اور تبلیغ و افتاء کے تقاضوں نے اُسے پوری طرح اسلامی معاشرے میں رواج دیا۔ چنانچہ نورِ نبوت سے اپنے سینے روشن کرنیوالوں نے قرآنی کرونوں سے اسے مزید منور بنایا، پھر عہدِ صدیقی میں، کتابت کی حد تک: ہڈیوں، پتھروں، چمڑے کے ٹکڑوں پر مرقوم نص قرآنی کا انتقال جلدِ واحد کی طرف ہوا۔

لیکن دورِ عثمانی میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر امتِ مسلمہ کو منقول و متواتر قرآن پر جمع کیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام اپنے رموز و فوائد اور دیر پا اثرات کے لحاظ سے بے نظیر و مثال تھا۔ کیونکہ مصاحفِ عثمانیہ سے قبل لکھے جانے والے مصاحف میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوالِ تفسیریہ اور شاذ قراءات شامل تھیں جن کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرضہء اخیرہ سے قبل مرحمت فرمائی رکھی تھی۔

ہم اپنی اس بحث کو ان اسباب و محرکات کے تذکرہ سے شروع کریں گے جن کی بناء پر خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں از سر نو جمع القرآن کی ضرورت درپیش تھی، اس کے بعد ہم اس جمع کے طریقہ کار اور اس کے دستور و شرائط کا ذکر کریں گے۔

اسباب و محرکات:

(دور صدیقی میں حفظِ صدور کے ساتھ ساتھ ایک ایسا نسخہ بھی تیار ہو گیا جو دار الخلافہ، مدینہ منورہ، میں موجود رہتا اور بیرونی مسلمانوں کیلئے 'امام' اور معیار کی حیثیت پہچانا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحاتِ اسلامی کا دائرہ ہر جانب وسیع تر ہوتا گیا تو نو مسلموں میں عجمی لوگوں کی کثیر تعداد شامل ہوئی، جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن پڑھنا اور سیکھنا شروع کیا۔ ہر صحابی، اپنے حلقہ درس میں، قرآن مجید کو انہی قراءات کے ساتھ پڑھاتا جو اُس نے براہِ راست نبی کریم سے سن رکھی تھیں۔ تابعین کے طبقہ نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے براہِ راست قراءات اور اسکی مختلف وجوہ سیکھیں۔ جس کی بنیاد پر، قراءات کے اولیٰ اور غیر اولیٰ ہونے کے دعوے منظرِ عام پر آنے لگے۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت ① میں یہ صورتِ حال شدید سے شدید تر ہوتی گئی، میدانِ جنگ کے ساتھ ساتھ میدانِ تعلیم بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا اور کلماتِ قرآنیہ کا اندازِ قراءتہ شدید نزاع میں بدلتا ہوا دکھائی دیا۔ ایسی صورتِ حال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فکر مند ہونا ایک فطری عمل تھا۔

شہرِ کوفہ میں، جلیل القدر صحابی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معلم و فقیہ کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متعلمین کو مختلف لہجات میں قرآن پڑھایا کرتے تھے، جو عرضہٴ اخیرہ سے قبل مشروع تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا کہ قرآن صرف لغتِ قریش ہی میں عام کیا جائے ورنہ اختلاف کے شدید ہونے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ ابن حجر نے اس کو نقل کیا ہے:

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ماہِ محرم ۲۳ ہجری سے ذوالحجہ ۳۵ ہجری تک ہے (تاریخ القرآن

”..... أن عمر أنكر على ابن مسعود قراءة ته (عتى حين) ، أى (حتى

حين) و كتب اليه: ان القرآن لم ينزل بلغة هذيل ، فأقرىء الناس

بلغة قريش ، ولا تقرئهم بلغة هذيل ، و كان ذلك قبل أن يجمع

عثمان الناس على قراءة واحدة“ ①

اسی اختلاف کو ابن ابی داؤد نے بھی بیان کیا ہے:

”..... أن ناساً كانوا بالعراق ، يسأل أحدهم عن الآية. فإذا قرأها ، قال: إني

أكفر بهذه، ففشا ذلك في الناس ، واختلفوا في القرآن“ ②

یعنی اہل عراق جب ایک دوسرے سے کسی آیت کے بارے میں سوال کرتے تو وہ (ان کو کسی

اور وجہ پر) پڑھ کر سناتا، تو (سننے والا) کہتا کہ میں اس (اندازِ قراءتہ میں پڑھنے والے کو کافر کہتا

ہوں کیونکہ اس وقت کے مصحف میں ایسا رسم موجود نہیں تھا جس میں مختلف قراءات سما

سکیں ③۔ یہ صورت الحال لوگوں میں عام ہوتی چلی گئی اور وہ قرآن میں اختلاف کرنے لگے۔

اس اختلاف کے ساتھ ساتھ قرآن کی مختلف قراءات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب

کر دیا گیا تھا۔ ابن ابی داؤد نے ایسی کئی روایات نقل کی ہیں، ابو الشعثاء کی روایت ہے:

” كنت جالسا عند حذيفة وأبي موسى وعبدالله بن مسعود، فقال

حذيفة: أهل البصرة يقرأون قراءة أبي موسى ، وأهل الكوفة يقرأون

قراءة عبد الله ، أما والله أن لو قد أتيت أمير المؤمنين لقد أمرته بغرق

هذه المصاحف“ ④

اس کے علاوہ ، یہ اختلاف ان مکاتیب اور مدارس میں داخل ہو گیا جہاں پر

② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۳۰

① ابن حجر: فتح الباری: ۲۰۲/۱

③ د۔ سید احمد خلیل: دراسات فی القرآن: ص ۹۳

④ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۲۸

چھوٹے بچے قرآن سیکھتے تھے ①۔ لہذا ان اسباب و محرکات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فکر مند ہونے پر مجبور کیا کہ وہ لوگوں کو، تمام قراءات متواترہ کے جامع رسم اور ہجاء کے لحاظ سے مکمل، مصحف واحد پر جمع کر دیں۔ لیکن حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ (م ۳۷ھ) کے ہمشاہدے اور اس اختلاف کی نشان دہی پر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فکر میں مزید اضافہ ہوا اور انہوں نے جمع قرآن کا حکم ارشاد فرمایا ②۔ اسی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے علاوہ، دو اضافی خصوصیات ذکر کی گئیں:

”عن عبد الرحمن بن مہدی یقول: خصلتان لعثمان بن عفان، لیست لابی بکر ولا لعمر: صبرہ نفسہ حتی قتل مظلوماً، وجمعه الناس علی المصحف“ ③

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو، ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (م ۹۳ھ) کی سند سے، امام ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب فضائل القرآن ④، امام بخاری نے الجامع الصحیح ⑤، ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف ⑥، ابن ندیم نے الفہرست ⑦، علامہ دانی نے المقنع ⑧، امام سیوطی

① طبری: الجامع لاحکام القرآن: ۶۱/۱؛ المصاحف: ص ۲۸؛ الدانی: المقنع: ص ۷۔

② علامہ ابن حجر کی تصریح کے مطابق یہ جمع ۲۵ ہجری میں ہوا (فتح الباری: ۹/۱۷۷) ۳۰ ہجری کے متعلق اقوال کو علامہ سیوطی نے غیر مستند قرار دیا ہے (الاتقان فی علوم القرآن: ۲۱۲/۱)

③ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۹۱۔ سید احمد خلیل: دراسات فی القرآن: ص ۹۷

④ فضائل القرآن و معالہ وادبہ:

⑤ الجامع الصحیح: کتاب فضائل القرآن: باب جمع القرآن: حدیث نمبر ۴۹۸۷

⑥ کتاب المصاحف: ص ۲۶

⑦ ابن ندیم: الفہرست: ص ۲۴

⑧ المقنع: ص ۱۳

نے الاتقان فی علوم القرآن ① میں جبکہ ان کے علاوہ اکثر مفسرین نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

” حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فتح آرمینہ ② اور آذربجان ③ کے محاذات پر تھے کہ انہوں نے اہل شام اور اہل عراق کے مابین، قراءۃ کے اختلاف کو دیکھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور عرض کی۔ اے امیر المؤمنین! امت کو بچالیجئے اس سے پہلے کہ وہ کتاب اللہ میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگ جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنا مصحف ارسال فرمائیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مصحف بھیجا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مصاحف لکھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مؤخر الذکر تینوں حضرات قریش سے کہا جب کسی لفظ کی کتابت پر تمہارے اور زید رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف ہو تو اس کو لغت قریش پر لکھو، کیونکہ قرآن ان کی لغت پر نازل ہوا ہے۔ جب مصاحف تیار ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مصحف واپس کرنے کے بعد تیار شدہ مصاحف تمام بڑے شہروں کی طرف روانہ فرمادیے اور ساتھ ہی یہ حکم نامہ بھیجا ان مصاحف کے علاوہ ہر صحیفہ تلف کر دیا جائے۔“

① الاتقان: ۱۶۹/۱

② ارمینہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے دوران سن ۲۲ ہجری میں فتح ہوا (معجم البلدان: ۲۰۳/۱)

③ آذربجان بلاد عراق میں موجود معروف پہاڑ کی طرف منسوب ایک علاقہ ہے، اس کی مغربی سرحد ارمینہ کے ساتھ ملتی ہے۔ (معجم البلدان: ۱۵۹/۱)

عہد عثمانی میں قرآن کی کتابت اور رسم کی تعیین کے حوالے سے چند اہم مسائل کی تحقیق پیش خدمت ہے:

◀۱ قراءات کا بنیادی اختلاف اور اس کی صورتیں:

رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم، تبلیغ اسلام کیلئے مختلف علاقوں کی طرف تشریف لے گئے اور کتاب اللہ کی تعلیم اسی طریق پر دینا شروع کی جس طرح رسول اللہ ﷺ سے سماع فرمایا تھا۔ اہل دمشق میں حضرت مقداد ابن الاسود رضی اللہ عنہ، اہل کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اہل بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جبکہ اہل شام میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءات متداول تھیں ①۔ دور خلافت میں، مدینہ کے علاوہ، مذکورہ شہر اسلام کے مرکز تھے۔ تابعین کی ایک بڑی تعداد نے ان قراءات کو براہ راست صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا، لیکن دوران تلتی، قراء کے درمیان معمولی اختلاف واقع ہوا جس کی مندرجہ ذیل اقسام تھیں:

مثالیں

اقسام اختلاف

۱۔ ازروئے سماع، الفاظ کا اختلاف ((جذوة ③)) میں حرف جیم کی مختلف حرکات ④

”إما بالفاظ مختلفة في

السمع لا في المعنى“ ②

۲۔ ازروئے سماع، معنی کا اختلاف ((يُسَيِّرُكُمْ)) و ((يَنْشُرُكُمْ ⑤))۔ ⑥

① احمد عادل: علوم القرآن: ص ۴۳

② د۔ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۴۴

③ القصص: ۲۹

④ ابن الجزری: النشر فی القراءات العشر: ۳۴۱/۲

⑤ یونس: ۲۲

⑥ النشر فی القراءات العشر: ۲۸/۲

۳۔ الفاظ کی زیادتی و کمی کا اختلاف

((وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى)) ①،

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو

الدرداء رضی اللہ عنہ اس آیت سے خَلَقَ کا لفظ ساقط

کرتے تھے۔ ②

((فَيَقْتُلُونَ)) و ((يُقْتَلُونَ)) ③۔

((طَلَحَ مَنضُودًا)) ④ و ((طلع

منضود))

((يُسَيِّرُكُمْ)) و ((يَنْشُرُكُمْ)) ⑤

۴۔ اختلاف حرکات

۵۔ تبدیلی حروف کا اختلاف

۶۔ خط کا اختلاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین ایسا کوئی اختلاف موجود نہیں تھا

کہ وہ ایک دوسری کی تکمیل و تکفیر کرتے۔ بلکہ یہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم سے سیکھنے والے لوگوں میں

پھیلا ⑥۔ لیکن یہ اختلاف اتنا سنگین نہیں تھا کہ اس کو تحریف کا نام دے دیا جائے بلکہ کلمات

قرآنیہ کی ادائیگی کے طریقہ کار میں تھا۔ چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے د۔ سید احمد

خلیل لکھتے ہیں:

”والإختلاف الذى حدث فى عهد عثمان لم يكن إلا اختلافاً

فى طريقة الأداء“ ⑦

① اللیل: ۳

② القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۸۱/۲۰

③ التوبة: ۱۱۱

⑤ یونس: ۲۲

④ الواقعة: ۲۹

⑥ مکی بن ابی طالب: الابانۃ عن معانی القراءات: ص ۳۶ و ۳۷

⑦ دراسات فی القرآن: ص ۹۲

◀ ۲ اہل شام اور اہل عراق کے مابین اختلاف اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ردِ عمل:

۲۵ ہجری، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دوسرا سال تھا۔ اسی سال ارمینیہ فتح

ہو ① جس میں شام اور عراق کے مسلمان لڑائی میں شریک تھے جبکہ حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ ② ان کی امارت فرما رہے تھے۔ ابن حجر، اہل عراق اور اہل شام کے مابین اختلاف کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”وتنازع أهل الشام وأهل العراق في القرآن: أهل الشام

يقرأون بقراءة أبي بن كعب، فيأتون بما لم يسمع أهل العراق،

وإذا أهل العراق يقرأون بقراءة عبد الله بن مسعود، فيأتون بما

لم يسمع أهل الشام، فيكفر بعضهم بعضاً“ ③

یعنی اہل شام اور اہل عراق نے قرآن کے بارے میں اختلاف کیا، اہل شام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے تھے، جس سے اہل عراق واقف نہ تھے۔ جبکہ اہل عراق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے تھے جس سے اہل شام واقف نہ تھے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں، لوگوں کے درمیان اختلاف کس آیت پر

ہوا؟ اس کے بارے میں ابن ابی داؤد درقمطراز ہیں:

① واضح رہے کہ ارمینیہ کی لڑائی دو مرتبہ ہوئی ہے: پہلی مرتبہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دوران سن اٹھارہ ہجری

جبکہ دوسری دفعہ دور عثمانی رضی اللہ عنہ میں ۲۵ ہجری کو۔ جبکہ امام طبری نے یہ واقعہ سن ۳۱ھ کا لکھا

ہے۔ (الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۵۲)

② جلیل القدر صحابی ہیں، غزوہ احد میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے، رسول اللہ کے ہمراز تھے، سن

۳۷ ہجری میں وفات ہوئی (مزید تفصیلات کیلئے: ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابة: ۳۳۲ و ۳۳۳)

③ ابن حجر: فتح الباری: ۱۴۹

”واختلفا في آية من سورة البقرة، قرأ هذه ﴿وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

لِلْبَيْتِ﴾ وقرأ هذا ﴿وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ①﴾“ ②

یعنی اہل عراق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھا جبکہ اہل شام نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھا۔ جس کے نتیجے میں یہ اختلاف پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراز حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے، فتنہ کے ڈر سے، اختلاف مذکور کو غیر مناسب خیال کرتے ہوئے غصہ کا اظہار فرمایا، کیونکہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ سے آگاہ کر دیا ہو۔ اس کے بارے میں علامہ کر دی لکھتے ہیں:

”..... إنه لا يبعد أن يكون النبي صلی اللہ علیہ وسلم، قد أسرّ إلى حذيفة بدعوة

عثمان إلى جمع القرآن على حرف واحد إذا رأى اختلاف

الناس في قراءته، فكنتم حذيفة هذا الأمر حتى جاء وقته“ ③

چنانچہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے اختلاف کی اس نوعیت کو دیکھ کر پریشان ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسی طرح تم سے پہلے لوگوں نے اپنی کتب میں تحریف کی تھی، بخدا میں امیر المؤمنین کو اس کی اطلاع دوں گا“ ④

جمع عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں ہے کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت

① البقرة: ۱۹۶

② القرطبي: الجامع لاحكام القرآن: ۳۶۹/۲؛ مجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۴۶؛ کتاب المصاحف: ص ۱۸

③ تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحكمه: ص ۴۷

④ د۔ محمد سعید رمضان البوطی: من روائع القرآن: ص ۴۴؛ قاری طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ

دوم: ص ۱۰۷؛ ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجیز: ص ۵۴؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۸

عثمان رضی اللہ عنہ کو اس اختلاف سے مطلع کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے کہ اے امیر المؤمنین! اس امت کو بچا لیجئے، اس سے پہلے کہ یہ بھی اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح تحریف و تصحیف کرنے لگیں:

”فقال له: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا

في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى“ ①

حافظ ابن کثیر، حضرت حدیفہ کے اس قول کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

”وذلك أن اليهود والنصارى مختلفون فيما بأيديهم من الكتب:

فاليهود بأيديهم نسخة من التوراة. والسامرة يخالفونهم في ألفاظ

كثيرة ومعان أيضا. وليس في التوراة السامرة حروف الهمزة، ولا

حرف الهاء، ولا الياء. والنصارى أيضا بأيديهم توراة يسمونها

(العتيقة)، وهي مخالفة لنسخة اليهود والسامرة. وأما الانجيل

التي بأيدي النصارى فأربعة: إنجيل مرقس، وإنجيل لوقا، وإنجيل

متى، وإنجيل يوحنا. وهي مختلف أيضا اختلافاً كثيراً“ ②

یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا۔ یہود کے پاس تورات تھی

جبکہ سامری لوگ اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی میں بھی اختلاف کرنے لگے، نتیجتاً

سامری توراہ میں، ہمزہ، ہاء اور یاء کے حروف نکال دیے گئے۔ جبکہ بعض عیسائیوں کے پاس

تورات تھی جس کا نام ’عتیقہ‘ رکھا گیا تھا۔ اور جن عیسائیوں کے پاس انجیل تھی تو انہوں نے

بھی اس کو چار اقسام میں تقسیم کر رکھا تھا جن کے نام انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل متی اور

① کتاب المصاحف: ص ۲۷؛ احمد عادل: علوم القرآن: ص ۴۴

② فضائل القرآن: ص ۱۹

انجیل یوحنا، اور ان میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا تھا۔

چنانچہ کتاب اللہ کو تصحیف سے بچانے کی خاطر صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو ایسے انداز میں جمع کیا جس میں تمام قراءات متواترہ شامل ہوں اور وہ اقوال تفسیریہ و شاذہ سے پاک ہو، تاکہ امت میں اٹھنے والے نزاع کا بروقت تدارک ممکن ہو سکے۔

◀3 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو اہل امصار کے اختلاف کی خبر دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شک یقین میں بدل گیا ① جس کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پچاس ہزار کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی ② جس کی عکاسی علامہ ابن حجر نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

”واستشار عثمان الصحابة، قال: ما تقولون في هذه القراءة، فقد بلغني

أن بعضهم يقول إن قراءة تي خير من قراءة تك، وهذا يكاد أن يكون

كفراً؟ قال الصحابة: فما ترى؟ قال: أرى أن نجمع الناس على مصحف

واحد، فلا تكون فرقة ولا اختلاف. قال الصحابة: فنعم ما رأيت! ③

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنی قراءت کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ کا خیال ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں ہمیں لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دینا چاہئے تاکہ کسی قسم کا تفرقہ اور اختلاف باقی نہ رہے۔

① د۔ لیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۷۷

② قاری طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۰۷

③ فتح الباری: ۹/۱۵۷: ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۳۰

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو مستحسن قرار دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس جلیل القدر فیصلہ سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اپنے مثبت خیالات کا اظہار بھی فرمایا۔ علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

”وذلك كلبه بمشورة الصحابة من حضره من الصحابة وارتضاه

علی بن ابی طالب، وحمد أثره فيه“ ①

یعنی یہ تمام کام صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ان کے مشورہ سے انجام پایا۔ اس پر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی راضی تھے اور اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت بھی صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے:

”وقال علی: لو وُلّیت مثل الذی ولی، لصنعت مثل الذی صنع،

وفی روایة: یرحم الله عثمان، لو كنت أنا لصنعت فی

المصاحف ما صنع عثمان“ ②

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح یہ کام میرے ذمہ ہوتا تو میں بھی اسے انہی کی طرح انجام دیتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! اگر میں ہوتا تو میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح یہ فعل انجام دیتا۔ ابن ابی داؤد کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”..... أن سويد بن غفلة الجعفي قال : سمعت علی بن ابی طالب

يقول : یا ایها الناس لا تغلوا فی عثمان ، ولا تقولوا له إلا خیراً“ ③

① البرهان فی علوم القرآن: ۳۲۹/۱

② ابوشامہ: المرشد الوجیز: ص ۵۴؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۳۰؛ ابن حجر: فتح الباری: ۱۵/۹

③ کتاب المصاحف: ص ۳۰

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت اور ان کی تائید کے ساتھ مصاحف تیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آغاز میں اختلاف کیا لیکن وہ بھی بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ اس کی تفصیلی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ۔

4 کتابت مصاحف کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ کمیٹی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت اور اجماع صحابہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت مصاحف کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی، جس کی سربراہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ① کے سپرد ہوئی جبکہ باقی ارکان میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ②، حضرت سعید ابن

① آپ کا پورا نام حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری الخزرجی ہے۔ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت مسائل وراثت کو زیادہ جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے قبل ہی آپ رضی اللہ عنہ کو سترہ قرآنی سورتیں زبانی یاد تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سریانی رسم الخط پر بھی عبور حاصل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تین دفعہ اپنی غیر موجودگی میں خلیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حج پر روانہ ہوئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا۔ جنگ یمامہ میں شرکت کی اور آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے آپ رضی اللہ عنہ زخمی نہیں ہوئے۔ سن ۴۵ھ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے: "اليوم مات حبر هذه الأمة" (ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ۲/۳۴۳)

② حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن العوام حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ ہجرت کے پہلے یا دوسرے سال پیدا ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے بعد پیدا ہونے والے پہلے مہاجر مسلمان بچے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فصیح العرب کے لقب سے مشہور تھے۔ سن ۴۳ھ میں عبد الملک کے عہد حکومت میں شہید کیے گئے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۲۵۷)

العاص رضی اللہ عنہ ① اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ ② شامل تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن الجزری نے اس کی وضاحت کی ہے:

”وأمر عثمان زيد بن ثابت، وعبد الله بن الزبير، وسعيد بن العاص، وعبد

الرحمن ابن الحارث بن هشام. فسخوا هذه الصحف في المصاحف.“ ③

بعض روایات میں مزید پانچ ارکان کے نام بھی ملتے ہیں کہ ضرورت کے پیش

نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید پانچ ارکان ملا دیے۔

”..... بحسب الحاجة إلى عدد المصاحف التي ترسل إلى

الآفاق، فاضافوا إلى زيد جماعة، منهم: مالك بن ابي عامر،

كثير بن افلح، و ابي ابن كعب ④، وانس بن مالك،

① حضرت سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار سخاوت اور فصاحت میں مشہور اشراف قریش میں ہوتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کا لہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہ تھا، طبرستان کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی امارت میں لشکر روانہ فرمایا اور طبرستان کو فتح فرمایا۔ سن ۵۹ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں وفات پائی۔ (الاستیعاب: ۲۱۱)

② حضرت عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام بن المغیرة المخزومی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے ہوا۔ شباب قریش میں سے آپ بھی کتابت مصاحف کیلئے منتخب ہوئے۔ ابن سعد کے مطابق آپ بھی اشراف قریش میں سے تھے۔ ابن حبان کے مطابق آپ کا انتقال ۴۳ھ میں ہوا (الاصابة: ۱/۱۳۶)

③ النشر فی القراءات العشر: ۱/۷؛ ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۵؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۲۶

④ جمع عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی شرکت پر بھی اختلاف ہے علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

”والظاهر وفاة أبي في زمن عمر، حتى أن الهيثم بن عدي وغيره ذكر موته سنة تسع

عشر“ (سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۸۷)، ابن قتیبہ لکھتے ہیں: ”ويروى أن عمر قال يوم موته: اليوم

مات سيد المسلمين“ (ابن قتیبہ: المعارف: ص ۱۱۳)

و عبد اللہ بن عباس“ ①

یعنی مضافات میں بھیجے جانے والے مصاحف کی تعداد کے پیش نظر انہوں نے حضرت زید کی کمیٹی میں چند افراد مالک بن ابی عامر، کثیر بن افرح، ابی بن کعب، انس بن مالک اور عبد اللہ بن عباس کو بھی شامل کیا۔

جبکہ بعض روایات میں مزید تین صحابہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے اسماء کا بھی ذکر ہے۔

”أن هذه اللجنة ضمت أيضاً عبد الله بن عمر بن الخطاب،

و عبد الله بن عمرو بن العاص، و أبان بن سعيد“ ②

چنانچہ روایات بالا کی روشنی میں اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد بارہ ہو جاتی ہے۔ غالباً اسی لیے بعض علماء نے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے جس میں ان ارکان کی تعداد بارہ تک پہنچ جاتی ہے:

”و عن محمد بن سيرين: أن جمع اثني عشر رجلا من قریش

والأنصار... الخ“ ④

① ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۵۱۶

② حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے اس جمع میں شریک ہونے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ علامہ ابو شامہ المقدسی کے نزدیک آپ کی وفات سن ۱۳ھ میں ہوئی: ”وقد ذكر في بعض الروايات أن الذي نصبه عثمان لإملاء المصحف، والسيرة تشهد بأن ذلك غلط، لأن أهلها قد رووا أن أبان بن سعيد متقدم الموت، وأنه قد هلك قبل جمع عثمان المصحف بزمان طويل، وأنه قتل بالشام في وقعة اجنادين في سنة ثلاث عشر“ (المرشد الوجيز: ص ۶۶)

③ عبد الصبور شاہین: تاریخ القرآن: ص ۱۱۵؛ در لیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۸ و ۳۹

④ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۳/۵۰۲؛ ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۶۱۵؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۳۳

۴۵ کتابتِ مصاحف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج اور دستور:

جمع عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی روایات و آثار کی روشنی میں، مصاحف کی تیاری اور ان کی کتابت کیلئے ملحوظ رکھے گئے دستور اور شرائط کا بیان حسب ذیل ہے:

❖.....!..... جمع سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتماد:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عہدِ صدیقی میں، مصحفِ واحد کی صورت میں، جمع کیے گئے نسخہ پر اعتماد رکھتے ہوئے اسی کو اپنا مصدر بنایا جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیرِ تصرف رہا اور ان کی شہادت کے بعد ان کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زیرِ نگرانی رہا۔ مروان بن حکم نے اپنے دورِ حکومت میں اس کو جلا دیا۔

”.....عن ابن شہاب..... و كانت تلک الکتب عند ابی بکر

حتى توفي، ثم عند عمر حتى توفي، ثم كانت عند حفصة زوج

النبي صلی اللہ علیہ وسلم، فأرسل إليها عثمان..... فبعث بها إليه فنسخها

عثمان في هذه المصاحف ثم ردّها إليها فلم تزل عندها حتى

أرسل مروان فأخذها فحرقها“ ①

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پڑے ہوئے

مصحفِ صدیقی کو منگوا کر اس کے مطابق مصاحف میں قراءاتِ متواترہ کی شمولیت کا امر کان

پیدا کرتے ہوئے ان کو لغتِ قریش پر لکھوایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس امر کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۶

”.....الأعماد على عمل اللجنة الأولى التي تولت الجمع على

عهد ابى بكر، أى على رُبعة حفصة التي أشرنا إليها“ . ①

❖.....۲.....کتاب مصاحف پر مشتمل جماعت کی ذاتی سربراہی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ترتیب دی گئی جماعت کی خود نگرانی فرمائی اور کسی بھی اختلافی قضیہ کا فیصلہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، مثلاً: لفظ تابوت میں ہونے والے اختلاف کا فیصلہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

”.....أن يتعاهد اللجنة خليفة المسلمين نفسه“ . ②

❖.....۳.....براہ راست سماع من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرط:

مصاحف میں قراءات کی شمولیت کیلئے اس کا براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع اور عرضہ اخیرہ میں اس کی اجازت کے ثبوت کا ہو ③۔ اس دوران اگر کسی کلمہ میں اختلاف ہوتا تو کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جاتا جس نے وہی کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قراءۃ کے ساتھ سنا ہوتا۔ جیسا کہ علامہ دانی نے لکھا ہے:

”إذا اختلفوا في آية آية، قالوا: هذه أقرأها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم. فلاناً،

فیرسل إليه، وهو على رأس ثلاث اميال من المدينة، فيقال له: كيف

أقرأك رسول الله آية كذا وكذا؟ فيقول: كذا وكذا. فيكتبونها“ . ④

① فتح الباری: ۱۵/۹

② الاتقان فی علوم القرآن: ۲۱۳/۱

③ ابن ابی داؤد: المصاحف: ۲۹

④ الدانی: المقنع: ص ۱۶

یعنی جب کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو صحابہ کہتے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ نے فلاں آدمی کو پڑھائی تھی، چنانچہ اس کو بلایا جاتا اگرچہ وہ مدینہ سے کئی میل کے فاصلے پر ہوتا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں فلاں آیت کیسے پڑھائی تھی؟ تو وہ کہتا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھائی تھی۔ اس توثیق کے بعد صحابہ اس آیت کو لکھ لیتے۔

❖.....۴.....لسانِ قریش پر جمع قرآن:

جمعِ عثمانی سے قبل تمام قبائل عرب اپنے اپنے لہجات اور لغات کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا ①﴾ اس اختلافِ لہجات و لغات کی وجہ سے قرآنی کلمات میں بظاہر تغیر نظر آنے لگا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے مختلف فیہ کلمات کو لغتِ قریش کے مطابق لکھنے کا ارشاد فرمایا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی مادری زبان تھی اور قرآن لسانِ قریش ہی میں نازل ہوا تھا لیکن سہولت کی خاطر عرضہء اخیرہ سے قبل عرب قبائل کو اپنے لہجات اور زبانوں میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ لسانِ قریش پر جمع قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی کلمات کا بڑا حصہ لسانِ قریش کے موافق ہے ورنہ دیگر قبائل کے کئی الفاظ بھی قرآن مجید میں موجود ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام پر آئیگی۔ قاضی ابوبکر الباقلائی کا قول ہے:

”معنی قول عثمان نزل القرآن بلغة قریش أي معظمه: وإن لم

تقم دلالة قاطعة على أن جميعه بلسانِ قریش“ . ②

روایات میں صرف لفظِ ’تَابُوت‘ کی ایک ایسی مثال ملتی ہے جس کے بارے

میں کتاب کے مابین اختلاف واقع ہوا۔ اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ابن ابی داؤد، ابن شہاب زہری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

② الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۴۸

① یوسف: ۲

”قال الزهري: واختلفوا يومئذ في التابوت والتابوة، فقال نفر

القرشيون التابوت، وقال زيد التابوه. فرفع اختلافهم إلى

عثمان فقال اكتبوه التابوت فإنه بلسان قریش“ ①

یعنی اصحاب قریش نے کہا کہ التابوت یعنی تائے مفتوحہ کے ساتھ لکھا جائے جبکہ حضرت

زيد رضي الله عنه کا موقف تھا کہ اس کو ہاء کے ساتھ التابوة لکھا جائے۔ لیکن حضرت

عثمان رضي الله عنه نے التابوت لکھنے کا حکم دیا کیونکہ یہ لسان قریش کے مطابق تھا اور اسی طرح اس

لغت

کا طریق نزول تھا۔

لغت واحد کیر جمع سے مراد یہ تھا کہ لغت مذکور میں، رسول اللہ صلى الله عليه وسلم سے ثابت قراءۃ

متواترہ جمع ہو سکے اگرچہ اس کے وجوہ میں اختلاف موجود رہے۔ اس کا مقصد تفرقہ و

اختلاف کو ختم کرنا تھا جس کی بنیاد پر لوگ ایک دوسری کی تکفیر پر اتر آئے تھے۔ چنانچہ لیب

السعيد لکھتے ہیں:

”والمقصود من الجمع على لغة واحدة: الجمع على القراءة

المتواترة المعلوم عند الجميع ثبوتها عن النبي صلى الله عليه

وسلم، وإن اختلفت وجوهها، حتى لا يكون فرقة فيها“ ②

مذکورہ بالا بحث یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کا اکثر حصہ لغت قریش کے

مطابق لکھا گیا کیونکہ اسی کے مطابق اس کا نزول ہوا تھا۔

❖..... ۵..... کتابت لفظ میں تواتر سماع کا لحاظ:

حضرت عثمان رضي الله عنه نے مصاحف لکھواتے وقت مطلق کتابت کو ہی کافی قرار نہیں

① کتاب المصاحف: ص ۲۶؛ ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۶۷؛ ابو عمرو والدانی: المعجم: ص ۴

② الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۵۹

دیا بلکہ کسی لفظ کے اندازِ تکلم کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف اوجہ کو بھی مد نظر رکھا جو عرضہء اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ سے منقول تھیں۔ مختلف الوجوہ لفظ کو عمداً کسی علامت سے مجرد رکھا گیا تاکہ اس میں تمام اوجہ کا امکان باقی رہ سکے۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

”و عند كتابة لفظٍ تواتر. عن النبي ﷺ. النطق به، وعلى أكثر

من وجه، تبقى اللجنة هذا اللفظ خالياً من أية علامة تقصر

النطق به على وجه واحد ① ((لتكون دلالة اللفظ الواحد على

كلا اللفظين المنقولين المسموعين المتلوين شبيهة بدلالة

اللفظ الواحد على كلا المعنيين المنقولين المفهومين“ ②

آغازِ اسلام میں حرکات و علامات کے وجود کا انکار کرتے ہوئے علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں:

”و واضح أن الكتابة العربية كانت بطبيعتها خالية وقتئذ من

النقط والشكل“ ③

یعنی یہ بات واضح ہے کہ کتابتِ عربی اپنے مزاج کی وجہ سے اس وقت نقاط و علامات سے خالی تھی۔

❖.....۶.....فساد اور شبہ کے خوف سے چند اشیاء کا ترک:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور جماعت کتاب نے فساد اور شبہ کے اندیشہ کی وجہ سے

مندرجہ ذیل کو مصاحف میں درج کرنے سے اجتناب کیا:

الف.....منسوخ التلاوة آیات۔ مثلاً: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیتِ رجم (الشیخ

① مرجع سابق

② ابن الجزری: النشر فی القراءات العشر: ۳۳۱۔

③ المرجع السابق

والشیخة إذا زنيا فارجموها البتة) کے دخول کا مطالبہ کیا لیکن اس آیت کے

منسوخ التلاوة ہونے کی وجہ سے مصحف میں شامل نہ کیا جاسکا۔ ①

ب..... عرضہء اخیرہ کے عدم مطابق کلمات والفاظ۔ ②

ج..... روایات آحاد اور قراءات شاذہ۔ ③

د..... اقوال تفسیریہ۔ ④

❖..... ۷..... مصاحف میں، منزل علیہا اور عرضہء اخیرہ کے غیر متبدل حروف کی شمولیت:

مصاحف میں صرف انہی الفاظ کو جگہ دی گئی جن پر قرآن کا نزول ہوا اور جو عرضہ

اخیرہ میں بھی باقی رہے:

”یشتمل الجمع على الأحرف التي نزل عليها القرآن، والتي

لم تغیر فی العرضتین الأخیرتین“۔ ⑤

◀6 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلاف اور ان کی رضامندی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ قرآن کو جاننے والے کبار

صحابہ میں شمار ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے اور حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آواز میں تلاوت قرآن سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو

① الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۵۹

② السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۲۱۳ و ۲۱۴

③ ”وما لم یثبت من القراءات، وما کانت روايته آحاداً“، (الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۵۹)

④ ”وما لم تُعلم قرآنیة، أو ما لیس بقرآن، کالذی کان یکتبه بعض الصحابة

فی مصاحفهم الخاصة“ (الزکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۲۳۵/۱)

⑤ د۔ لیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۶۰

جائیں ①۔ لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ترجیح دینے کی کئی وجوہات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھیں۔ مثلاً: جمع قرآن کے وقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ میں قیام پذیر تھے ②، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دورِ صدیقی میں بھی قرآن کو جمع فرما چکے تھے اور وہ اس کام کی بہتر ادا یگی کو زیادہ جانتے تھے ③، حضرت زید رضی اللہ عنہ عرضہ اخیرہ کے شاہد تھے جس میں قرآن کے منسوخ اور غیر منسوخ کلمات بین کیے گئے ④، حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف بادشاہوں کو لکھے گئے خط بھی آپ ہی نے لکھے تھے ⑤۔

بعض روایات کے مطابق، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے امر جمع سے اختلاف کیا۔ جیسا کہ ابن ابی داؤد نے اس کو ذکر کیا ہے:

”عن حمید بن مالک عن عبد الله قال: لما أمر بالمصاحف

ساء ذلك عبد الله بن مسعود الخ“ ⑥

لیکن یہ اختلاف ہرگز اس قدر نہیں تھا جتنا مستشرقین اور معاندین اسلام نے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب

① البخاری: الجامع الصحیح: کتاب فضائل القرآن: باب البكاء عند قراءة القرآن:

② ابن حجر: فتح الباری: ۱۶۹

③ مرجع سابق

④ الذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۳۷

⑤ مرجع سابق

⑥ کتاب المصاحف: ص ۲۱

مصاحف عثمانیہ کے لکھے جانے کا مقصد معلوم ہوا تو انہوں نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے قول سے رجوع فرمایا:

”عن فلفلة الجعفي قال: فرعت فيمن فزع إلى عبد الله في

المصاحف، فدخلنا عليه فقال رجل من القوم إنا لم نأتك

زائرين، ولكننا جئنا حين راعنا هذا الخبر فقال: إن القرآن أنزل

على نبيكم من سبعة ابواب على سبعة أحرف وإن الكتاب قبلكم

كان ينزل من باء واحد على حرف واحد معناهما واحد“ ①

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ

ہم آپ سے فقط ملاقات کیلئے نہیں آئے بلکہ ہم آپ کے اختلاف کی حقیقت معلوم کرنا

چاہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا تھا

جبکہ اب یہ ایک ہی حرف پر ہے۔

احمد عادل کمال لکھتے ہیں:

”ثم عاد عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ، أخيراً إلى حظيرة

الجماعة حين ظهرت له مزایا المصاحف العثمانية واجتماع

الامة عليها وتوحيد الكلمة بها“ ②

یعنی جب مصاحف عثمانیہ کے فوائد ظاہر ہوئے تو حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے آخر میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے سے اتفاق کر لیا۔ لہذا اس پر امت کا

اجماع واقع ہوا۔

① نفس المصدر: ص ۲۵

② علوم القرآن: ص ۴۶

◀ 7 مصاحف صحابہ ﷺ:

مستشرق آرتھر جیفری نے، قرآن میں وجود اختلاف کو ثابت کرنے کیلئے، مختلف مصاحف صحابہ ﷺ کو مصاحف عثمانیہ کے مد مقابل رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر ایک صحابی کا جمع کردہ قرآن دوسروں کے جمع کردہ قرآن سے مختلف تھا: ”وما جمعه واحد لم يتفق حرفيا مع ما جمعه الآخرون“ ①

لیکن اس باطل دعویٰ کی بنیاد فقط قراءات شاذہ اور اقوال تفسیریہ ہیں اور موصوف نے ان کو قرآن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور تقریباً تین سو ساٹھ (360) کے قریب صفحات میں صحابہ کرام کے درمیان اسی اختلاف کو بیان کیا ہے۔ ②۔ اسی طرح ابن ابی داؤد نے بھی متناقض و مختلف روایات کے مجموعہ کو باب اختلاف مصاحف الصحابة کے جلی حروف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور لکھا ہے:

”إنما قلنا مصحف فلان لما خالف مصحفنا هذا من الخط ، أو

الزيادة ، أو النقصان“ ③

اولاً تو صحابہ ﷺ کی طرف نص قرآنی میں زیادتی و نقصان کی نسبت کرنا باطل ہے۔ لیکن اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ صرف روایات تفسیریہ، قراءات خاصہ یا پھر قراءات شاذہ ہی ہوں گی۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے د۔ اسماعیل لکھتے ہیں:

”.....و كيف تنسب إلى بعض الصحابة مصاحف ، فيها زيادة

① آرتھر جیفری: مقدمہ کتاب المصاحف: ص ۶: ط ۱، المطبعة الرحمانية، مصر، ۱۹۳۶ء

② د۔ اسماعیل سالم: المستشرقون والقرآن: ص ۶۲

③ کتاب المصاحف: ص ۶۰

عن القرآن أو نقصان؟ إنه إن صحت نسبة هذه المصاحف أو بعضها إلى الصحابة فإن ما نسب إليهم لا يعدو أن يكون بعض الروايات التفسيرية أو بعض أوجه القراءات الخاصة أو الشاذة..... فهل يجوز في مثل هذا أن تضع عنواناً ضخماً يوحى

باختلاف المصاحف، وكأنها قرآن آخر غير قرآننا“ ①

یہ بات قابل وضاحت ہے کہ بعض مؤلفین نے ”مصحف فلاں“ کو بطور اصطلاح استعمال کیا ہے: جیسا کہ دکتور عبدالصبور شاہین نے اس کی وضاحت کی ہے:

”قد يرى بعض المؤلفين إطلاق لفظ ((مصحف فلان)) على

بعض القراءات التي تُنسب إليه كما نسب إلى حمزة بن عبد

المطلب مصحفا“ ②

یعنی بعض مؤلفین کا خیال ہے کہ ”مصحف فلاں“ کے لفظ کا اطلاق بطور اصطلاح

ان قراءات پر ہوتا ہے جو کسی طرف منسوب ہوں۔ جیسا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف مصحف منسوب کیا جاتا ہے جبکہ وہ نزول قرآن کی تکمیل سے آٹھ سال قبل غزوة احد میں شہید ہو چکے تھے۔ لہذا اسی بنیاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف مکمل مصاحف منسوب کرنا درست نہیں۔

مندرجہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف قراءات مروی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① المستشرقون والقرآن: ص ۶۲

② عبدالصبور شاہین: تاریخ القرآن: ۱۲۶، ط ۱، دار القلم بیروت، ۱۹۶۶ء

صحابہ	قراءاتِ ائمہ سبعہ میں سے منسوب قراءات کی تعداد
حضرت علی بن ابی طالب <small>رضی اللہ عنہ</small>	پانچ قراءات
حضرت عبداللہ بن عباس <small>رضی اللہ عنہ</small>	ایضاً
حضرت عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>	تین قراءات
حضرت ابی بن کعب <small>رضی اللہ عنہ</small>	ایضاً
حضرت زید بن ثابت <small>رضی اللہ عنہ</small>	دو قراءات
حضرت عثمان بن عفان <small>رضی اللہ عنہ</small>	ایضاً
حضرت ابو ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	ایک قراءت
حضرت ابوالدرداء <small>رضی اللہ عنہ</small>	ایک قراءت ①

چنانچہ اگر بظاہر اختلاف موجود ہے تو وہ مذکورہ بالا قراءات یا پھر اقوالِ تفسیریہ

ہیں۔ جیسے:

1. مصنف عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ابن ابی داؤد نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف مصنف منسوب کیا ہے ② لیکن اس میں سوائے تین آیات کے کوئی مثال ذکر نہیں کی گئی۔ جبکہ یہ تین مثالیں بھی قراءات کی مختلف وجوہ ہیں۔ لہذا روایات، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی مصنف کو منسوب کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ③
2. مصنف علی رضی اللہ عنہ: ابن ابی داؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مصنف منسوب کیا ہے ④،

① المستشرقون والقرآن: ص ۶۲

② کتاب المصاحف: ص ۶۰

③ الدکتور صبحی صالح: مباحث فی علوم القرآن: ص ۸۲

④ کتاب المصاحف: ص ۶۳

اور اس کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے: ﴿أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ وَآمَنَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ① لیکن ظاہر ہے کہ یہ روایت تفسیری ہے۔ ②

3. مصحف ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مصحف کا

نام ”لباب القلوب“ مذکور ہے۔ لیکن ابن ابی داؤد نے ”لباب القلوب“ کے حوالے سے صرف چار اختلافی صورتوں کو بیان کیا ہے ③، جن میں سے دو (۲) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی قراءات ہیں جبکہ دوسری دو روایات تفسیریہ ہیں ④۔ لہذا ان چار صورتوں کی بنیاد پر کس طرح ایک مستقل مصحف قائم ہو سکتا ہے؟ ⑤

4. مصحف عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: اس کے ذیل میں، ابن ابی داؤد کی نقل کردہ روایت کے یہ الفاظ ہیں: ”فقال..... ألا أخرج لك مصحف عبد الله بن عمرو بن العاص، فأخرج حروفًا تخالف حروفنا..... الخ“ ⑥، لیکن ابن ابی داؤد نے ان حروف مخالفہ میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔

اس اعداد و شمار سے وہ تمام دعوے باطل ہو جاتے ہیں جن میں مصاحف صحابہ رضی اللہ عنہم کا مصحف عثمانی کے ساتھ اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے برعکس، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے مصحف عثمانی سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ اس کی کتابت و اشاعت

① البقرة: ۲۸۵۔ جبکہ مصحف عثمانی میں یہ آیت اس طرح ہے: ﴿أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ

رَبِّهِ وَ الْمُؤْمِنُونَ﴾

② المستشرقون والقرآن: ص ۶۴

③ کتاب المصاحف: ۶۳

④ المستشرقون والقرآن: ص ۶۴

⑤ عبد الصبور شاہین: تاریخ القرآن: ۱۲۷

⑥ کتاب المصاحف: ص ۹۳

میں بھی شریک رہے:

”لقد أجمع الصحابة.....رضى الله عنهم.....على المصحف

الإمام، ولم يتخلف عبد الله بن مسعود عن ذلك الإجماع“ ①

◀8 احراقِ صحفِ کا حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مستند مصاحف کی تیاری کے بعد باقی مصاحف کے تلف

کرنے کا حکم دیا ②۔ چنانچہ حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”أدرکت الناس متوافرين حين حرق عثمان المصاحف

فأعجبهم ذلك، ولم ينكر عليه أحد“ ③

یعنی میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف

کے جلانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو عجیب خیال کیا لیکن کسی نے اس سے اختلاف نہیں

کیا۔ علامہ ابن القیم الجوزیہ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم نے مصلحت امت کی خاطر، حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اعتماد کا اظہار فرمایا:

”كان رأيا اعتمدوا فيه على مصلحة الأمة“ ④

لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ حکم مصلحت پر مصلحت تھا کیونکہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امت

کو مصحفِ واحد پر جمع نہ فرماتے تو لوگوں میں اختلاف کے شدید ہونے کا اندیشہ تھا۔ ⑤

① د۔ صحیح صالح: مباحث فی علوم القرآن: ص ۸۲؛ المستشرقون والقرآن: ص ۶۵

② لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۵۴

③ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۹

④ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۵۴

⑤ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۹

◀ ۹ جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں فرق:

گزشتہ اجاث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو مصحف واحد کی صورت میں جمع کیا جس کا مقصد قرآن مکتوب کی حفاظت تھی۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو قراءات متواترہ منقولہ پر جمع کیا جس سے امت میں اختلاف اور اس کے تمام اسباب معدوم ہو گئے۔ اس فرق کو واضح کرتے ہوئے علامہ زکشی، قاضی ابو بکر باقلانی کا قول نقل کرتے ہیں:

”ولم يقصد عثمان قصد أبي بكر في جمع نفس القرآن بين اللوحين ، وإنما قصد جمعهم على القراءات الثابتة المعروفة عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم وإلغاء ما ليس كذلك، وأخذهم بمصحف لا تقديم ولا تأخير ، ولا تأول أثبت مع تنزيل ، ومنسوخ تلاوته كُتب مع مثبت رسمه ومفروض قراءته وحفظه، خشية دخول الفساد والشبهة على من يأتي بعده“ ①

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع صدیقی کی طرح مطلق نص قرآنی کو بین اللوحین جمع نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول قراءات متواترہ پر لوگوں کو جمع فرمایا۔ (فساد اور شبہہ کے خوف سے، قراءت، حفظ اور رسم کو جامع ایسا مصحف تیار کروایا جو تقدیم و تاخیر، تاویل و تفسیر اور منسوخ التلاوة آیات سے پاک تھا)

علامہ ابن التین اس فرق کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”الفرق بين جمع أبي بكر و جمع عثمان: أن جمع أبي

بكر: كان لخشية من القرآن شيء بذهاب حملتيه، لأنه لم يكن

① البرهان في علوم القرآن: ۲۳۰

مجموعاً فی موضع واحد، فجمعه فی صحائف مرتباً لآیات
سورہ علی ما وفقہم علیہ النبی ﷺ. وجمع عثمان: کان لما
کثر الاختلاف فی وجوه القراءۃ..... فنسخ تلك الصحف فی
مصحف واحد مرتباً بسورہ، واقتصر من سائر اللغات علی لغة

قریش..... الخ“ ①

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حاملین قرآن کی وفات کے ڈر سے عہد نبوی میں
لکھے گئے مختلف ٹکڑوں سے قرآن بین اللوحین موضع واحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی
ترتیب سے جمع فرمایا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے متواتر وجوہ قراءۃ، آیات اور سورتوں کی
موجودہ ترتیب کے مطابق، لغت قریش پر قرآن لکھوایا۔

(چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن عہد نبوی میں تالیف ہوا، عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں
مصحف کی صورت میں جمع ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو نزاع سے بچانے کی خاطر
ایسے تمام مصاحف تلف کروادے جو شاذ قراءات اور تفسیری اقوال پر مشتمل تھے۔) ②

① السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۲۱۳/۱؛ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۲۳۵/۱؛ ابوشامہ المقدسی:

المرشد الوجیز: ص ۷۰

② الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۲۳۵/۱؛ د۔ اسماعیل سالم عبدالعال: المستشرقون والقرآن: ص ۵۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

والحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

وبعد فقد حضر في هذا المجلس

العلماء الكرام والفاضلين

والشيوخ المحترمين

والطلاب الفضلاء

والجميع في هذا المجلس

العلمي والادبي

والثقافي

والاجتماعي

والذي أقيم في

الجامعة الإسلامية

بمدينة الرياض

في يوم الاثنين

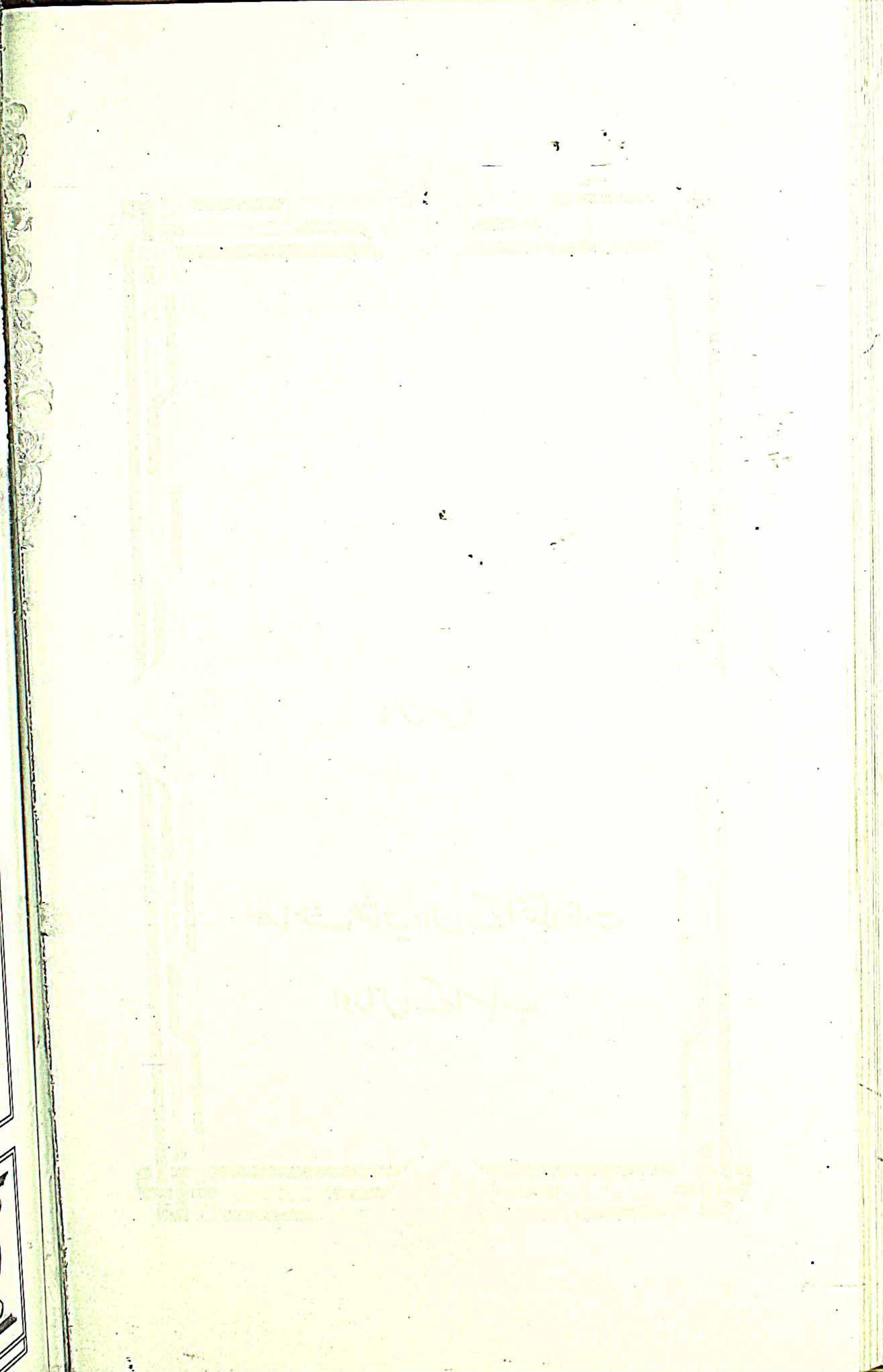
العاشر من شهر ربيع الثاني

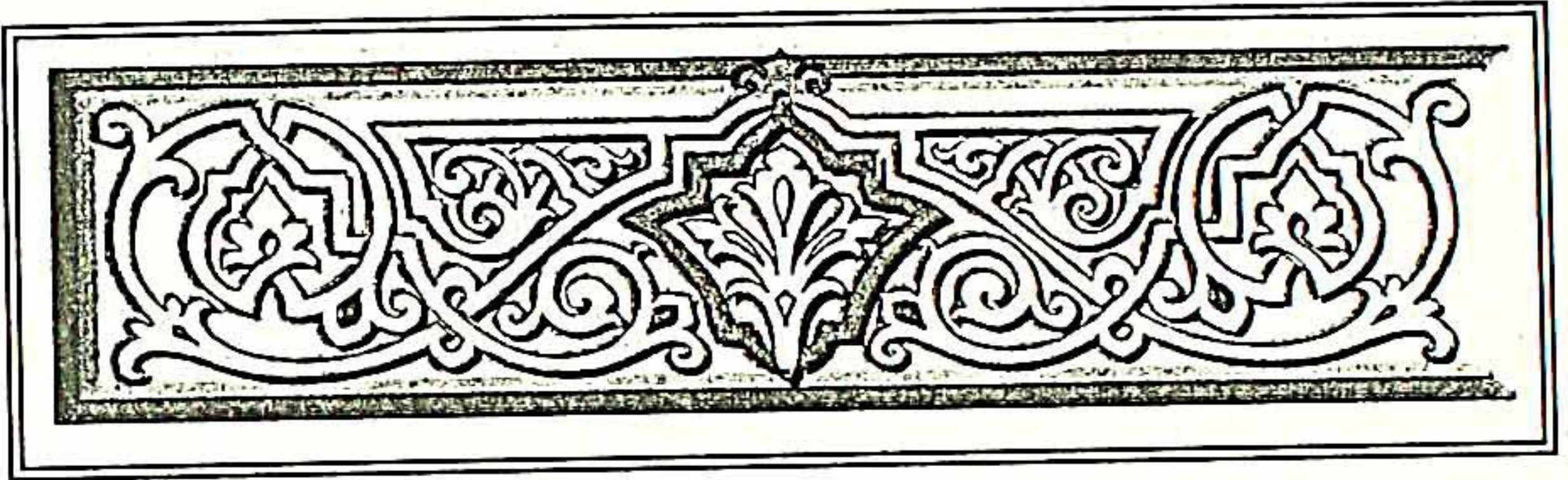
سنة ١٤٢٥ هـ

باب سوم

مصاحف عثمانیہ، ان کے اختلافات

اور اس کے اسباب

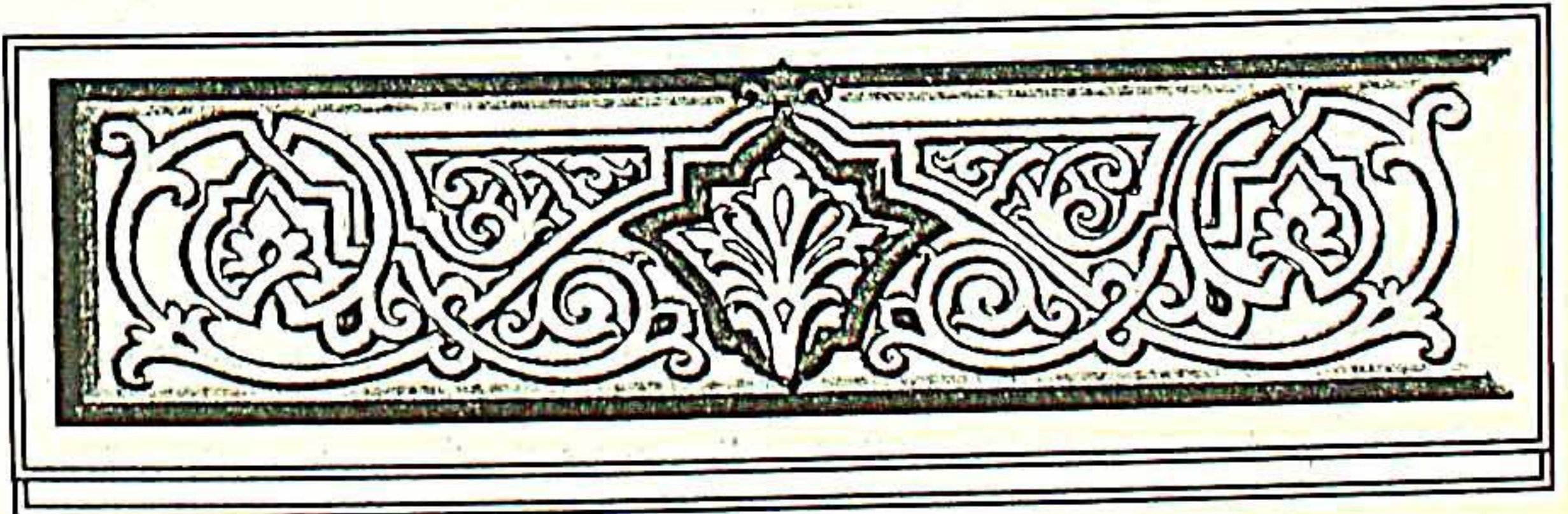




فصل اول

.....

مصاحف عثمانیہ کی تعداد



عہد نبوی کے بعد عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں قرآن کریم کے جمع و کتابت کے تذکرہ کے بعد مصاحف عثمانیہ کی تعداد اور امصار کی تعیین ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کی بحث و تحقیق میں علماء و مورخین کے ہاں مختلف اقوال و آراء پائی جاتی ہیں۔ تعداد مصاحف اور مرسل الیہا مقامات کی تعیین میں کسی حتمی قول کے عدم وجود کا سب سے بنیادی سبب، تعداد اور مقامات کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے کیونکہ جمع عثمانی کے ضمن میں مروی روایات میں کسی مقام کی تعیین کی بجائے ”بعث عثمان الی کل افق“ ①، یا ”الی کل جند من أجناد المسلمین“ ②، یا ”بعث بها الی الآفاق“ ③، یا ”فرقها فی الناس“ ④ یا ”قسمها فی الأمصار“ ⑤ وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں۔

مصاحف عثمانیہ کی تعداد اور مقامات کی تعیین پر اوّلین مصدر، جمع عثمانی کی روایات ہیں لیکن ان میں مصاحف کی مخصوص تعداد اور مرسل الیہا مقامات کی واضح نشاندہی

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۲۶

② المصدر السابق: ص ۲۷

③ المصدر السابق: ص ۲۸

④ المصدر السابق: ص ۳۱

⑤ مرجع سابق

ملنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ندیم (م ۳۸۴ھ) نے بھی اس بحث کو کسی محاکمہ کے بغیر ذکر کیا ہے ①۔ اسی طرح ابن الاثیر نے بھی ابو الفداء ابن کثیر اور علامہ ابن خلدون کی طرح اس بحث کو کسی فیصلہ کے بغیر نقل کیا ہے ②۔

ذیل میں تعدادِ مصاحف کے متعلق مروی روایات کو ذکر کرنے کے بعد ان میں راجح قول کی وجوہ ترجیح ذکر کی جاتی ہیں۔

مصاحفِ عثمانیہ، چار ہونے کے دلائل:

قرآءِ سبعہ میں سے قاری کوفہ، حمزہ الزیات (م ۱۵۶ھ) کا موقف یہ ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد چار تھی، کیونکہ حمزہ نے مصاحفِ عثمانیہ میں سے کوفہ کی طرف روانہ کیے گئے مصحف سے دیکھ کر اپنا مصحف لکھا تھا:

حدثني قبيصة بن عقبة قال: سمعت حمزة الزيات يقول: أنه كتب

مصحفه الخاص به نقلا عن النسخة الرسمية التي أرسلها عثمان

إلى الكوفة والتي كانت إحدى أربع نسخ أمر بكتابتها. ③

① ملاحظہ ہو: الفہرست: ص ۲۵

② عبد اللہ خورشید البری، الدکتور: القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۴۶، دارالمعارف، مصر، س۔ ن۔۔۔۔۔

عصر حاضر میں مستشرق راڈویل (Rodwell) (م ۱۸۶۱ء) نے قرآن مجید کے انگلش ترجمہ

The Koran Rodwell's Translation, London, 1950، انسائیکلو پیڈیا

برنائیکا نے مادۃ قرآن کے ذیل میں 14th (1948) p.484 Ency. Britinica: Vol. 13,

edition) اور امین خولی (م ۱۹۶۶ء) نے دائرۃ معارف الشعب: القرآن الکریم میں بھی بحث کی

ہے۔ القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۴۶

③ کتاب المصاحف: ص ۴۳

لیکن حمزہ نے ان چار مصاحفِ عثمانیہ میں سے باقی تین کی وضاحت نہیں کی کہ وہ کہاں بھیجے گئے؟ لیکن اس کمی کو علامہ دانی نے ان الفاظ میں دور کیا ہے:

”اکثر العلماء علی أن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لما کتب المصحف جعله علی أربع نسخ وبعث إلی کل ناحية من النواحي بواحدة منهم، فوجه إلی الکوفة إحداهن، وإلی البصرة أخرى، وإلی الشام ثالثة وأمسک عند نفسه واحدة“ ①

یعنی اکثر علماء کا خیال ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے چار نسخے تیار کروائے اور اطراف میں سے ایک کوفہ، دوسرا بصرہ، تیسرا شام اور چوتھا نسخہ اپنے پاس رکھا۔

مؤرخ ابن بشکول الاندلسی (م ۵۷۸ھ) جامع مسجد قرطبہ کے نسخہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”أن هذه المصحف هو أحد المصاحف الأربعة التي بعث بها

عثمان إلی الأمصار: مكة، والبصرة، والكوفة، والشام“ ②

علامہ قرطبی (م ۶۷۱ھ) نے بھی چار مصاحف والے قول کو نقل کیا ہے ③ عصر حاضر میں مستشرقین میں سے بوہل (Buhl) ④ اور بروکلیمان ⑤ کی رائے بھی یہی

① المقنع: ص ۱۹

② البری: القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۳۶

③ الجامع لأحكام القرآن: المقدمة: ص ۴۷۱

④ ملاحظہ ہو: Buhl F.; Koran, Ency. Islam, Vol.2, p.1979

⑤ بروکلیمان (کارل) تاریخ الادب العربی: ص ۱۴۰، دارالمعارف، مصر، ۱۹۵۹ء، مترجم: د. عبدالحلیم النجار

ہے۔ علامہ دانیؒ نے بھی مصاحف عثمانیہ کی تحدید چار تک کرتے ہوئے کہا کہ یہی قول صحیح ہے ①۔ لیکن علامہ دانیؒ اپنی تصنیف کی بنیاد چار کی بجائے پانچ مصاحف پر رکھنے کا اظہار فرماتے ہیں۔ المقتنع کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”هذا كتاب أذكر فيه إن شاء الله ما سمعته من مشيختي ،
ورويته عن أئمتي من مرسوم خطوط مصاحف اهل الأمصار:
المدينة ومكة والكوفة، والبصرة، والشام وسائر العراق“ ②

یعنی اس کتاب (المقتنع) میں، میں وہی بیان کروں گا جو میں نے اپنے شیوخ سے سنا ہے اور مصاحف اہل امصار مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، شام اور عراق کے رسم الخط کے بارے میں اپنے ائمہ سے لیا ہے۔

مصاحف عثمانیہ، پانچ ہونے کے دلائل:

علامہ ابن جبیر المکیؒ کے مذہب پر بنیاد رکھتے ہوئے علامہ ابن حجر العسقلانیؒ نے مصاحف کی تعداد پانچ ہونے کی رائے کو منتخب کیا ہے۔ یہ مصاحف 1. مدینہ، 2. مکہ، 3. شام، 4. بصرہ اور 5. کوفہ کی طرف روانہ کیے گئے؛

”..... ابن مجاهد صنف كتابا في القراءات فاقصر على خمسة

اختار من كل مصر إماما. وإنما اقتصر على ذلك لأن المصاحف

التي أرسلها عثمان كانت خمسة إلى هذه الأمصار..... الخ“ ③

ابن حجرؒ کے مذکورہ قول کی بنیاد پر علامہ سیوطیؒ اور علامہ قسطلانیؒ نے بھی یہی رائے

① المقتنع: ص ۱۹

② نفس المصدر: ص ۱۲

③ فتح الباری: ۹/۲۶۱

قائم کی ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی تعداد پانچ تھی ①۔ عبد الوہاب حمودہ نے علامہ ابن الجزری کے حوالے سے مصاحف خمسہ کی رائے کو مشہور قرار دیا ہے:

”واختلفوا في عدة هذه المصاحف، والمشهور أنها خمسة؛

فأرسل إلى مكة، وإلى الشام، وإلى البصرة، وإلى الكوفة،

وحبس بالمدينة واحداً“ ②

عبد الہادی الفضلی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ القراءات القرآنیہ میں رقمطراز ہیں:

”وقد اختلف في عدد المصاحف التي كتبها عثمان، والمشهور

أنها خمسة كما عزاها السيوطي إلى السخاوي“ ③

مصاحف عثمانیہ، چھ ہونے کی دلیل:

ابن القاسم، تلخیص الفوائد میں رقمطراز ہیں:

”وقال صاحب زاد القراء: لما جمع عثمان رضى الله عنه

القرآن في مصحف سماه ((الإمام)) نسخ منه المصاحف فأنفذ

منها مصحفاً إلى مكة ومصحفاً إلى الكوفة، ومصحفاً إلى

البصرة، ومصحفاً إلى الشام، وأمسك مصحفاً بالمدينة“ ④

جرجی زیدان نے بھی علامہ ابن حجر کی رائے سے اتفاق کیا ہے لیکن اس

① الاتقان في علوم القرآن: ۶۰/۱؛ الزرقانی: مناقب العرفان: ۳۹۶/۱

② عبد الوہاب حمودہ: القراءات واللہجات: ص ۹۶، ط ۱، مکتبۃ النبضۃ المصریۃ، قاہرہ، ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

③ دکتور عبد الہادی الفضلی: القراءات القرآنیہ تاریخ و تعریف: ص ۲۳، دار القلم بیروت، لبنان

④ ابوالبقاء علی بن عثمان بن محمد بن القاسم: تلخیص الفوائد وتقريب المتباعد علی عقيلة

اتراب القوائد للشاطبی: ص ۱۶، ط ۱، مکتبۃ مصطفی البابی الحلی، مصر، ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء

میں صرف اس قدر اضافہ کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف اپنے لیے مخصوص فرمایا تھا جس کی بنیاد پر مصاحف کی تعداد چھ تک پہنچ جاتی ہے۔

”..... مصحف سادسا احتفظ بہ عثمان لنفسه وهو الذی

یسمنونہ ((الإمام))“ ①

علامہ زاہد الکوثری (م ۱۳۷۱ھ)، اپنے مقالات میں اسی رائے کی طرف مائل

نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی مصاحف عثمانیہ کو چھ شمار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”وقد استمر عمل الجماعة في نسخ المصاحف مدة خمس

سنين، من سنة خمس وعشرين إلى سنة ثلاثين في التحقيق، ثم

أرسلوا المصاحف المكتوبة إلى الأمصار، وقد احتفظ عثمان

بمصحف منها لأهل المدينة، وبمصحف لنفسه، غير ما أرسل

إلى مكة والشام والكوفة والبصرة“ ②

یعنی مصاحف عثمانیہ کی کتابت میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے تقریباً پانچ برس اپنی

تلاوتیں صرف کیں۔ محقق قول کے مطابق مصاحف کی تیاری ۲۵ ہجری سے ۳۰ ہجری میں

مکمل ہوئی تھی ③۔ پھر مصاحف مذکورہ مختلف امصار کی طرف روانہ کیے گئے، جن میں سے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اہل مدینہ، دوسرا ذاتی استعمال کیلئے، تیسرا مکہ، چوتھا شام،

پانچواں وف اور چھٹا اہل بصرہ کی طرف ارسال فرمایا۔

① جرتقی ریدان تاریخ آداب اللغة العربية: ۱۸، دار البہا، ۱۹۵۷ء، تحقیق و۔ شوقی ضیف

② محمد زاہد الکوثری (م ۱۳۷۱ھ): مقالات الکوثری: ۱۰، ط ۱، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۳۷۲ء

③ مصاحف عثمانیہ کی تیاری کی مدت کے متعلق تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو: البری: القرآن وعلومہ فی

علامہ زرقانیؒ نے بھی مصاحف کی تعداد چھ ہونے کا قول نقل کیا ہے:

”قال صاحب زاد القراء: لما جمع عثمان القرآن في مصحف سماه الإمام ونسخ منه مصاحف فأنفذ منها مصحفاً إلى مكة، ومصحفاً إلى الكوفة، ومصحفاً إلى البصرة، ومصحفاً إلى الشام، وحبس بالمدينة“ ①

”مجمع الملك فريد لطباعة المصحف الشريف المدينة المنورة“
 نے 1417 ہجری میں عثمانؓ کے خطوط کے ساتھ کالکھا ہوا مصحف، وزارت الشئون الاسلامیہ کی وساطت سے مصحف المدينة النبویہ شائع کیا۔ اس مصحف اور علامات ضبط کے تعارف، جو کہ مصحف کے آخر میں بطور تتمہ شامل ہے، میں لکھا ہے:

”وأخذ هجاؤه مما رواه علماء الرسم عن المصاحف التي بعث بها الخليفة الراشد عثمان بن عفان رضي الله عنه إلى البصرة والكوفة والشام ومكة، والمصحف الذي جعله لأهل المدينة، والمصحف الذي اختص به نفسه“ ②

متأخرین میں سے مولانا محمد حنیف ندویؒ نے بھی مصاحف کی تعداد چھ ذکر کی ہے۔ ③

مصاحف عثمانیہ، سات ہونے کے دلائل:

حمزة الزیات سے ایک صدی بعد جبکہ علامہ دانیؒ (م ۱۳۴۴ھ) سے دو صدیاں قبل ہمیں ایک اور شخصیت کی رائے معلوم ہوتی ہے جس کے مطابق مصاحف عثمانیہ سات

① الزرقانی: منابل العرفان: ۳۹۶/۱

② مصحف بس: ا

③ مطالعہ قرآن: بس: ۲۶۱

تھے۔ ابو حاتم البجستانی (م ۲۵۰ھ)، امام اصمعی کے مشہور شاگرد تھے۔ مصاحف عثمانیہ کی تعداد کے بارے میں ان کا قول حسب ذیل ہے:

”حدثنا عبد الله قال: سمعت أبا حاتم السجستاني قال: لما كتب عثمان المصاحف حين جمع القرآن كتب سبعة مصاحف، فبعث واحدا إلى مكة، وآخر إلى الشام، وآخر إلى اليمن، وآخر إلى البحرين، وآخر إلى البصرة، وآخر إلى الكوفة، وحبس بالمدينة واحدا“ ①

یعنی ابو حاتم البجستانی کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سات مصاحف لکھوائے جن میں سے 1. مکہ، 2. شام، 3. یمن، 4. بحرین، 5. بصرہ، 6. کوفہ بھیجے اور 7. ایک نسخہ مدینہ میں رکھ لیا۔

ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴ھ) بھی ابو حاتم کے قول سے مطمئن نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی بعینہ انہی مقامات کا ذکر کیا ہے ②۔ یہی وجہ ہے کہ امام رافعی نے اسی کو قول مشہور قرار دیا ہے ③۔ علامہ شمس الحق افغانی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے ④۔ الدکتور محمد رمضان البوطی لکھتے ہیں:

”إلا أن الباحثين اختلفوا في عدد المصاحف التي استنسخها، والراجح الذي عليه أكثرهم أنها سبعة مصاحف، استبقى واحدا

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۲۳

② فضائل القرآن: ص ۲۹

③ تاریخ آداب العرب: ۲۱، ۲۰، ۲

④ علوم القرآن: ص ۱۱۸ و ۱۱۹

منها عنده وهو الذي سمي بالمصحف الإمام ووزع سائرهما على

الكوفة والبصرة والشام واليمن ومكة والبحرين“ ①

لیکن علامہ جہری اور سیوطی کے قول کے مطابق ”لم یسمع لمصحفی الیمن
والبحرین خبر“ ② یعنی یمن اور بحرین کے مصاحف کے بارے میں کوئی خبر نہیں
سنی گئی۔

مصاحف عثمانیہ، آٹھ ہونے کے دلائل:

علامہ ابن الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) نے مصاحف عثمانیہ کو آٹھ شمار کیا ہے۔ علامہ
ابن الجزریؒ کی رائے دراصل ابو حاتم السجستانیؒ کے قول پر مبنی ہے لیکن اس میں اس ایک
مصحف کا اضافہ کیا گیا ہے جس کو حضرت عثمانؓ نے، مصحف مدنی کے علاوہ، ذاتی
استعمال کیلئے مخصوص فرمایا تھا۔

”.....المصحف الإمام الذي احتجزه الخليفة لإستعماله

الشخصی، وهو غير المصحف الذي استبقى في ((المدينة))

عاصمة الخلافة للإستعمال العام“ ③

لیکن علامہ ابن الجزریؒ نے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، پانچ مصاحف کی رائے
کو بھی مشہور فرمایا ہے۔

مصاحف عثمانیہ، نو ہونے کی دلیل:

مذکورہ بالا سب اقوال سے مختلف ایک اور قول ہمارے سامنے آتا ہے جس کے

① متواتر القرآن ص ۴۵

② خانم برتم المصحف ص ۱۲۴

③ النشر فی القراءات العشر ص ۷۱

مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے گئے مصاحف کی تعداد نو (۹) تھی۔ یہ رائے مؤرخ الیعقوبی (م ۲۸۴ھ) کی ہے۔ علامہ یعقوبی نے ابو حاتم کے ذکر کردہ سات مصاحف کے علاوہ مزید دو (۲) مصاحف کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک 'مصر' جبکہ دوسرا 'الجزیرة' کی طرف روانہ کیا گیا ①۔

لیکن دکتور عبد اللہ خورشید البری، علامہ یعقوبی کی رائے پر اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں کیونکہ ان کے نزدیک 'مصر' میں کسی مصحف کا وجود متحقق نہیں، اور بعض علماء نے وہم کی بنیاد پر لفظ مصر سے بلکہ مصر مراد لیا ہے۔ شاید یہ مغالطہ عبارت کی وجہ سے یا پھر نقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:

”..... لا نستطيع قبول أخباره في هذا الموضوع ومن بينها

إرسال مصحف إلى مصر و آخر إلى الجزيرة بالإضافة إلى

الجهات السبع التي يقول بها ابو حاتم..... طرأ على العبارات

التي تذكر أن عثمان لما كتب مصحفه أرسل منه نسخة إلى

كل ((مصر)) من الأمصار“ ②

رائج قول:

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق مصاحف عثمانیہ کو تعداد کے لحاظ سے چھ (۶)

قرار دینا اقرب الی الصواب ہے کیونکہ روایات کی ایک بڑی تعداد اسی کی شاہد ہے۔

مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ قرار دینے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

① الیعقوبی: احمد بن یعقوب بن ابی واضح الکاتب: کتاب البلدان: ۱۳۷/۲، لیدن، ۱۸۹۱ء (علامہ یعقوبی

کی یہ کتاب ابن رستہ کی کتاب الاعلاق النفسیة کے آخر میں شامل ہے جو کہ لیدن سے شائع ہوئی)۔

② القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۵۶

وجہ اول..... مصاحف کے ساتھ بھیجے جانے والے قراء کی تعداد:

مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ قرار دینے کی پہلی اور سب سے بنیادی وجہ ان قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ہے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے ساتھ مراکزِ خمسہ کی طرف روانہ فرمایا۔ روایات کے مطابق ان قراء کی تعداد پانچ تھی۔ ذیل میں ان قراء کے اسماء پیش خدمت ہیں:

۱۔	حضرت عبداللہ بن سائب الخزومی (م ۷۰ھ) <small>رضی اللہ عنہ</small>	مکہ معظمہ کے مصحف کے ساتھ بھیجے گئے۔
۲۔	حضرت ابو عبد الرحمن السّلمی (م ۴۷ھ) <small>رضی اللہ عنہ</small>	کوفہ کی طرف روانہ کیے گئے۔ ان سے قبل خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب <small>رضی اللہ عنہ</small> نے حضرت عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small> کو کوفہ کی طرف بھیجا تھا۔
۳۔	حضرت عامر بن عبد قیس (م ۵۵ھ) تقریباً <small>رضی اللہ عنہ</small>	بصرہ کی طرف روانہ کیے گئے۔
۴۔	حضرت مغیرہ بن ابی شہاب الکحزومی <small>رضی اللہ عنہ</small>	شام کی طرف بھیجے گئے۔
۵۔	حضرت زید بن ثابت (م ۴۵ھ) <small>رضی اللہ عنہ</small>	مدینہ میں متعین ہوئے۔ ①

① محمد بن القاسم: تلخیص الفوائد: ص ۱۶؛ القراءات القرآنیۃ: ص ۲۲؛ الکردی: تاریخ القرآن وغرائب

رسمہ و حکمہ: ص ۸۰؛ مولانا محمد حنیف ندوی: مطالعہ قرآن: ص ۸۹؛ تاریخ خط و خطاطین: ص ۵۹

چنانچہ مذکورہ بالا تصریح سے مصاحفِ امصار کے ساتھ بھیجے جانے والے قرآن کی تعداد پانچ (۵) متعین ہوتی ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ یہ مصاحف پانچ مقامات: مکہ، کوفہ، بصرہ، شام اور مدینہ کی طرف روانہ کیے گئے۔ جبکہ ایک مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی استعمال کیلئے بھی لکھوایا ①، جس کو 'الإمام' کے نام سے پکارا گیا۔ جس سے مصاحف کی مجموعی تعداد چھ (۶) ہو جاتی ہے۔

وجہ دوم..... جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے مصاحف کی روانگی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی روانگی کیلئے اسلامی سلطنت کو تین بنیادی حصوں میں تقسیم فرمایا:

- اول:- جزیرہ عرب (جس کے مراکز مکہ اور مدینہ تھے)،
- دوم:- مشرقی علاقے (بصرہ اور کوفہ ان کے مراکز تھے)
- سوم:- مغربی علاقے (جن کا مرکز ملکِ شام تھا)۔

ان مراکزِ خمسہ میں سے ہر ایک شہر میں ایک مصحف بھیجا گیا جبکہ ایک مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے باقی رکھا ②۔ اسی وجہ سے مصاحف کیلئے مخصوص اصطلاحات کا استعمال شروع ہوا:

۱۔ مدینین: مدنی مصحف اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذاتی مصحف کے دونوں نسخوں کو اکٹھا ذکر کرنے کیلئے۔

① مقالات الکوثری: ص ۱۰

② تلخیص از: پروفیسر حافظ احمد یار: قرآن و سنت۔ چند مباحث: ص ۵۰، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ

پنجاب لاہور، جون ۲۰۰۰ء

۲۔ الحجازیۃ الحرمیۃ: مذکورہ دونوں اور کئی مصحف کو مجموعی طور پر ذکر کرنے کیلئے۔

۳۔ العراقیین: کوئی اور بصری مصاحف کو اکٹھا ذکر کرنے کیلئے۔ ①

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی سلطنت کے بڑے پانچ مراکز کی طرف ایک ایک مصحف روانہ کیا گیا جب کہ چھٹا مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی تھا جس سے مصاحف کی مجموعی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔

وجہ سوم..... دیگر اقوال میں امکان تاویل:

۱۔ مصاحف کی تعداد چھ ہونے کی رائے کے علاوہ دیگر اقوال میں تاویل کا احتمال بہر حال موجود ہے مثلاً:

چار مصاحف سے مراد وہ مصاحف ہیں جو مدینہ سے باہر بھیجے گئے تھے، جیسا کہ ابن بشکول نے مسجد قرطبہ کے نسخہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

”أن هذه المصحف هو أحد المصحف الأربعة التي بعث بها عثمان إلى الأمصار: مكة، والبصرة، والكوفة، والشام“۔ ②

جبکہ دو مصاحف مدینہ میں موجود تھے۔

۲۔ پانچ مصاحف والے قول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذاتی نسخہ کا ذکر نہیں اور روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے ایک ذاتی نسخہ تیار کروایا تھا۔ جس کے اضافہ سے مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔

۳۔ سات مصاحف کے قول میں ’یمن‘ اور ’بحرین‘ کے مصاحف کا ذکر ہے لیکن اختلاف

① مرجع سابق

② المقرئ: نفخ الطیب: ۲/۹۹، ۱۳۵

مصاحف کی بحث میں ہمیں کہیں بھی ان مصاحف کا ذکر نہیں ملتا ①۔

۴ آٹھ مصاحف والا قول علامہ ابن الجزری کی طرف منسوب ہے لیکن خود علامہ ابن الجزری نے پانچ مصاحف والے قول کو مشہور قرار دیا ہے۔ لہذا اگر ان مصاحفِ خمسہ میں مصحفِ امام کو شامل کیا جائے تو مصاحف کی تعداد چھ ہوتی ہے۔

۵ جبکہ مؤرخ الیعقوبی کے نو مصاحف والے قول پر الدکتور عبداللہ خورشید البری کا تبصرہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس کے علاوہ علامہ زرقانی نے بھی چھ مصاحف والے قول کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ولعل القول بأن عددھا ستة، هو أولى الأقوال بالقبول“ ②

علامہ ابوطاہر السندی بھی چھ مصاحف والے قول کو اولیٰ اور اصح قرار دیتے ہیں:

”وتكونت مصاحف ستة — على اصح الاقوال — ووزعت على الأمصار

المشهوره المركزية، وهي: مكة، والشام، والكوفة، والبصرة، وخصص

مصحف المدينة وأمسك عثمان رضى الله عنه لنفسه مصحفاً“ ③

عبدالواحد بن عاشر الاندلسی رسم وقرآءات کے جلیل القدر امام ہیں، اپنی تصنیف ”تنبیہ

الخلان على الأعلان بتكميل مورد الظمان“ میں لکھتے ہیں:

”.....المصاحف العثمانية المتعارفة عند أهل الرسم وهي ستة،

① ملاحظہ ہو: الدانی: المقنع: ص ۱۰۶ تا ۱۲۵؛ کتاب المصاحف لابن ابی داؤد؛ امام جہری نے الاہوازی

کے حوالے سے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں: ”فلم نسمع لهما خبرا ولا علمنا من نفذ معهما“

بحوالہ: ابو محفوظ الکریم معصومی: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: مجلہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ یونیورسٹی،

دسمبر ۱۹۶۱ء؛ شامل بطور تہذیب و تمدن عالم کی آسمانی کتابیں؛ از پرویز۔

② منابل العرفان: ۳۹۶/۱

③ صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۷

وإن كان في عددها خلاف ذكرناه في شرح مورد الظمان. الأول:

الإمام وهو مصحف الذي احتسبه سيدنا عثمان لنفسه وعنه ينقل

ابو عبيد القاسم بن سلام، الثاني: المدني وهو المصحف كان

بأيدي أهل المدينة وعنه ينقل نافع. الثالث: المكي وهو واللذان

قبله هي المرادة بالمصاحف الحجازية والحرمية عند الإطلاق.

الرابع: الشامي. الخامس: الكوفي. السادس: البصري. وهذان

عراقيان وهما المرادان بمصاحف أهل العراق عند الإطلاق. ①

یعنی اہل رسم کے نزدیک مشہور مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ ہے اگرچہ ان کی تعداد میں اختلاف

موجود ہے جس کو ہم نے مورد الظمان کی شرح میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک تو وہ مصحف

ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا اور اسی سے ابو عبید قاسم بن سلام نے نقل کر کے اپنا

مصحف لکھا۔ دوسرا مدنی مصحف جو کہ اہل مدینہ کے پاس تھا جس سے امام نافع نے اپنا مصحف لکھا۔

تیسرا مکی مصحف، کہ اس مصحف اور پہلے ذکر کردہ دو مصاحف کو مطلقاً 'مصاحف حجازیہ اور حرمیہ'

کہا جاتا ہے۔ چوتھا شامی مصحف۔ پانچواں کوفی مصحف اور چھٹا بصری مصحف۔ کوفی اور بصری

مصاحف کو عراقی مصاحف بھی کہا جاتا ہے جو اہل عراق کے مصاحف کے طور پر مشہور ہیں۔

درج بالا وجوہ کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے گئے

مصاحف کی تعداد چھ (۶) تھی جو مرکزی بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ کیے گئے اور علمائے رسم

نے رسم عثمانی کے قواعد اور مصاحف کے باہمی اختلاف کو بیان کرنے کیلئے انہی مصاحف کو

بنیاد بنایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲



① الشیخ عبدالواحد بن عاشر الاندلسی تنبیہ الخلان علی الاعلان بتکمیل مورد الظمان: ص ۱، ط ۱، دارالکتب

مصاحف عثمانیہ کی تاریخ:

دورِ جدید میں، قرطاس یا کھال پر مکتوب ہر ایسا مصحف جس کے خط کی قدامت مسلمہ ہو، جو نقط و اعراب سے معرکے ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ، تابعین اور قراء کی روایتی تقطیع اور رسم عثمانی کے عین موافق ہو۔ غرض اس میں وہ تمام خصوصیات جمع ہوں جو کسی مصحف عثمانی میں پائی جاتی ہیں، ان سب کے باوجود کسی قدیم مصحف کو اصل نسخہ عثمانی مشہور کر دینا جس قدر آسان ہے اس کی اصلیت ثابت کرنا اسی قدر کٹھن اور مشکل ہے، کیونکہ کسی بھی مصحف کو مصحف عثمانی ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل قطعی موجود نہیں۔ جیسا کہ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں:

”لیس بین ایدینا قاطع علی وجود المصاحف العثمانیة الآن

فضلاً عن تعیین أمکنتها“ ①

احمد کمال عادل بھی دورِ حاضر میں مصاحف عثمانیہ کے وجود کے قائل نہیں۔ رقمطراز ہیں:

”لا یقوم بین ایدینا دلیل علی وجود المصاحف العثمانیة الآن.

وما یقال عن المصاحف الأثریة الموجودة بخزائن الکتب

والآثار بمصر من أنها مصاحف مما کتب عثمان فهو عار عن

الصحة، لأن بها زخرفة ونقوشاً وضعت كعلامات للفصل بین

السور ولبیان أعشار القرآن، وقد كانت المصاحف العثمانیة

خالیة من هذا“ ②

① منابِل العرفان: ۳۹۷/۱

② علوم القرآن: ص ۵۷

اسی بنیاد پر بعض اہل علم دورِ حاضر میں کسی بھی مصحفِ عثمانی کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ پروفیسر سید محمد سلیم، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”عام طور پر علماء ان کو قدیم ترین مصاحف کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں مگر جدید محققین کی رائے ان کے خلاف ہے۔ ان کی نظر میں ان میں سے کسی ایک کا خط بھی مدنی خط نہیں ہے۔ مدنی خط کی خصوصیات سے یہ قرآن مجید عاری ہے۔ ان کا خط بعد کے دور کا ترقی یافتہ خط ہے اس لئے ماہرین ان کو دورِ عثمانی کے مصاحف تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔“ ③

اس کے باوجود ہمارے پاس انکار کی گنجائش بھی اتنی ہی کم ہے جتنا کہ کسی مصحفِ عثمانی کے اثبات کیلئے یقین کرنا مشکل ہے۔ دورِ حاضر میں مصاحفِ عثمانیہ کے نام سے مشہور مصاحف کی تعداد کے بارے میں پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

”اس وقت دنیا میں چار قرآن مجید ایسے ہیں جن کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مصاحفِ عثمانی کے اولین نسخے ہیں:

✽ تاشقند میوزیم ترکیستان میں موجود ہے۔

✽ مشہدِ حسینی قاہرہ میں موجود ہے۔

✽ دارالآثار قسطنطنیہ میں موجود ہے۔

✽ توپ کاپی سرائے استنبول ترکی میں محفوظ ہے۔“ ①

① تاریخ خط و خطاطین: ص ۶۰

② مرجع سابق

..... تا شقند میں موجود مصحف عثمانی:..... ①

”اسلامی تعلیمات کی ایک قدیم اور بیش قیمت یادگار ’پٹرز برگ‘ میں محفوظ ہے جو کہ قرآن عثمانی یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ تسلیم کیا جاتا ہے۔“ یہ معلومات 1869ء میں روسی پریس نے شائع کیں۔ خواجہ احرار (Khoaja Akhrar) کی مسجد میں محفوظ اس مصحف کو تا شقند کے جید علماء نے روسی میجر جنرل ابراموف (Abramove) کے حوالے کیا۔ اس سپردگی کا ذکر کرتے ہوئے ابراموف اپنے حکام بالا کے نام ایک خط میں لکھتا ہے:

”ان تمام حالات کا ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت ہے کہ اس قرآنی نسخہ کی دستیابی، سائنسی اور علمی دنیا کے لیے ہماری بہت اہم دریافت شمار ہوگی۔ میں نے میجر سیروف (Serove) سے ہر ممکن طریقے سے اس قرآن کو اپنی تحویل میں لینے کیلئے دلچسپی ظاہر کی اور بالآخر اس میں کامیابی ہوگئی۔ جو امام یہ قرآن میرے پاس لیکر آئے انہوں نے یہ بات خود ہرائی کہ ہم دو (۲) وجوہات سے یہ قرآن خوشی کے ساتھ آپ کے حوالے کر رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ خزانے کی ملکیت ہے اور دوسرا یہ کہ کسی بہترین مصرف کے

① راقم الحروف، اپنے قلمی دوست اور اسلامی اسپرانتو ایسوسی ایشن (UIEA) پاکستان کے جنرل سیکرٹری محترم جناب امجد بٹ صاحب کا ممنون ہے کہ انہوں نے تا شقند سے، اسپرانتو زبان میں چھپنے والے جریدہ "Uzbek Kontakto" میں چھپنے والے مقالے ”قرآن عثمانی“ کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے بعد احقر کو روانہ فرمایا۔ مقالہ مذکورہ میں ازبک خاتون Dinara Hazieva اور روسی ماہر شرقیات B.V. Lunin کی تحقیق سے مدد لی گئی ہے۔ اسی مضمون پر اعتماد کرتے ہوئے چند معلومات پیش خدمت ہیں۔

بغیر ہمارے پاس رکھا ہوا ہے۔ میں نے مسجد کے لئے 500 Kokans (مقامی کرنسی، تقریباً 100 روپے) کا عطیہ دے کر سمرقند کے چوٹی کے علماء کی رضامندی کیساتھ یہ معاملہ طے کر لیا ہے۔“

معروف روسی ماہر شرقیات B. V. Lunin نے بھی اپنی کتاب ① میں اس خط پر اظہارِ خیال کیا ہے۔

تاشقند میں محفوظ مصحفِ عثمانی ایک دفعہ روسی حدود سے منتقل ہو کر روم بھی پہنچا تھا لیکن پھر اس کو روم سے واپس لایا گیا۔ اس واپسی کی کہانی روسی ماہر شرقیات اے۔ ایل۔ کوہن (A.L.Kuhn) کی زبانی معلوم ہوتی ہے۔ وہ، ترکستان کے گورنر جنرل کاؤف مان (K.P. Kauffmann) کے نام 21 اکتوبر 1869ء کی اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

”اس قرآن کو، میں عزت مآب کی خدمت میں مزید پیش رفت اور غور و فکر کے لئے پیش کرتا ہوں۔ قریباً چار سو برس پہلے کی بات ہے کہ تاشقند میں ایک پیر خواجہ عبید اللہ المعروف ’اخرار‘ رہتے تھے۔ ان کے والد خواجہ محمود تاجر تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کے عارفانہ استغراق اور مختلف ریاضتی میلان دیکھتے ہوئے انہیں اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ عبید اللہ کی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی عارفانہ شہرت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ 20 سال کی عمر میں وہ سلسلہ نقشبندیہ کے توحید پرست پیروکار شیخ محمدی نامی پیر کے مرید بن گئے۔ اپنے پیر کی وفات پر خلیفہ کی حیثیت سے عبید اللہ خرار نے تمام امور اپنے ہاتھ میں

① ملاحظہ ہو: B.V.Lunin: Central Asia In Pre-Revolutionary And Soviet

لے لیے۔ ایک دفعہ جب انہیں زندگی میں ہی جانشین پیر تسلیم کیا گیا تو ان کے مریدوں کے چند گروہ حج پر گئے۔ رواج کے مطابق ہر حاجی مختلف تبرکات اور جڑی بوٹیاں وغیرہ اپنے ہم وطنوں کو دینے کے لیے لاتا ہے حج سے واپسی پر خواجہ احرار کے ایک مرید نے روم کا دورہ کیا۔ اُس وقت ریاست روم (ترکی) کا خلیفہ بیمار تھا۔ اور کوئی مقامی طبیب اس کا علاج نہ کر سکا۔ ناامید ہو کر طبیبوں کی درخواست پر قریبی ریاستوں سے ڈاکٹر بلائے گئے۔ اس اثناء میں روم میں چرچا جو چکا تھا کہ ترکستان کے ایک مرید کے روحانی علاج میں بہت شفاء ہے۔ خلیفہ نے یہ سنتے ہی اس مرید کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ احرار کے مرید کو بہت شان و شوکت سے لایا گیا۔ جس نے کلام اللہ کی عبادت کے ذریعے خلیفہ کا علاج شروع کیا۔ ابھی تین روز نہیں گزرے تھے کہ خلیفہ کی طبیعت سنبھل گئی اور جب وہ مکمل صحت یاب ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ مرید کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ لہذا جو چاہے مانگو۔ قرآن عثمانی کی موجودگی کا تذکرہ کافی عرصہ سے ترکستان کے طول و عرض میں چلا آ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نسخہ اس وقت خلیفہ روم کے خزانے میں محفوظ تھا۔ مرید نے ممنون خلیفہ سے بدلے میں اس نسخے کی فرمائش کر دی۔ اس فرمائش نے خلیفہ کو پریشان کر دیا۔ وہ اس نسخے کو خود سے الگ نہیں کرنا چاہتا تھا اور شاید وہ یہ فرمائش پوری نہ کرتا لیکن وزراء و رفقاء کے اصرار اور تین دن میں اسی نسخے کی خریداری کے ذریعہ اس کی محفوظ واپسی کی یقین دہانی پر خلیفہ نے قائل ہو کر قرآن دینے کا حکم جاری کیا۔ قرآن حکیم ملتے ہی مرید نے فوراً اپنے ایک ہم وطن کے ذریعہ اس نسخے کو خواجہ احرار کیلئے روانہ کر دیا۔ شاہ روم اور اس کے وزراء، اس نسخے کی واپسی میں ناکام رہے۔

اس نسخہ کی دستیابی کے باعث خواجہ احرار کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ کئی سال تک تاشقند میں یہ نسخہ ان کی تحویل میں رہا پھر وہ نیکی اور بھلائی کے لیے عازم سمرقند ہوئے جہاں انہوں نے مدرسہ، مسجد اور قرآن عثمانی جیسا عظیم تر کہ چھوڑا۔ خواجہ احرار نے 80 سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنی بنائی گئی مسجد میں دفن ہوئے۔

24 اکتوبر 1869ء کو جنرل کاؤف مان (K.P. Kauffmann) نے روس کے وزیرِ تعلیم کے نام ایک تحریر پیش کی جس میں نسخہ کی دستیابی کی کہانی بیان کرنے کے بعد اسے شاہی پبلک لائبریری پیٹرز برگ کو تحفہ دینے کی اجازت چاہی۔ بعد ازاں اجازت کے بعد یہ نسخہ تحفہ سمیت پیٹرز برگ لائبریری میں بھیج دیا گیا۔

روس میں موجود مصحفِ عثمانی کے سلسلہ میں پہلا تفصیلی مطالعہ روسی ماہرِ شرقیات اور مصر کیلئے سفارتی خدمات انجام دینے والے الیکسی شبونن (Alexi Shabunin) کی کوششوں کا مرہونِ منت ہے، جو اپنی تصنیف "Kufic Korans" کے باعث خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

(مصحفِ عثمانی کا یہ نسخہ 68 x 53 سینٹی میٹر سائز کے 353 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ تحریری متن 50 x 40 مربع انچ پر پھیلا ہوا ہے۔ خشک موٹے چمڑے کو کاغذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ کئی جگہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ یہ نسخہ خطِ کوفی کے واضح اور دلکش انداز میں لکھا گیا ہے جو ہر زاویے سے برابر نظر آتا ہے۔ پورے مسودے میں سطروں کی یکسانیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

اس مصحف کی مزید داستان بھی خوش قسمتی اور دلچسپی سے خالی نہیں۔ اکتوبر 1917ء کے انقلاب کے بعد مسلم عوام نے روسی حکومت کو درخواست دی کہ انہیں ان کے

تبرکات واپس کر دیئے جائیں۔ اس کا مثبت جواب ملا اور یہ قرآن مجید ”اؤفا“ لایا گیا جو بعد ازاں تاشقند منتقل کر کے تاریخی عجائب گھر میں محفوظ کر دیا گیا۔ ابھی 1990ء کی بات ہے کہ یہ نسخہ وزارت مذہبی امور کے حوالے کر دیا گیا جو کہ تاشقند شہر میں ”مسلم بورڈ آف سنٹرل ایشیا“ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ بورڈ کے چیئرمین محمد صادق ماما یوسوپوف نے اکتوبر 1991ء میں بتایا تھا کہ یہاں اسے ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں ہوا بند شفاف صندوق میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

نسخہ تاشقند کی ایک عکسی کاپی نیشنل میوزیم کراچی (پاکستان) میں بھی محفوظ ہے ①۔ غالباً تاشقند میں موجود مصحف کے عکس کو ہی خطاط کامل البابا نے قطر کے پایہ تخت ’دوحہ‘ میں دیکھا تھا ②۔

..... مشہدِ حسینی کے مصحفِ عثمانی کے بارے میں احمد کمال عادل لکھتے ہیں:

”أما المصحف المحفوظ بخزانة المسجد الحسيني والمنسوب إلى عثمان فهو مكتوب بالخط الكوفي القديم مع تجويف حروفه وسعة حجمه. ورسمه يوافق رسم المصحف المدني أو الشامي حيث رسمت فيه كلمة (مَنْ يَرْتَدَّ) من سورة المائدة بدالين اثنين مع فك الأدغام وهو رسمها، فمحمتمل أن يكون منقولاً من المصاحف العثمانية“ ③

① راقم نے کراچی سے اپنے محسن مولانا ثناء اللہ واحدی کی خصوصی شفقت کی وجہ سے اس کا فوٹو حاصل کیا،

جزاء اللہ احسن الجزاء فی الدارين

② کامل البابا: روح الخط العربی: ص ۲۸

③ علوم القرآن: ص ۵۷

مذکورہ اقوال کے علاوہ، ذیل میں ہم مختلف تاریخی روایات کی روشنی میں یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دیگر مصاحف کہاں ہیں؟ اور کیا اب بھی کوئی مصحف کسی جگہ موجود ہے؟

..... مصحفِ خاص:

مصحفِ خاص سے مراد وہ مصحف ہے جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ذاتی استعمال کیلئے تیار کروایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے زیر نظر تھا اور اسی پر خونِ ناحق گرا تھا۔ علامہ ابن کثیر نے اس روایت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”عن ابی سعید مولی بنی اسید قال لما دخل المصریون علی عثمان ضربوه بالسیف علی یدہ فوقع علی (فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) فمد یدہ وقال والله انہا لاول ید

خطت المفصل“ ①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ذاتی مصحف کو مورخین اور علماء رسم نے ”امام“ سے موسوم کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب حمودہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یریدون بذلك المصحف الذی کتب بأمر الإمام عثمان

فإنهم کانو یسمونه الإمام من حیث اتباعه رسماً و غیره“ ②

ابراہیم الابیاری نے ”الامام“ کی وجہ تسمیہ میں ایک اور وجہ بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”.....مما أفزعه وجعله يقوم بین الناس خطیباً ویقول: أنتم

① ابوالفداء اسمعیل بن کثیر: فضائل القرآن: ص ۴۹، ط ۱، مطبعة المنار مصر، ۱۳۳۸ھ

② القراءات واللبجات: ص ۱۰۰

عندی مختلفون فیہ فتلحنون فمن نای عنی من الأمصار أشد
 فیہ اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا یا أصحاب محمد واکتبروا
 للناس إماماً، من أجل ذلك سُمی مصحف عثمان: الإمام“ ①۔
 یعنی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اختلافات کا خوف کھاتے ہوئے لوگوں میں
 کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس اختلاف اور غلطی کرتے ہو جبکہ تم سے
 دور شہروں والے تو اس اختلاف میں زیادہ فحش غلطی کرنے والے ہیں۔ اے اصحاب
 رسول ﷺ! لوگوں کیلئے ایک امام لکھو۔ اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کا نام
 ”امام“ رکھا گیا۔

بہر حال علامہ سمہودی کی رائے میں یہ ”نسخہ امام“ یوم شہادت تلف ہو گیا تھا
 کیونکہ جب حجاج بن یوسف نے منقوط مصاحف کی اشاعت کے سلسلہ میں ایک نسخہ مدینہ
 کی طرف ارسال کیا اور ساتھ یہ حکم بھیجا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی نسخہ واپس کیا جائے تو
 آل عثمان رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ وہ نسخہ تو یوم شہادت تلف ہو گیا تھا ②۔ شاید اسی وجہ سے
 امام مالک نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مصحف کے بارے میں فرمایا کہ وہ ضائع
 ہو گیا ہے:

”حدثنا عبد الله، حدثنا أبو الطاهر، حدثنا ابن وهب قال:

سألت مالكا عن مصحف عثمان رضي الله عنه، فقال لي:

ذهب“ ③۔

① ابراہیم الابیاری: تاریخ القرآن: ص ۹۷، دار القلم، قاہرہ، ۱۹۶۵ء

② السمہودی: وفاء الوفاء: ص ۴۸۱، بحوالہ: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۳۹

③ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۴۴..... ابوالفداء اسمعیل بن کثیر: فضائل القرآن: ص ۴۹

امام مالکؒ کے اسی قول کی بنیاد پر ابو جعفر النخاس (م ۳۳۸ھ) نے مصحف خاص کے وجود سے انکار کر دیا لیکن امام شاطبیؒ نے ابو جعفر النخاس کے انکار کو غلط قرار دیا ہے ①۔
لیکن دوسری طرف امام ابو عبید القاسم بن سلامؒ (م ۲۲۲ھ) ② اور ان کے بعد علامہ ابن الجزریؒ نے خود اس مصحف کا مشاہدہ کیا تھا۔ ابو عبید القاسم بن سلامؒ اور ابن قتیبہؒ جیسے بلند پایہ محققین کی آراء کے بعد چوتھی صدی ہجری میں دو مشہور جغرافیہ نویس اصطخری اور ابن حوقل نے جہاں 'طرطوس' کے علاقہ کے احوال بیان کیے ہیں وہاں خصوصیت سے اس اثری نسخہ کی نشاندہی کی ہے ③۔ مزید براں محرز بن ثابت کے قول کے مطابق مصحف عثمانؓ خالد بن عمرو بن عثمان کے پاس محفوظ تھا ④۔

ابو محفوظ معصومی کے مطابق، مسلسل و مربوط اطلاعات کے ذریعہ، مصحف مذکور کا سراغ تقریباً چوتھی صدی ہجری کے وسط تک ملتا ہے ⑤۔ اس نسخہ کی قدیم ترین اطلاع عمرة بنت قیس العدویہ کی ہے جو امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کی سند

① ابو محفوظ: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۲

② امام ابو عبید القاسم بن سلامؒ کے قول کے مطابق انہوں نے بعض امراء کے خزانے میں اس مصحف کو دیکھا لیکن یہ خزانہ کس امیر کا تھا؟ اس کی تصریح منقول نہیں البتہ ان کے خصوصی تعلقات جن مشہور شخصیات سے قائم تھے ان میں طاہر بن الحسین (م ۲۰۸ھ) اور ثابت بن نصر بن مالک الخزاعی (م ۲۰۸ھ) قابل ذکر ہیں۔ ثابت بن نصر سترہ (۱۷) سال تک "ثغور الشام" کے والی رہے اور امام ابو عبید بھی کم و بیش اٹھارہ سال تک طرسوس (شام) کے عہدہ قضا پر مامور رہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام ابو عبید نے یہ مصحف شام کے کسی علاقہ میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ ملخص از: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۱

③ ابو محفوظ: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۲

④ ابن قتیبہ: المعارف: ص ۹۹

⑤ مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۴۹

سے کتاب الزہد میں درج ہے۔ روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”فراینا مصحف الذی قتل وهو فی حجرہ ، فکانت اول قطرة

قطرت من دمه علی هذه الآیة ، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ، قالت عمرة: فما مات منهم رجل سویا“ ①

یعنی ہم نے وہ مصحف دیکھا جو بوقت شہادت، آپ ﷺ کے حجرہ میں، آپ ﷺ کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ کے خون کا پہلا قطرہ ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ ② کی آیت کریمہ پر گرا تھا۔

لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب موجود اکثر مصاحف پر خون کے داغ موجود ہونے کی روایات ملتی ہیں، اب ان مصاحف میں سے وہ کون سا نسخہ ہے جس پر واقعی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وقت شہادت خون گرا تھا؟ اس کا فیصلہ بہر حال ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ علامہ سمہودی کی رائے میں بھی مصحف خاص سے مشابہت پیدا کرنے کیلئے بعد میں نسخوں کے اندر آیت مذکور ’خلوق‘ کے ذریعہ رنگ دی گئی ③۔

یقیناً یہی وجہ ہے کہ علامہ زاہد الکوثری کسی بھی خون آلود نسخہ کو مصحف عثمانی ماننے کیلئے تیار نہیں کیونکہ ان کے الفاظ ہیں:

”و کثیر من الماکرین یجترون علی تلطیح بعض المصاحف

القدیمة بالدم لیظن أنه الذی کان بید عثمان رضی اللہ عنہ

① کتاب الزہد: ص ۱۲۷، جامعہ ام القرئی، مکہ، ۱۳۵۷ھ

② البقرة: ۱۳۷

③ وفاء الوفاء: ۲۸۲/۱، بحوالہ: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۲

حينما قتل، وكم من مصاحف ملطخة بالدم في خزانات

الكتب“ ①

مصحف خاص کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابو محفوظ الکریم لکھتے ہیں:

”تیسری صدی کے اواخر میں ابن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶ھ) کی ذریعے

اطلاع ملتی ہے کہ قرآن کریم کا وہ نسخہ جو حضرت عثمان کی گود میں تھا، خالد بن

عثمان کے پاس، پھر اس کی اولاد کے قبضے میں رہا مگر ان لوگوں کی نسل منقطع ہو

گئی اور مصحف کے بارے میں ابن قتیبہ کو مشائخ شام کی زبانی یہ اطلاع پہنچی

کہ اب ’طرطوس‘ میں موجود ہے“۔ ②

..... مصحف مدنی:

اندلسی سیاح ابن جبیر ہی کو یہ اولیت حاصل ہے کہ 588ھ میں زیارتِ مدینہ

سے مشرف ہونے کے بعد جو روداد قلمبند کی اس میں حجرہ مبارکہ اور مقام النبی کے درمیان

مصحفِ عثمانی کی جگہ متعین کر کے بتائی ہے، لیکن اس بات کی صراحت کر دی کہ یہ نسخہ ان

مصاحف میں سے ایک ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ سے باہر بھیجے گئے ③۔

ابن جبیر کے بعد مؤرخ خطیب ابن مرزوق نے اس نسخہ کو مصحفِ عثمانی قرار دیا۔

انہوں نے 735ھ میں اسے دیکھا سرورق پر بقول خطیب مذکور عہدِ عثمانی کے مرتبین و

کاتبین کے مندرجہ ذیل نام درج تھے:

① مقالات الکوشی: ص ۱۳

② مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۱ و ۱۵۲

③ محمد بن جبیر الاندلسی: کتاب الرحلة: ۱۹۳، ط لندن، ۱۹۰۷ء

”هذا ما أجمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله ﷺ منهم

زيد بن ثابت و عبد الله بن الزبير و سعيد بن العاص“ ①

جہاں یہ بات یقینی ہے کہ یہ تحریر بعد میں کسی نے درج کی ہے وہاں اس تحریر کی وجہ سے نسخہء مذکور کی اہمیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس مصحف کی تاریخ بیان کرتے ہوئے علامہ طاہر رحیمی رقمطراز ہیں:

”یہ مصحف حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی کے پاس رہا۔ پھر

خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کے سپرد ہوا۔ وہاں سے اندلس پہنچا، وہاں سے

مراکش کے دارالسلطنت فاس پہنچا، پھر کسی طرح مدینہ منورہ واپس پہنچا۔ جنگِ

عظیم اول میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے

گیا اور تا حال وہاں موجود ہے“ ②

..... مصحفِ مکی:

ابن جبیر کے سفر نامہ مکہ معظمہ کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے دور تک محفوظ رہا۔ ابن جبیر کے بقول ”القبۃ العباسیہ“ ③ کے متولی سے یہ معلوم ہوا کہ قحط و گرائی کے زمانہ میں اہل مکہ اس نسخہ شریفہ کو باہر نکالتے ہیں اور بیت اللہ کی چوکھٹ اور مقامِ ابراہیم کے درمیان رکھ کر دعا کرتے ہیں جس کا اثر بہت جلد ظاہر ہو جاتا ہے۔ ابن جبیر نے 1183ء میں عربوں کے ایک ایسے اجتماع کا خود مشاہدہ کیا۔ ④

① مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۱

② مقدمہ کشف النظر فی شرح کتاب النثر: ص ۷۹۱..... مولانا سید شمس الحق افغانی: علوم القرآن: ص ۱۱۸

③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ایک مقام ہے جو کہ بیت اللہ کے مخزن کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ (مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۹)

④ کتاب الرحلة: ص ۱۶۰

ابن جبیر کے بعد ابوالقاسم التجبیبی نے 657ھ میں نسخہء مذکور کی زیارت کی۔ اس کے بعد سیاح ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) نے غالباً 727ھ میں اس نسخہ کو دیکھا اور پھر 735ھ میں ابن مرزوق بھی اس نسخہ کے مشاہدہ کی شہادت دیتا ہے۔ ①

مکہ کی طرف روانہ کیے جانے والے مصحف عثمانی کے متعلق علامہ طاہر رحیمی کا خیال ہے کہ: ”مکی نسخہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظمہ میں رہا۔ محمد جبیر اندلسی نے ۵۷۹ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ کشاف المہدی (ص ۱۵۷) میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خان جو ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً تیس برس تک انہوں نے حکومت کی۔ ان کے زمانہ میں دمشق کی جامع مسجد کو آگ لگی جس میں یہ مصحف بھی جل گیا“۔ ②

..... مصحف شامی:

اس مصحف کے بارے میں علامہ زاہد الکوثریؒ کی رائے ہے کہ یہ مصحف طبریہ سے دمشق کی طرف منتقل ہوا۔ علامہ ابن الجزریؒ کے دور میں مصحف مذکور مسجد توبہ میں محفوظ تھا، حرب عامہ تک یہ نسخہ الجامع الاموی کے حجرۃ الخطیب میں محفوظ رہا ③۔ الشیخ عبدالحمید افغانیؒ نے مصحف مذکور کے رسم کے مطابق اپنا ذاتی نسخہ تیار کیا تھا، الشیخ افغانیؒ کا یہ نقل کردہ نسخہ آج بھی دمشق میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کے خیال میں مصاحف عثمانیہ میں سے ایک نسخہ دمشق کی مسجد بنو امیہ الکبیر میں آٹھویں صدی ہجری تک محفوظ رہا ہے ④۔

① ملخص از: مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۰

② مقدمہ کشف النظر فی شرح کتاب النشر: ص ۷۹۱..... مولانا سید شمس الحق افغانی: علوم القرآن: ص ۱۱۸

③ مقالات الکوثریؒ: ص ۱۲

④ من روائع القرآن: ص ۴۷

علامہ طاہر رحیمی کے مطابق:

”احمد مقری مؤرخ نے ۳۷۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس، پھر سلاطین موحدین، پھر سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا۔ اہل قرطبہ نے سلطان عبدالمومن کو دیا۔ عبدالمومن کے حکم سے ابن بشکوال نے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ یہ منتقلی ۱۱ شوال ۵۵۲ھ کو ہوئی۔ ۶۴۵ھ میں خلیفہ علی بن مامون کے پاس رہا۔ اسی سال خلیفہ نے تلمسان پر فوج کشی کی اور مارا گیا۔ اسی جنگ میں وہ نسخہ گم ہو گیا لیکن تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر لایا، وہاں اب موجود ہے“۔ ①

حضرت عثمان کی طرف منسوب دیگر مصاحف:

مذکورہ مصاحف کے علاوہ چند دیگر مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں جن کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:

□..... ۱) خلیفہ معتصم باللہ (م ۶۵۶ھ) کی ایک زوجہ کے حکم پر تعمیر کیے جانے والے مدرسہ بشیریہ کی تعمیر جب اختتام پذیر ہوئی تو اس کا افتتاح خود خلیفہ نے کیا۔ خلیفہ کی طرف سے نادر و نایاب نسخوں کے چھتیس (۳۶) صندوق اس مدرسہ کے کتب خانہ کو عطیہ میں دیے گئے۔ ان نسخوں میں ابن مقلہ اور ابن البواب کے نوشتہ دفاتر کے علاوہ قرآن مجید کے دو نایاب نسخے بھی شامل تھے جن میں سے ایک نسخہ کی خصوصیت یہ بتائی گئی کہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا نوشتہ تھا۔ ②

① مقدمہ کشف النظر: ۷۹/۱

② مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۲

□..... ۲ ﴿ رمضان 661ھ میں الملک الظاہر بیبرس نے برکہ خان تاتاری، فرمانروائے قپچاق، کو جو تحائف ارسال کیے ان کی فہرست میں ابن واصل نے ایک مصحف کا تذکرہ کیا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نوشتہ تھا ①۔

لیکن کسی روایت میں یہ نشاندہی نہیں ملتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اپنے دست مبارک سے بھی کوئی نسخہ رقم فرمایا ہو۔

□..... ۳ ﴿ ابن بطوطہ (م ۷۹۷ھ) نے اپنے بصرہ کے سفر میں مسجد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ اس خزانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف خاص موجود تھا، جس کے اوراق خون آلود تھے ②۔

□..... ۴ ﴿ تاشقند کے نسخہ کے بارے میں ابو محفوظ الکریم رقمطراز ہیں:

”1917ء میں روسی انقلاب کے بعد انقلابی دستے کے مسلمان سپاہیوں نے اس کو اپنے قبضے میں کر لینا چاہتا مگر عارضی حکومت کی فوج نے ان کو اس سے باز رکھا۔ بالآخر ”پیتر و گراڈ صوبائی مسلم کانگریس“ نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا اور مجلس وزراء کے حکمنامہ مورخہ 9 دسمبر 1917ء کے مطابق یہ تاریخی مصحف روسی پارلیمان کے مسلم نمائندوں کے جلسہ میں ’اؤفا‘ پہنچا۔ پھر اسے تاشقند لایا گیا جو اس ازبکستانی جمہوریہ کا پایہء تخت ہے۔ روسی نثریہ میں خون کے نشانات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ روسی مستشرقین نے اس کی قدامت کو تسلیم کیا ہے۔ ③

① السخاوی: الملوك في معرفة دول الملوك: ۱/۲۹۷، ط، قاہرہ، ۱۹۳۶ء

② مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۲

③ نفس المصدر: ص ۱۶۲

۵..... ﴿ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک مصحف جامع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ قاہرہ میں محفوظ ہے ①۔

۶..... ﴿ ایک مصحف عثمانی جامعہ ملیہ دہلی میں موجود تھا۔ اگر ہنگامہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہوتا تو موجود ہوگا ②۔

۷..... ﴿ ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے، جس پر ”کتبہ عثمان بن عفان“ کے الفاظ مرقوم ہیں۔ یہ نسخہ شاہانِ مغلیہ کے پاس بھی رہا۔ اکبر بادشاہ کی مہر اس پر ثبت ہے۔ 1845ء میں یہ نسخہ میجر راونس کو ملا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیا۔ اب انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔ اس کے 181 صفحات ہیں اور ہر صفحہ پر 16 سطور ہیں ③۔

مصاحف عثمانیہ کی موجودگی کب تک اس قطعہء ارضی پر رہی؟ اس سوال کا کوئی حتمی جواب کسی مورخ یا محقق کے پاس نہیں اور یہ بھی کہ دورِ حاضر میں موجود مصاحف، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے میں محض ظن و تخمین ہی بنیاد ہے ورنہ قرآن کی حفاظت کا اصل ذریعہ اس کا سینہ بہ سینہ انتقال ہے اور ہر حافظ قرآن کی سند کا منتہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ چنانچہ مصاحف کی تاریخی بحث میں علامہ زرقانی کے الفاظ ہیں کہ:

”ثم ان عدم بقاء المصاحف العثمانية قاطبة لا يضرنا شيئا ما

دام المعمول عليه هو النقل والتلقى ثقة من ثقة إماما عن إمام،

① علامہ شمس الحق افغانی: علوم القرآن: ص ۱۱۹

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

إلى النبي ﷺ. وذلك متواتر مستفيض على أكمل وجه في

القرآن حتى الآن. ①

مصاحف عثمانیہ کی تاریخی بحث میں یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ مسلمانوں کے مصاحف عثمانیہ کو اثری اہمیت نہ دینے کی وجہ یہی تھی کہ روزِ اوّل سے ہی قرآنِ مقدس نے حفظ و صیانت کا نہایت بلند درجہ مقام حاصل کر لیا تھا جس کے پیش نظر اس بات کی قدرے ضرورت محسوس نہ کی گئی کہ عہدِ عثمانی کے ان نسخوں کو بعینہ محفوظ رکھا جائے۔ لیکن اس یقین کے باوجود یہ نسخے اسلامی معاشرہ میں مروّج رہے جن سے مسلمانوں نے مکتوب و محفوظ کے مابین تصدیق و تصحیح کے عمل کو جاری رکھا۔

مصاحفِ عثمانیہ میں مستعمل خطِ کتابت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے گئے مصاحف خطِ کوفی قدیم یعنی خطِ حیری میں تحریر کیے گئے۔ بعض محققین نے اس کو خطِ جزم قرار دیا ہے۔ لیکن دونوں خط (کوفی اور جزم) مختلف ادوار میں دراصل ایک ہی خط کے دو نام رہے ہیں ②۔ تاریخی اعتبار سے اس کی شہادت ملتی ہے کہ اسلام کو ورثہ میں ملنے والے خط میں عہدِ عثمانی کے اختتام تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ③۔

علامہ کردی کے مطابق، اس وقت ملکِ عرب میں رائج خطِ کوفی میں مصاحف عثمانیہ کی کتابت کی گئی جبکہ ان مصاحف کو نقاط، حرکات اور اجزاء کی تقسیمی علامات سے خالی رکھا گیا، لکھتے ہیں:

① مناهل العرفان فی علوم القرآن: ۳۹۸/۱

② عرفانِ راہی: تاریخِ خطاطی: ص ۷۳

③ نفس المصدر: ص ۷۲

”والذی نراه أن المصاحف العثمانیه التي أرسلت إلى الأمصار
کتبت علی الجلود وکتبت بالخط الکوفی الذی ما كانوا
يعرفون من الخط سواه، وکتبت بغير نقط ولا شکل، ولم یکن
فيها علامات الأجزاء“ ①

مشہور خطاط، کامل الباباً اپنی تصنیف روح الخط العربی میں مصاحف عثمانیہ میں سے
دو عکس پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”ونلاحظ بسهولة بدائية هذا النوع من الكوفي الذي كتبت به
صحيفتان، وعدم استواء الأسطر وشدة بُعد الحروف في الكلمة
الواحدة. كما أننا نلاحظ خلو الكتابة من النقط والشكل“ ②

جیسا کہ پہلے باب میں اس کی تفصیلات لکھی جا چکی ہیں کہ خط کوفی دراصل خط
نبطی کی ترقی یافتہ شکل تھی جو پہلے پہل خط حیری یا خط جزم سے مشہور ہوا اور پھر اسی خط کو خط
اسلام یا خط کوفی سے موسوم کیا گیا۔

پروفیسر سید محمد سلیم، اسی بناء پر، مصاحف عثمانیہ کے خط کتابت کے متعلق رقمطراز ہیں:

”یہ قرآن مجید کے نسخے اونٹ کی کھال کی جھلی پر سیاہ روشنائی سے اور خوش خط قلم

سے لکھے گئے تھے۔ اس خط میں خط نبطی کی تمام خصوصیات موجود تھیں“ ③

غرضیکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ مصاحف رِقْ پر خط کوفی میں لکھے گئے اور

کلمہ میں حروف کے مابین فاصلہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ نقط و شکل سے بھی خالی تھے۔

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۸۱

② روح الخط العربی: ص ۳۱

③ تاریخ خط وخطاطین: ص ۵۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

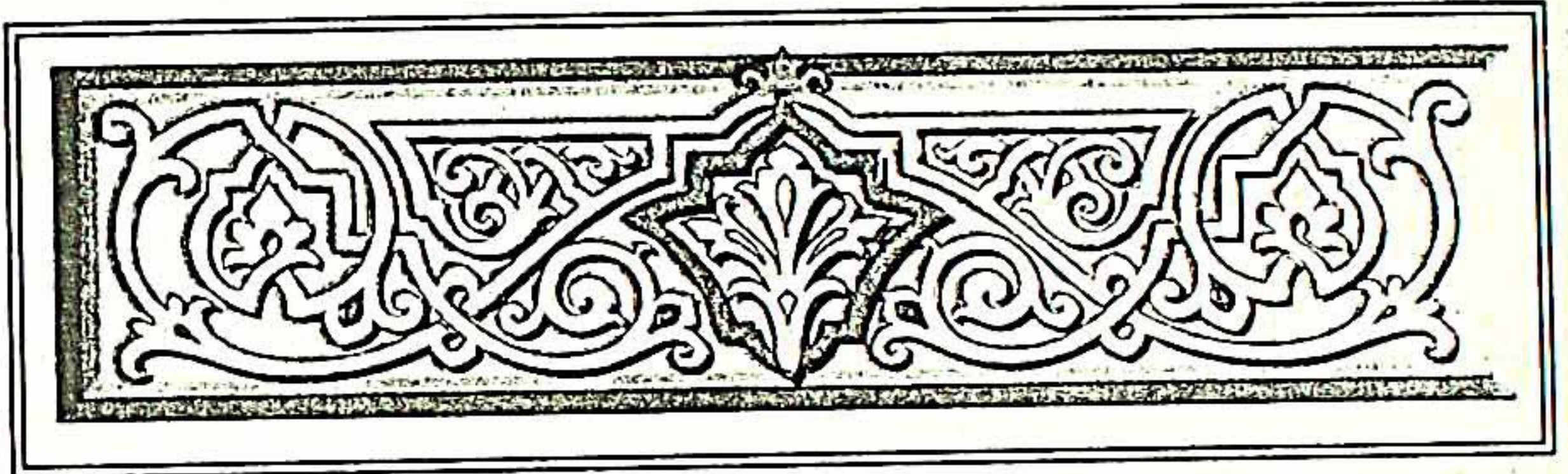
والله اعلم بالصواب

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب

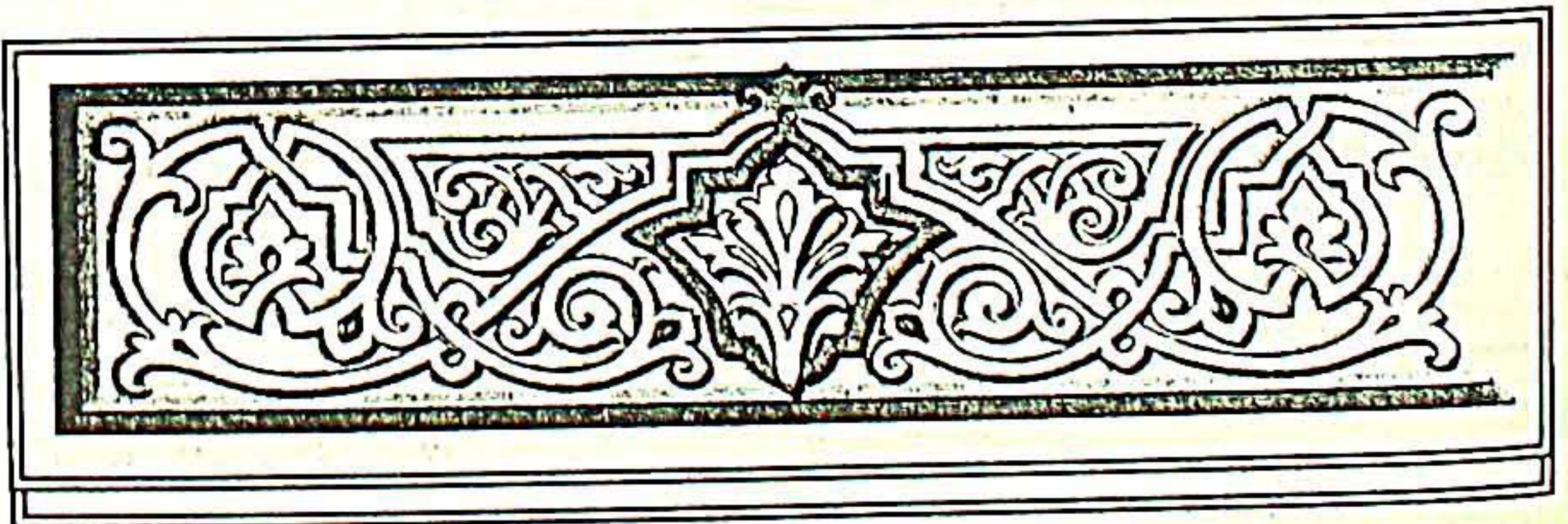
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم آية للعالمين

والله اعلم بالصواب



فصل دوم

مصاحف عثمانیہ میں اختلاف کی نوعیت



امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ارسال کردہ مصاحف کے رسم میں چند الفاظ کا اختلاف موجود تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمام مصاحف میں اختیار کیا جانے والا رسم قواعد عربیہ کے موافق تھا، مگر کچھ کلمات کو عام قواعد عربیہ کے خلاف لکھا گیا جن میں سے بعض کے حکم و مصالح معزوف ہیں۔ لیکن جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتماد کرتے ہوئے تمام اختلافی کلمات کی پیروی ضروری ہے کیونکہ وہ ہماری نسبت قرآنی رسم کو بہتر سمجھنے والے تھے۔ علامہ دمیاٹی نے اسی بات کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”واكثر رسم المصاحف موافق لقواعد العربية إلا أنه قد خرجت أشياء عنها يجب علينا اتباع مرسومها . فمنها ما عرف حكمه ومنها ما غاب عنا علمه، ولم يكن ذلك من الصحابة كيف اتفق بل عن أمر عندهم قد تحقق“ ①

اس اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ جملہ متواتر قراءات رسم مصحف میں شامل ہو جائیں اور مختلف الفاظ قرآنی کی وہ وجوہ بھی رسم مصحف میں سما جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنیں اور وہ عرضہ اخیرہ میں باقی رکھی گئیں۔

مصاحف عثمانیہ کے رسم میں پائے جانے والے اختلاف کا ایک قابل ذکر حصہ دراصل اختلاف قراءات پر مشتمل ہے۔ مصاحف عثمانیہ کے رسم میں اختلاف کا سبب بیان کرتے ہوئے عبدالوہاب حمودہ لکھتے ہیں:

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰

”أما سبب اختلاف المصاحف العثمانية فيما بينها ، فيرجع في الأغلب إلى القراءات ، لنبين بذلك أن القراءات دائرة على السنة الصحابة ، ثابتة في رسوم مصاحفهم ، بعد أن تلقوها من النبي ﷺ ، وسمعوها منه ، أو أذن لهم فيها“ . ①

مصاحف عثمانیہ میں اختلاف کے اسباب میں راجح قراءات ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ قراءات صحابہ کرام کی زبانوں پر تھیں اور ان کے مصاحف میں لکھی ہوئی تھیں جو انہوں نے (براہ راست) رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کے پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

رسم مصاحف عثمانیہ سے مستنبط قواعد رسم کا بیان انشاء اللہ العزیز آئندہ فصل میں تفصیلاً ذکر کیا جائیگا۔ بحث ہذا میں انہی قواعد کی ترتیب کے ساتھ، مصاحف امصار کے باہمی اختلاف کا ایک جدول پیش خدمت ہے:

اختلاف مصاحف اہل امصار بلحاظ اثبات وحذف اور وصل وفصل:

قواعد رسم میں سے اثبات، حذف اور وصل و فصل کے لحاظ سے مصاحف عثمانیہ میں مختلف رسم کے ساتھ لکھے گئے۔ المقنع کی روشنی میں مختلف فیہ الفاظ کی فہرست درج ذیل ہے:

نمبر	سورہ	آیت نمبر	مختلف فیہ لفظ ☆	مختلف فیہ لفظ کا متبادل رم
۱۔	البقرہ	اول تا آخر	إِبْرَاهِيمَ	لفظ ﴿إِبْرَاهِيمَ﴾ پوری سورۃ البقرہ میں ﴿إِبْرَاهِيمَ﴾ کی بجائے ﴿إِبْرَاهِيمَ﴾ لکھا ہوا ہے، جبکہ باقی قرآن مجید میں ﴿إِبْرَاهِيمَ﴾ لکھا ہوا ہے حدثنا ابو عبيد قال: تتبعت رسمه فی المصاحف فوجدته كتب فی البقرہ خاصة ((إِبْرَاهِيمَ)) بغير ياء، ① ☆ ☆
۲۔		۹۳	بِسْمَا	بعض مصاحف میں ﴿بِسْمَا﴾ میں مرقوم تھا۔
۳۔		۲۲۵	فِيضِعِفَهْ	بعض مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿فِيضَاعِفَهْ﴾ لکھا ہوا تھا۔
۴۔		۲۸۵	وَمَلِكْتِهْ وَكُتِبِهْ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿کتابہ﴾ لکھا تھا۔
۵۔	آل عمران	۲۱	وَيَقْتُلُونَ	بعض مصاحف میں ﴿وَيَقَاتِلُونَ﴾ مرقوم تھا۔

① المقنع: ص ۹۶

☆ اس کالم میں دیے گئے الفاظ قراءۃ عاصم بروایت حفص لکھے گئے ہیں۔

☆☆ علامہ ابن عاشر الاندلسی کے الفاظ ہیں: ﴿إِبْرَاهِيمَ﴾ فی البقرہ أثبت ياؤه فی المدنيين

والمكي وحذفت في العراقيين والشامي. (تنبيه الخلان: ص ۴)

۶-	المائدة	۱۸	أَبْنُو اللَّهِ	بعض مصاحف میں ﴿أَبْنَاءُ اللَّهِ﴾ کی صورت میں لکھا ہوا تھا۔
۷-		۵۲	نَخْشِي	بعض میں الف کے ساتھ ﴿نَخْشَا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۸-		۹۵	مَسْكِينٍ	بعض مصاحف میں ﴿مَسَاكِينٍ﴾، الف کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔
۹-		۱۱۰	سِحْرٌ مُّبِينٌ	بعض مصاحف میں ﴿ساحر﴾ مرقوم تھا۔
۱۰-	الانعام	۶۳	أَنْجِنَا	جبکہ دیگر مصاحف میں ﴿أَنْجَيْتَنَا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۱۱-		۹۵	فَلِقُ الْحَبِّ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿فَالِقُ﴾ مرقوم تھا۔ جبکہ اس سے اگلی آیت مبارکہ میں ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ﴾ بالالف لکھا ہوا ہے۔
۱۲-		۹۶	وَجَعَلَ	دیگر مصاحف میں ﴿وَجَاعَلَ﴾ بھی تھا۔
۱۳-	الاعراف	۲۶	وَرِيْشًا	بعض مصاحف میں فصل کیا گیا ہے۔ یعنی ﴿كُلِّ مَاءٍ﴾
۱۴-		۳۸	كُلَّمَا	بعض مصاحف میں ﴿سِحْرٍ﴾ ہے۔ اور بعض میں ﴿سَاحِرٍ﴾ تھا۔
۱۵-		۱۱۲	سَجِرٍ	بعض میں ﴿طَيْفٍ﴾ اور بعض میں ﴿طَائِفٍ﴾ لکھا ہوا تھا۔
۱۶-		۲۰۱	طَيْفٍ	
۱۷-	براءة	۴۷	وَلَا أَوْضَعُوا	بعض مصاحف میں ﴿وَلَا وَضَعُوا﴾ الف کے بغیر تھا۔
۱۸-	يونس	۷۶	لَسِحْرٍ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿لَسَاحِرٍ﴾ لکھا ہوا تھا۔
۱۹-		۷۹	سَجِرٍ	بعض میں ﴿سِحَارٍ﴾ مرقوم تھا۔

کل مائے

۲۰۔	ہو	۷	سِحْرٌ	بعض میں ﴿ساحرٌ﴾ تھا۔
۲۱۔	ابراہیم	۵	بِأَيِّمِ اللَّهِ	بعض نسخوں میں ﴿بِأَيِّمِ اللَّهِ﴾ تھا۔
۲۲۔	الحجر	۲۲	الرِّيحِ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿الرِّيحِ﴾ مرقوم تھا۔
۲۳۔	اسراء	۲۳	كِلَهُمَا	بعض میں الف کے ساتھ ﴿كِلَهُمَا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۲۴۔		۹۳	سُبْحَانَ	بعض میں الف کے ﴿سُبْحَانَ﴾ بغیر مرقوم تھا۔
۲۵۔	الکہف	۲۵	الرِّيحِ	بعض مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿الرِّيحِ﴾ مرقوم تھا۔
۲۶۔		۸۸	جَزَاءَ	بعض میں واؤ کے اضافہ کے ساتھ ﴿جَزَوًا﴾ درج تھا۔
۲۷۔		۹۴	خَرَجًا	بعض میں الف کے ساتھ ﴿خَرَجًا﴾ مرقوم تھا۔
۲۸۔	ط	۷۷	تَخَفُ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿تَخَفُ﴾ درج تھا۔
۲۹۔	الانبياء	۴	قُلْ رَبِّي	بعض میں الف کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ لکھا ہوا تھا۔
۳۰۔		۸۷	أَنْ لَا إِلَهَ	بعض میں نون نہیں۔ یعنی ﴿إِلَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾
۳۱۔		۱۰۲	فِي مَا اشْتَهَتْ	بعض میں وصل ہے۔ یعنی ﴿فِيْمَا اشْتَهَتْ﴾
۳۲۔	الحج	۳۸	يُدْفِعُ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿يُدْفِعُ﴾ درج تھا۔

۳۳	المؤمنون	۴۴	كُلَّمَا	بعض میں فصل ہے یعنی ﴿كُلَّمَا﴾
۳۴		۷۲	خَرَجًا	بعض میں الف کا اضافہ ہے۔ یعنی ﴿خَرَجًا﴾
۳۵		۸۵	سَيَقُولُونَ	بعض میں ﴿سَيَقُولُونَ اللَّهُ﴾ لکھا تھا۔
			لِلَّهِ	
۳۶		۸۷	اَيْضًا	اَيْضًا
۳۷		۸۹	اَيْضًا	اَيْضًا
۳۸		۱۱۲	قُلْ كَمْ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ درج تھا۔
۳۹		۱۱۴	قُلْ اِنْ	یہاں بھی الف کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ لکھا گیا۔
			لَبِئْسُمْ	
۴۰	الفرقان	۶۱	سِرَاجًا	بعض میں ﴿سِرَاجًا﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔
۴۱	الشعراء	۵۶	لِحَذِرُونَ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿حَازِرُونَ﴾ درج کیا گیا۔
۴۲		۱۴۶	فِي مَا	بعض میں وصل کیا گیا۔ یعنی ﴿فِيْمَا﴾
۴۳		۱۴۹	فَرِهَيْنَ	بعض میں ﴿فَارِهَيْنَ﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔
۴۴	النمل	۳۵	فَنَظِرَةٌ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿فَنَظِرَةٌ﴾ لکھا گیا۔
۴۵		۸۱	بِهَدْيِ الْعُمِّي	بعض میں ﴿بِهَادِي الْعُمِّي﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔ جبکہ بعض میں 'باء' کی بجائے 'تاء' کے ساتھ ﴿تَهْدِي الْعُمِّي﴾۔
۴۶	القصص	۴۸	سِحْرَانِ تَظَاهَرَا	بعض میں الف کے ساتھ ﴿سِحْرَانِ تَظَاهَرَا﴾ درج کیا گیا۔

بعض میں واؤ کے ساتھ ﴿رَبُّوا﴾ لکھا گیا۔	مَنْ رَبًّا	۳۹	الروم	۴۷
بعض میں الف کے ساتھ ﴿بِهَادِ الْعُمِّي﴾ درج کیا گیا۔ اور بعض میں 'باء' کی بجائے 'تاء' کے ساتھ ﴿تَهْدِ الْعُمِّي﴾ ہے۔ لیکن 'یاء' کے ساتھ کہیں مندرج نہیں۔	بِهْدِ الْعُمِّي	۵۳		۴۸
بعض میں الف حذف کیا گیا۔ یعنی ﴿يَسْأَلُونَ﴾	يَسْأَلُونَ	۲۰	الاحزاب	۴۹
بعض میں ﴿عَمِلْتَهُ﴾ کی بجائے صرف ﴿عَمِلْتُ﴾ ہے۔	عَمِلْتَهُ	۳۵	یس	۵۰
بعض میں الف کی زیادتی کے ساتھ ﴿فَاكْهُونُ﴾ لکھا گیا۔	فَاكْهُونُ	۵۵		۵۱
بعض میں الف کی زیادتی کے ساتھ ﴿عِبَادَهُ﴾ ہے۔	عِبَادَهُ	۳۶	الزمر	۵۲
بعض میں ﴿كَلِمَةً﴾ لکھا گیا۔	كَلِمَتُ	۶	المؤمن	۵۳
بعض میں ﴿لَدَا﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔	لَدَى	۱۸		۵۴
بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿فَاكْهَيْنَ﴾ لکھا گیا۔	فِيهَا فَاكْهَيْنَ	۲۷	الدخان	۵۵
بعض میں الف کے حذف کے ساتھ ﴿الْإِنْسَانَ﴾ لکھا گیا۔	وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ	۱۵	الاحقاف	۵۶
بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿إِحْسَانًا﴾ لکھا گیا۔	إِحْسَانًا	ایضاً		۵۷
بعض میں الف کا حذف کیا گیا۔ ﴿فَاكْهَيْنَ﴾	فَاكْهَيْنَ	۱۸	الطور	۵۸

۵۹۔ اقتربت	۷	خُشَعًا	بعض میں الف کے اضافے سے ﴿خاشعاً﴾ لکھا گیا۔
۶۰۔ الرحمن	کامل	تُكَذِّبِينَ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿تُكَذِّبَانِ﴾ لکھا گیا۔
۶۱۔	۵۴	وَجَنَّا الْجَنَّتِينَ	بعض مصاحف میں یاء کے بدل کے ساتھ ﴿وَجَنَى﴾ ہے۔
۶۲۔ الواقعة	۷۵	بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ	بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿بِمَوَاقِعِ﴾ ہے۔
۶۳۔ الحديد	۱۱	فِيضِعِفَهُ	بعض مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿فِيضَاعِفَهُ﴾ لکھا گیا۔
۶۴۔	۱۸	يُضَعِفُ لَهُمْ	بعض مصاحف میں الف کے اضافے سے ﴿يُضَاعِفُ﴾ لکھا گیا۔
۶۵۔ المنافقون (۶۳)		مِنْ مَّا	بعض میں وصل کیا گیا۔ یعنی ﴿مِمَّا﴾
۶۶۔ الملک	۸	كُلَّمَا	بعض میں فصل کیا گیا۔ یعنی ﴿كُلِّ مَّا﴾
۶۷۔ الجن	۲۰	قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا	بعض میں الف کے اضافے کے ساتھ ﴿قال﴾ درج ہے۔
۶۸۔ المرسلات (۲۷)		جِئْتِ صَفْرًا	بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿جمالت﴾ ہے۔
۶۹۔ المطففين	۳۱	فَكَيْهِينَ	بعض میں بالالف درج ہے۔ یعنی ﴿فَاكَيْهِينَ﴾
۷۰۔ الماعون	۱	أَرَأَيْتَ	بعض میں الف کے ساتھ لکھا گیا۔ یعنی ﴿أَرَأَيْتَ﴾

مذکورہ بالاستر (70) مثالیں ایسے الفاظ کی ہیں جن میں سے اکثر الفاظ میں کسی قراءۃ کا احتمال بھی نہیں لیکن اس کے باوجود وہ مصاحف میں مختلف رسم کے ساتھ لکھے گئے ہیں ①۔ لیکن یہ واضح رہے اس سے تلفظ یا قراءۃ میں کوئی فرق اور اختلاف واقع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ غانم لکھتے ہیں:

”فالأختلاف في هذه الأمثلة وما يشبهها لا يترتب عليه

الاختلاف في اللفظ، فالقراءة واحدة في كلا الرسمين، ولا

أثر لإختلاف الهجاء في القراءة“ ②

اب آئندہ صفحات میں بعض حروف کی زیادتی اور نقصان کے لحاظ سے اختلافی مقامات درج کیے جاتے ہیں، جن کو ہم مقامات اختلاف قراءات کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

① مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: ابن عاشر الاندلسی: تنبیہ الخلان بتکمیل شرح مورد النظمآن

② رسم المصحف: ص ۶۹۳

بِحَافِ زِ يَادَتِ وَ نَقْصَانِ مِصْحَافِ عِشْمَانِيَه كِه

رِيسْمِ مِيں مِخْتَلَفِ فِيَه مَقَامَاتِ:

نمبر	سورت و آيت نمبر	الفاظ (قراءة عامه)	بمطابق مصاحف	مختلف مصاحف میں مذکور اختلافي صورتیں
۱۱	البقرة: ۱۱۶	وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا	مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہل شام کے مصاحف میں 'واؤ' کے بغیر ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا﴾ تھا۔
۲	۱۳۲	وَوَصَّى بِهَا	مکہ، بصرہ اور کوفہ	مصحف امام، مدنی اور شامی میں (﴿وَأَوْصَى بِهَا﴾ تھا۔
۳	آل عمران: ۱۳۳	وَسَارِعُوا	مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہل مدینہ اور شام کے مصاحف میں واؤ کے بغیر ﴿سَارِعُوا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۴	۱۸۴	وَالزُّبُرِ وَالكِتَابِ	مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مصحف امام اور شامی مصحف میں (﴿وَالزُّبُرِ وَالكِتَابِ﴾ تھا۔
۵	النساء: ۳۶	وَالجَارِ ذِي القُرْبَى	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور شام	اہل کوفہ کے بعض مصاحف میں (﴿وَالجَارِ ذِي الْقُرْبَى﴾ الف کے ساتھ تھا۔ لیکن علامہ دانی نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔
۶	۶۶	إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ	امام، مدینہ، مکہ اور بصرہ	شامی مصحف میں ﴿إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ﴾ تھا۔

۷۔	المائدة: ۵۳	وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا	بصرہ اور کوفہ	اہل مدینہ، مکہ اور شام کے مصاحف میں واؤ کے بغیر ﴿يَقُولُ الَّذِينَ﴾ لکھا تھا۔
۸۔	۵۴	مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مدنی اور شامی مصحف میں ﴿يَرْتَدُّ﴾ تھا۔
۹۔	الانعام: ۳۲	وَلِلدَّارِ الْآخِرَةِ خَيْرٌ	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	شامی مصحف میں ﴿وَلِلدَّارِ الْآخِرَةِ﴾ تھا۔
۱۰۔	۶۳	لَعِنُ اَنْجَنًا مِنْ هَذِهِ	کوفہ	باقی تمام مصاحف میں ﴿اَنْجَيْنَا﴾ تھا۔
۱۱۔	۱۳۷	اَوْ لَا دِيْهِمْ شُرَكَاءُ هُمْ	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مصحف شامی میں ﴿شُرَكَاءُ هُمْ﴾ لکھا گیا۔
۱۲۔	الاعراف: ۳	قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	مصحف شامی میں ﴿قَلِيْلًا يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ تھا۔
۱۳۔	۴۳	وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيْ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	مصحف شامی میں واؤ کے بغیر ﴿مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيْ﴾ مرقوم تھا۔
۱۴۔	۷۵	قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	اہل شام کے مصحف میں ﴿وَقَالَ الْمَلَأُ﴾ واؤ کی زیادتی کے ساتھ لکھا گیا۔
۱۵۔	۱۴۱	وَإِذْ اَنْجَيْنَكُمْ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	مصحف شامی میں ﴿اَنْجَاكُمْ﴾ لکھا گیا۔

۱۶-	براءة: ۸۹	تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ	مکی	امام، مدینہ، بصرہ، شامہ اور کوفہ کے مصاحف میں ﴿تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ تھا۔
۱۷-	۱۰۷	وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مدنی اور شامی مصحف میں واو کے بغیر لکھا گیا، یعنی ﴿الَّذِينَ اتَّخَذُوا﴾۔
۱۸-	یونس: ۲۲	هُوَ الَّذِي يُسِيرُكُمْ	امام، مکہ، مدینہ بصرہ اور کوفہ	شامی مصحف میں ﴿يُنْشُرُكُمْ﴾ تھا۔
۱۹-	بنی اسرائیل: ۹۳	قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي	امام، مدینہ، بصرہ اور کوفہ	مکی اور شامی مصاحف میں ﴿قَالَ سُبْحَانَ.....﴾ تھا۔
۲۰-	الکہف: ۳۶	خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا	امام، بصرہ اور کوفہ	مصاحف مکہ، مدینہ اور شام میں تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ ﴿ مِنْهُمَا مُنْقَلَبًا﴾ تھا۔
۲۱-	۹۵	قَالَ مَا مَكْنِي	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصحف میں دو نون کے ساتھ تھا۔ یعنی ﴿مَكْنِي﴾
۲۲-	الاعیاء: ۴	قُلْ رَبِّي	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور شام	کوفی مصحف میں ﴿قَالَ رَبِّي﴾ الف کے ساتھ درج تھا۔
۲۳-	۳۰	أَوْلَمْ يَرَ الَّذِينَ	امام، مدینہ، کوفہ بصرہ اور شام	مکی مصحف میں واو کے بغیر ﴿أَوْلَمْ يَرَ.....﴾ لکھا گیا۔

۲۴-	المؤمنون: ۸۷	سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ	امام، مدینہ، مکہ، کوفہ، شام	بصری مصحف میں ﴿سَيَقُولُونَ﴾ اللہ کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔
۲۵-	۸۹	اِيضًا	اِيضًا	
۲۶-	۱۱۲	قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصحف میں الف کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ تھا۔
۲۷-	۱۱۳	قَالَ اِنْ لَبِثْتُمْ	اِيضًا	اِيضًا
۲۸-	الفرقان: ۲۵	وَنَزَّلَ الْمَلٰٓئِكَةَ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	اہل مکہ کے مصاحف میں ﴿وَنَزَّلَ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ دو نون کے ساتھ تھا۔
۲۹-	الشعراء: ۲۶	وَتَوَكَّلْ عَلٰى الْعَزِيْزِ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	مدنی اور شامی مصاحف میں ﴿تَوَكَّلْ﴾ واو کی بجائے فاء کے ساتھ لکھا گیا۔
۳۰-	النمل: ۲۱	اَوَّلِيَّاتِيْنِ بِسُلْطٰنٍ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	اہل مکہ کے مصاحف میں دونوں کے ساتھ ﴿اَوَّلِيَّاتِيْنِ﴾ تھا۔
۳۱-	القصص: ۳۷	وَقَالَ مُوسٰى رَبِّىْ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصاحف میں واو کے بغیر ﴿قَالَ﴾ تھا۔
۳۲-	یس: ۳۵	وَمَا عَمِلْتُهُ اَيْدِيْهِمْ	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور شام	کوفی مصاحف میں ﴿وَمَا عَمِلْتُ﴾ تھا۔

۳۳	الزمر: ۶۳	تَأْمُرُونِي	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہلِ شام کے مصاحف میں دو (۲) نون کے ساتھ (تَأْمُرُونِي) مرقوم تھا۔
۳۴	المؤمن: ۲۱	هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہلِ شام کے مصاحف میں مخاطب کی ضمیر کے ساتھ (أَشَدَّ مِنْكُمْ) تھا۔
۳۵	۲۶	أَوْ أَنْ يُظْهِرَ	امام، کوفہ	باقی مصاحف میں ﴿ وَ أَنْ يُظْهِرَ ﴾ تھا۔
۳۶	الشورى: ۳۰	فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	اہلِ مدینہ اور اہلِ شام کے مصاحف میں 'فاء' کے بغیر (فَبِمَا كَسَبَتْ) مذکور تھا۔
۳۷	الزخرف: ۶۸	يُعْبَادِ لَا خَوْفَ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	مدنی اور شامی مصحف میں 'ياء' کا اضافہ تھا۔ یعنی (يُعْبَادِي) ﴿
۳۸	۷۱	مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ	امام	باقی پانچ مصاحف میں ایک 'ہاء' کے ساتھ (تَشْتَهِي) رقم تھا۔
۳۹	الاحقاف: ۱۵	بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا	کوفہ	باقی پانچ مصاحف میں الف کے بغیر (حُسْنًا) لکھا تھا۔
۴۰	محمد: ۱۸	أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً	امام، مدینہ، شام اور بصرہ	اہلِ مکہ اور کوفہ کے مصاحف میں (إِنْ تَأْتِيَهُمْ) درج تھا۔ امام کسانی کی رائے میں یہ صرف اہلِ مکہ کے مصحف میں درج تھا۔

۳۱۔	الرحمن: ۱۲	وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ	مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ	اہل شام کے مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿ذَا الْعَصْفِ﴾ درج تھا۔ ابو عبید نے مصحفِ امام میں بھی اسی طرح مندرج دیکھا تھا۔
۳۲۔	۷۸	ذِي الْجَلِّ وَالْاِكْرَامِ	امام، مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ	مصحفِ شام میں واؤ کیساتھ ﴿ذُو الْجَلِّ﴾ درج تھا۔
۳۳۔	الحديد: ۱۰	وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ	امام، مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ	مصاحفِ شام میں رفع کے ساتھ ﴿وَكُلُّ﴾ تھا۔
۳۴۔	۲۲	فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	مصاحفِ مدینہ و شام میں ﴿هُوَ﴾ درج نہیں تھا۔
۳۵۔	الشمس: ۱۵	وَلَا يَخَافُ عُقْبَهَا	امام، مکہ، کوفہ، شام اور بصرہ	اہل مدینہ کے مصاحف میں واؤ کی بجائے 'فاء' کے ساتھ ﴿فَلَا يَخَافُ﴾ درج تھا۔ ①

مذکورہ بالا فہرست تمام مصاحفِ عثمانیہ میں پائے جانے والے جملہ اختلافی مقامات

① مذکورہ مختلف فیہ کلمات کی فہرست المقنع کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے، اس کو ابو عبید القاسم بن سلام نے
بھی فضائل القرآن میں ذکر کیا ہے۔ علامہ غانم قدوری نے بھی مصاحفِ عثمانیہ کے اختلافات پر مشتمل
58 الفاظ کی ایک جامع فہرست اپنی تصنیف رسم المصحف: ص ۶۹۵ تا ۷۰۰ میں نقل کی ہے۔

پر مشتمل ہے۔ اس لحاظ سے اگر مصاحف عثمانیہ کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مابین اختلافی مقامات کی تعداد مندرجہ ذیل بنتی ہے: ①

12	اہل حجاز (مکہ و مدینہ) اور اہل عراق (بصرہ و شام) کے مصاحف کے مابین اختلافی مقامات کی تعداد	۱۔
28	اہل شام کے مصاحف میں دوسرے مصاحف سے مختلف فیہ مقامات کی تعداد	۲۔
5	کوفی و بصری مصاحف کے مابین مختلف فیہ مقامات کی تعداد	۳۔
45	مختلف فیہ مقامات کی مجموعی تعداد	

مصاحف عثمانیہ کی کتابت کے دوران، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کا اہتمام بھی کیا کہ ایک ہی کلمہ کو، ایک ہی مصحف میں مختلف صورتوں سے رقم فرمایا۔ جس کے باعث ایک ہی کلمہ قرآن میں مختلف طریقوں سے لکھا گیا۔ علامہ طاہر الکردی نے اس ضمن میں چھیالیس (86) امثلہ بیان کی ہیں۔ ②

مصاحف عثمانیہ میں اختلاف کلمات کے باوجود ہر کلمہ اور لفظ صحت، اتقان اور اعتماد پر پورا اترتا ہے اور اس میں کسی شک و شبہ اور طعن کی گنجائش نہیں۔ قرآنی کلمات

① یہ اعداد و شمار علامہ دانی کی تصنیف المقنع کی روشنی میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ اس کی کچھ تفصیل معجم القراءات القرآنیہ ص ۳۵ تا ۳۹ میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

② ملاحظہ ہو: الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۲۸ تا ۱۳۱

میں نقص و زیادت کے وقوع کو بھی ناقل کا سہو قرار دینا جائز نہیں کیونکہ ہر حرف رسول اللہ ﷺ سے مسوع و منقول ہے:

”فہذہ الأحرف الّتی اختلفت فیہا المصاحف، و کلہا صحیحۃ لمعنی، متقنۃ الفحوی لا مطعن للطاعن فیہا، والدلیل علی أن ہذہ الحروف المختلف فیہا کتبت علی الصحۃ والإتقان، والعمد والقصد والإیثار لحفظ القراءتین علی المسلمین..... وأن الذی وقع من النقص والزیادۃ لم یکن عن سہو ناقل، ولا لإسقاط ناسخ غافل ہو أن جملتہا یجمعہا الصحۃ والبیان ولكل حرف منها شاهد من البرہان،

و حجة من الحق والرجحان“ ①

یعنی ایسے حروف جو مصاحف میں مختلف فیہ ہیں یہ تمام معنی کے اعتبار سے درست اور تلفظ کے اعتبار سے پختہ ہونے کے باعث کسی کے لیے شبہ و طعن کی گنجائش نہیں چھوڑتے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جملہ حروف صحت و یقین کے ساتھ لکھے گئے مزید براں اس کے مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک سے زائد قراءتیں محفوظ ہونے کا اہتمام ہو سکے۔..... ایسے الفاظ جو حذف و زیادت کے مقامات پر ہیں وہ کسی لکھنے والے کی غلطی کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی کسی بے پرواہ کاتب نے انہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ تمام حروف صحت و بیان کے اعتبار سے مجمع علیہ ہیں اور ہر حرف قرآنی معجزہ، اس کی سچائی اور اس کی فوقیت کی کھلی دلیل ہے۔

① مجمل القراءات القرآنیہ: ص ۵۰۳ و ۵۰۴

مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں باہمی اختلاف کے اسباب: ①

علامہ دانیؒ، مصاحفِ امصار میں اختلاف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فإن سأل سائل عن السبب الموجب لاختلاف مرسوم هذه الحروف الزوائد في المصاحف، قلت: السبب في ذلك عندنا أن أمير المؤمنين عثمان بن عفان رضي الله عنه لما جمع القرآن في المصاحف ونسخها على صورة واحدة وآثر في رسمها لغة قريش دون غيرها مما لا يصح ولا يثبت نظراً للأمة واحتياطاً على أهل الملة وثبت عنده أن هذه الحروف من عند الله عز وجل كذلك منزلة ومن رسول الله ﷺ مسموعة وعلم أن جمعها في مصحف واحد على تلك الحال غير متمكن إلا بإعادة الكلمة مرتين، وفي رسم ذلك كذلك من التخليط والتغيير للمرسوم ما لا خفاء به ففرقها في المصاحف لذلك فجاءت مثبتة في بعضها ومحذوفة في بعضها لكي تحفظها الأمة كما نزلت من عند الله عز وجل وعلى ما سمعت من رسول الله ﷺ، فهذا سبب اختلاف مرسومها في مصاحف أهل الامصار“ ②

① علامہ غانم نے بھی اس پر سیر حاصل بحث لکھی ہے: ملاحظہ ہو: رسم المصحف: ص ۷۰۰ تا ۷۱۰۔ چونکہ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کا استحصاء مقالہ واحد میں مشکل ہے۔ بہر حال مصاحفِ عثمانیہ میں پائے جانے والے اختلاف کا اجمالی تعارف اور اس کے اسباب میں سے چند کا بیان پیش خدمت ہے۔

یعنی اگر کوئی پوچھنے والا مصاحف میں موجود حروفِ زائدہ کے رسم مختلف ہونے کا سبب پوچھے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب قرآن کو مصاحف میں جمع کیا تو ان کے رسم میں لغتِ قریش کے اثر کو باقی رکھا اور ہر اس لغت کو ترک کر دیا جس میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبہا رضی اللہ عنہا کیلئے سہولت کا پہلو نہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ یہ حروف منزل من اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع و منقول ہیں اور بلا تکرار ایک مصحف میں ان کا جمع کرنا ممکن نہیں لہذا رسم میں چند تبدیلیوں کے ساتھ ان حروف کو مختلف مصاحف میں بایں طور جمع کیا کہ بعض میں کچھ حروف کا اضافہ ہوا اور بعض میں حذف۔ تاکہ امت ان حروف کو بعینہ اسی طرح محفوظ کر لے جس طرح یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے گئے۔ چنانچہ مختلف شہروں کے رسم میں اختلاف کا یہ سبب ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ارسال کردہ مصاحف جب مختلف شہروں میں پہنچے تو کسی نے اس کو اجنبی خیال نہیں کیا کیونکہ مصاحف موصول ہونے سے قبل بھی وہ وہی قراءات پڑھتے تھے جو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور خطِ مصحف کے موافق تھیں۔ اس مفہوم کو عبد الفتاح اسماعیل شلمی رحمہ اللہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”فلما وجهت اليهم المصاحف التي كتبها عثمان و كانت خالية من النقط والشكل قرأ اهل كل مصر مصحفهم على ما كانوا يقرءون قبل وصول المصاحف اليهم، و كانت قراءتهم متصلة السند بالصحابة الذين تلقوا عن الرسول.....إلى جانب أنها لا

تختلف مع خط المصحف“ ①

① رسم المصحف والاحتجاج به في القراءات: ص ۹۱

مصاحف کے رسم میں اختلاف کے اسباب بیان کرتے ہوئے عبدالوہاب حمودہ لکھتے ہیں۔

”فیرجع لعدة أمور:

۱.....إلى القراءات

۲.....لعلل معقولة، وحكم واضحة لهاصلة بجرس اللفظ

ولهجته وموسيقاه ونغمته.

۳.....إلى إجراه الوقف مجرى الوصل أو العكس.

۴.....قد يكون أثراً تاريخياً، وبقايا من ميراث الخط الذي

نقل عنه الخط العربي، وهو الخط الآرامى.

۵.....وقد يكون لا لعللة واضحة، ولا لوجه مفهوم، ①

یعنی رسم مصاحف میں اختلاف کے اسباب کی چند وجوہات ہیں جن میں پہلی: تو قراءات کی حفاظت، دوسری: معقول (لفظی) توجہیات جیسے کسی لفظ کی ادائیگی، آواز اور انداز قراءت تیسری: جملوں کو ملانے یا علیحدہ کرنے کے لحاظ سے وقف کا لحاظ۔ چوتھی: تاکہ یہ ایک تاریخی رسم ہو جو خط عربی جو درحقیقت خط آرامی ہے کی باقیات کا محافظ ثابت ہو۔ اور پانچویں تاکہ اس کے بعد رسم میں تبدیلی کے لیے کوئی وجہ باقی نہ رہے۔

اس بارے میں الجامع الازہر اور معاہدہ دینیہ کے سربراہ الشیخ محمد حسنین مخلوف

العدوی (م ۱۳۵۱ھ) کی کتاب عنوان البیان فی علوم التبیان میں سے ایک اقتباس

پیش خدمت ہے:

”إن هذا الاختلاف بين تلك المصاحف إنما هو اختلاف قراءات

فی لغة واحدة لا اختلاف لغات قصد بإثباته انفاذ ما وقع الاجماع

عليه..... وانما كتبت هذه في البعض بصورة وفي آخر باخرى
لانها لو كررت في كل مصحف لتوهم نزولها كذلك ، ولو
كتبت بصورة في الاصل وبأخرى في الحاشية لكان تحكما مع
ايهام التصحيح..... لا يؤدي الى تنازع او فتنة“ ①

یعنی مصاحف عثمانیہ کے مابین، مختلف لغات کے اختلاف کی بجائے دراصل
ایک ہی لغت کی مختلف جہات میں اختلاف ہے، اور یہ جہات بھی بلاد المسلمین میں مجمع علیہ
اور مشہور قراءات کے طور پر مشہور تھیں۔ (ان سب کی حفاظت کے پیش نظر) کچھ کو بعض
مصاحف میں لکھا گیا اور کچھ کو دوسرے مصاحف میں کیونکہ اگر ہر ایک مصحف میں ان کو تکرار
کے ساتھ لکھا جاتا تو ان کے نزول کے لحاظ سے کسی ایک کے تعین میں شک کا امکان باقی
رہتا۔ اسی طرح اگر ایک قراءت کو متن اور بقیہ قراءات کو حاشیہ میں لکھا جاتا تو بھی یہ شائبہ
ہو سکتا تھا کہ شاید یہ تصحیح کی گئی ہے۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظت کی غرض سے متواتر
قراءات کو چھ مصاحف میں پھیلا دیا اور ہر ایک مصحف کے ساتھ ایک عالم صحابی کو بھی روانہ
فرمادیا تاکہ ہر قسم کے تنازع اور فتنة کا سد باب ہو سکے۔

مذکورہ بالا اقتباس کی بنیاد پر یہ کہنا درست ہوگا کہ جملہ مصاحف عثمانیہ کے مابین پایا
جانے والا اختلاف حقیقی نہیں بلکہ صوری تھا جبکہ قراءات کا اختلاف صوری نہیں بلکہ حقیقی ہے:

”أن الخلاف الواقع في رسم بعض كلمات المصحف ليس

خلافاً حقيقياً بل هو خلاف صوري، أما الخلاف الواقع في

وجوه القراءات السبع فهو خلاف حقيقي“ ②

① الکردی: تاریخ القرآن: ص ۹۷

② نفس المصدر: ص ۹۵

بعض علماء و صوفیاء کے علاوہ ماہرین نحو و صرف نے رسم عثمانی اور رسم قیاسی کے مابین پائے جانے والے اختلافی کلمات کی تعلیلات بھی کی ہیں۔ یہ تمام تعلیلات غیر توقیفی ہیں اور رسم عثمانی کی تائید میں ہر ماہر و عالم نے اپنے مزاج اور فکر کے مطابق ان کے رموز اور علل بیان فرمائے ہیں۔ علامہ کر دی ان تعلیلات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ذکر العلماء تعلیلات متنوعة لبعض كلمات الرسم العثماني، غير أن هذه التعلیلات ما هي إلا قبيل الاستئناس والتلميح لأنها لم توضع إلا بعد انقراض الصحابة رضی اللہ عنہم، وهم قد كتبوا المصحف بهذا الرسم لحكمة لم نفهمها وإشارة لم ندر کہا من غير أن ينظروا إلى العلل النحوية أو الصرفية التي استنبطت بعدهم“ ①

یعنی علماء نے رسم عثمانی کے بعض کلمات کے بارے میں مختلف قسم کی تعلیلات بیان کی ہیں جو مانوسیت و تقدس کے سبب ہیں۔ یہ تمام تعلیلات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد بیان کی گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصحف کو رسم مذکور میں ایسی حکمتوں اور اشاروں کے ساتھ لکھا جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ان کا مقصود نحوی و صرفی علل ہرگز نہ تھیں جو کہ بعد میں تلاش کی گئیں۔ رسم عثمانی اور رسم قیاسی سے اس کے اختلافات کی اکثر حکمتیں اور رموز انسانی عقل سے بالا ہیں لیکن ان اختلافات اور رسم عثمانی کی خصوصیات نے بظاہر امت کے لئے فوائد کا ایک وسیع باب کھولا ہے۔ احمد کمال عادل مصاحف عثمانیہ کے امتیازات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”وقد امتازت المصاحف العثمانية بأنها: ۱. اقتصرت

على ما ثبت بالتواتر دون ما كانت روايته آحاداً.

..... ۲. أهملت ما نسخت تلاوته ولم يستقر في العرصة

الأخيرة..... ۳. رتبت السور والآيات على الوجه المعروف

الآن بخلاف صحف ابي بكر التي كانت مرتبة دون السور.

..... ۴. كتبت بطريقة جمعت وجوه القراءات المختلفة،

والأحرف التي نزل عليها القرآن..... ۵. جردت من كل ما

ليس قرآناً كالذي كان يكتبه بعض الصحابة في مصاحفه

الخاصة شرحاً لمعنى بياناً لناسخ أو منسوخ. ①

یعنی مصاحف عثمانیہ کی پہلی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اخبارِ آحاد کی بجائے وہی چیز شامل تھی جو تواتر سے ثابت تھی اور وہ مسموع من الرسول ﷺ تھی۔ دوسری خصوصیت یہ کہ مصاحف میں عرضہٴ اخیرہ کی منسوخ التلاوة آیات کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ تیسری خصوصیت یہ کہ اس میں سورتوں اور آیات کی ترتیب رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ترتیب کے ساتھ لکھا گیا۔ چوتھی خصوصیت یہ کہ ان مصاحف میں ایسا طرزِ کتابت اختیار کیا گیا جس میں مختلف قراءات سما سکیں۔ پانچویں خصوصیت یہ کہ ان مصاحف کو ہر اُس چیز سے مجرد اور خالی رکھا گیا جو قرآن نہیں تھی۔ جیسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے مخصوص مصاحف میں بعض الفاظ کی تشریح یا ناسخ و منسوخ کی نشاندہی کیلئے حواشی لکھ رکھے تھے۔ یہ حقیقت بہر حال مسلمہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ میں روار کھے گئے اختلافات اُمت کے اجتماع کے لئے مفید ثابت ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیش بینی نے اُمت کو مزید منتشر و منقسم ہونے سے محفوظ رکھا۔

رسم عثمانی اور اس کے اختلافات کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس کی بنیاد روایت پر ہے اور روایت میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک طرح سے ناگزیر ہے۔

یہاں بھی اختلافِ روایات موجود ہے۔ کتبِ علمِ الرسم میں مصاحفِ عثمانیہ یا مصاحفِ امصار میں طریقِ ہجاء و املاء کے اختلافات کو بیان کرتے وقت عموماً یہ وضاحت کر دی جاتی ہے کہ اب ہمارے ہاں فلاں صورت پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً علامہ المارغنی نے اہل تیونس کے معمول بہ قواعد پر اپنی بحث کا مدار رکھا ہے۔ کلمات میں اختلافِ رسم میں سے کسی وجہ کو راجح قرار دینے میں بھی علماءِ رسم کے اصولِ ترجیح مختلف ہیں، مثلاً: مصری، سعودی اور شامی علماء علامہ الدانی کے مقابلے پر اس کے شاگرد ابو داؤد کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر لیبیا والے ابو داؤد کے مقابلے میں الدانی کے قول کو راجح مانتے ہیں۔ ①

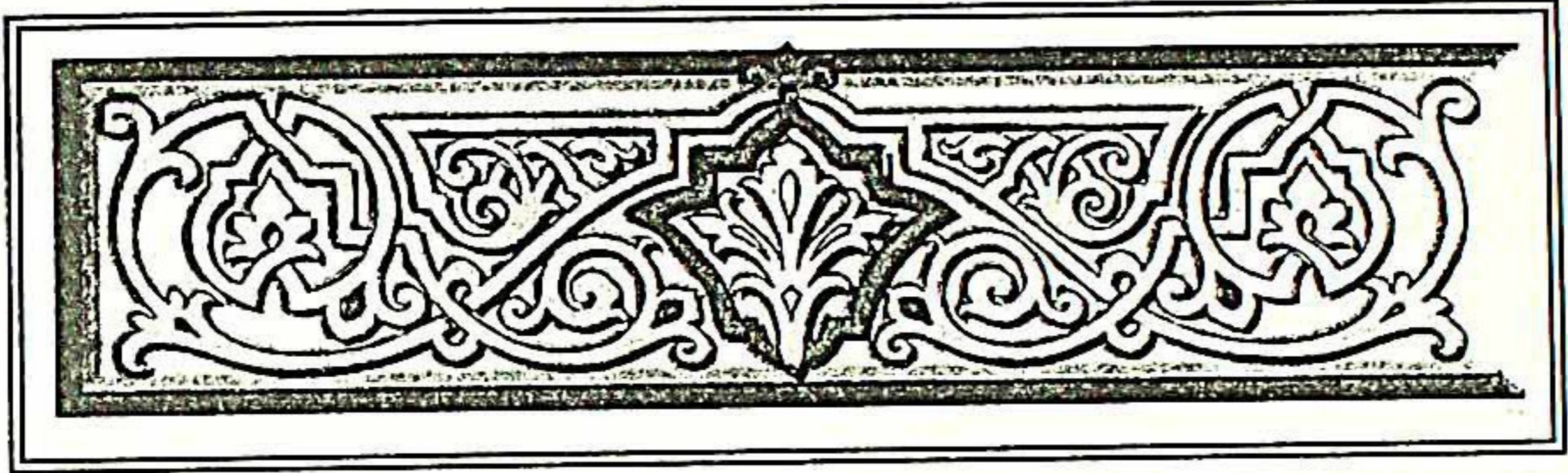
جنوب ایشیائی ممالک میں عموماً اور مملکتِ پاکستان میں خصوصاً علمِ الرسم کا اجراء و احیاء وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ پاکستان میں حکومت اور ناشرینِ قرآن ہر دور رسمِ عثمانی کی حقیقت اور رموز و فوائد سے بے خبر ہیں۔ جس کی بنیاد پر عرب ممالک اپنے قواعدِ ضبط کے مخالف مطبوعہ صحفِ اپنی مملکت میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں علمِ الرسمِ العثماني کو بحیثیت موضوع اور فن متعارف کروایا جائے اور اس کے ماہرین پیدا کرنے کا مناسب اور فوری انتظام کیا جائے۔ ماہرین فن اور قراء کی ایک مجلس قائم کی جائے جو علمِ الرسم کے قواعد کی روشنی میں متفق علیہ اور مختلف فیہ کلمات کی علیحدہ علیحدہ فہارس تیار کرے۔ مذکورہ کمیٹی اپنی نگرانی میں ایک نمونہ صحف تیار کروائے جس میں کم از کم متفق علیہ امور کی خلاف ورزی ہرگز نہ ہو اور مختلف فیہ کلمات کی مروی دو یا تین صورتوں میں سے ہی کسی ایک کو لازمی قرار دیا جائے اور دیگر مصاحف کی تیاری کیلئے اسی کو مثال و نمونہ بنایا جائے ②۔

① منقول از: قرآن و سنت چند مباحث (۱): ص ۸۷ و ۸۸

② ملخص از: مرجع سابق

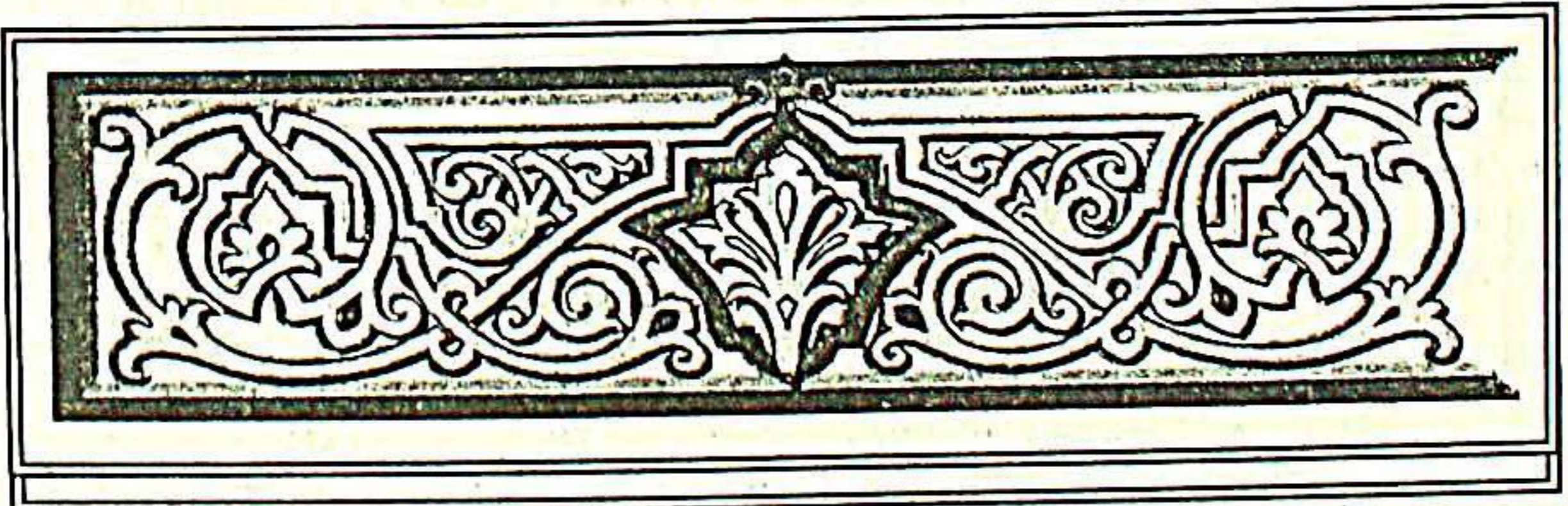
۱۰۰
 این کتاب در بیان فضائل ائمه کرام علیهم السلام است
 و در بیان مناقب و کمالات آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است

در بیان احوال و حال آن بزرگواران است
 و در بیان احوال و حال آن بزرگواران است



فصل سوم

رسم مصحف اور اختلاف قراءات



ایک سے زائد مصاحف کی تیاری کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ تمام متواتر قراءات بھی محفوظ ہو سکیں۔ لہذا تمام مصاحف عثمانیہ میں جملہ متواتر قراءات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا جو کہ دور عثمانی میں نزاع مابین المسلمین کا سبب اور جمع عثمانی کا بنیادی محرک تھا۔ قرآن حکیم کی نص اور اس کے الفاظ کی طرح اس کی قراءات بھی منجانب اللہ ہیں۔ ابن مجاہد کی تصریح کے مطابق قراءۃ کے سنت ہونے کے متعلق روایات: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ، عمر بن عبدالعزیز اور عامر الشعمی سے منقول ہیں ①۔ امام ابو عبیدروایت بیان کرتے ہیں:

”عن خارجه بن زيد أن زيد بن ثابت قال: القراءۃ سنة“ ②

ڈاکٹر سید احمد خلیل، قراءات کے توفیقی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

”..... كل قراءۃ تلقاها المسلمون الأولون عن الرسول كما تلقاها

الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن ربه“ ③

ڈاکٹر محمد الحبش قراءات کی حجیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

① ابن مجاہد ابو بکر احمد بن موسیٰ بن العباس البغدادی (م ۳۲۴ھ): کتاب السبعة فی القراءات:

ص ۵۰۳ و ۵۰۹، دار المعارف، مصر، ۱۹۷۲، تحقیق: د۔ شوقی ضیف

② مرجع سابق

③ الدکتور السید احمد خلیل: دراسات فی القرآن: ص ۹۴، دار المعارف، مصر، س۔ ن۔

”اس طرح ساری متواتر قراءات نبی ﷺ کی قراءات ہیں..... ائمہ قراءات کا اس میں کوئی اجتہاد نہیں ہے اور نہ ان کو کسی کی نص (Text) میں کسی قسم کے تصرف اور تحکم کا کوئی اختیار ہے۔ ان کا کام صرف روایت کی صحت اور ضبط اور اس کی توثیق کی حد تک محدود ہے“۔ ①۔

پھر وہ بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

”آج یہ کہنا ممکن ہے کہ ابن مجاہدؒ کی ان کوششوں نے جن کو ابن الجزریؒ نے بعد میں کمال تک پہنچایا، اس جدال کا خاتمہ کر دیا جو مقبول اور مردود قراءتوں کے بارے میں جاری تھا۔ سب مقبول قراءتیں ان سات قراءتوں میں محصور ہو گئیں جن کو ابن مجاہدؒ نے اختیار کیا تھا اور تین وہ جن کے ذریعہ ابن الجزریؒ نے ان کو مکمل کر کے دس کر دیا“۔ ②۔

مندرجہ بالا اقوال سے قراءات کے مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ سے مشافہتہ اور مسلسل سند کے ذریعے امت تک پہنچی ہیں اور ان میں موجود اختلاف بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت و منقول ہے۔ لیکن مستشرقین نے کم علمی کی بنیاد پر قراءات کے اختلاف کو رسم مصحف پر محمول کیا ہے، کہ قراءات کا اختلاف دراصل رسم کے نقاط و حرکات سے خالی ہونے کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ مشہور مستشرقین گولڈزیہر (Gold Zhir) نے اپنی کتاب مذاہب التفسیر الاسلامیہ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے:

”والقسم الاکبر من هذه القراءات يرجع السبب فی ظهوره

① الدکتور محمد الحبش: القراءات المتواترة وأثرها فی الرسم العثماني والأحكام الشرعية:

ص ۲۶، ط ۱، دار الفکر المعاصر، دمشق، ۱۹۹۹ء۔ بحوالہ: ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد 56، شمارہ: 21

② مرجع سابق

إلى خاصية الخط العربي؛ فإن من خصائصه أن الرسم الواحد للكلمة الواحدة قد يقرأ بأشكال مختلفة؛ تبعاً للنقط فوق الحروف أو تحتها، كما أن عدم وجود الحركات النحوية، وفقدان الشكل في الخط العربي، يمكن أن يجعل للكلمة حالات مختلفة من ناحية موقعها من الأعراب، فهذه التكميلات للرسم الكتابي، ثم هذه الاختلافات في الحركات والشكل، كل ذلك كان السبب الأول لظهور حركة القراءات فيما أهمل نقطه أو شكله من القرآن“ ①

گولڈزیہر نے اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے چند قرآنی الفاظ کی مثالیں بیان کی ہیں۔ موصوف کے نزدیک نقاط سے مصاحف کے خالی ہونے کی وجہ سے قراء کے مابین مندرجہ ذیل الفاظ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ مثلاً: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْكُبُونَ﴾ ②۔ گولڈزیہر نے اس میں دوسرا احتمال ﴿تسكثرون﴾ کا بیان کیا ہے لیکن قراءات اربع عشرہ میں سے یہ کوئی قراءت نہیں ③۔ سورہ برآة میں ﴿عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَوَعَدَهَا إِيَّاهُ﴾ ④ میں حماد کی ایک غریب قراءت ﴿أباه﴾ کا احتمال بیان کیا ہے، لیکن اربع عشرہ قراءات میں یہ شامل نہیں ⑤۔

گولڈزیہر کے نزدیک خط عربی میں تشکیل و تعریب کا نظام نہ ہونے اور نحوی

① مذاہب التفسیر الاسلامیة: ص ۴

② الاعراف: ۴۸

③ ملاحظہ ہو: الدمیاطی: إتحاف فضلاء البشر: ۲۲۵

④ التوبة: ۱۱۳

⑤ إتحاف فضلاء البشر: ۲۲۵

حرکات کی عدم موجودگی کی وجہ سے بھی قراءات میں اختلاف واقع ہوا ہے ①۔
 مثلاً: ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ ②۔ اس میں مزید دو (۲) قراءات ہیں:
 ﴿وَمِنْ عِنْدِهِ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ اور ﴿وَمِنْ عِنْدِهِ عِلْمَ الْكِتَابِ﴾ ③۔
 انسائیکلو پیڈیا انکارٹا (Encarta) کا مضمون نگار ڈاکٹر اسماعیل
 کے۔ پونا والا (Ismail K. Poonawala) بھی Qur'an آرٹیکل کے تحت،
 تقریباً اسی موقف کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتا ہے:

"some words could be read in different ways because
 the earliest copies of the Qur'an were transcribed
 without symbols to represent certain vowels". ④

آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) نے مقدمۃ المصاحف میں گولڈزیہر
 کی اسی رائے کو بنیاد بنایا ہے اور لفظ ﴿يَعْلَمُهُ﴾ کی مثال بیان کرتے ہوئے اس کی ممکنہ
 صورتیں ذکر کی ہیں: ﴿يُعَلِّمُهُ﴾، ﴿نُعَلِّمُهُ﴾، ﴿تُعَلِّمُهُ﴾ اور ﴿بِعَلْمِهِ﴾ ⑤۔
 گولڈزیہر اور آرتھر جیفری کی پیروی میں مصری محقق ڈاکٹر علی عبدالواحد وانی نے بھی اسی
 رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

① المذاهب الاسلامیة: ص ۲

② الرعد: ۴۳

③ الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص ۲۷۰

④ ملاحظہ ہو:

Cd version: Microsoft Encarta,

One Microsoft Way Redmond, WA 98052-6399, U.S.A. Product

ID: 70132-442-0736642-49278 Version: 13.0.0.0531

⑤ آرتھر جیفری: کتاب المصاحف: مقدمۃ: ص ۷، ط ۱، المطبعة الرحمانیة، مصر، ۱۹۳۶ء، ۱۳۵۵ھ

”یزجع بعض مظاهر الاختلاف في قراءات القرآن إلى اختلافهم

في قراءة الكلمة حسب رسمها في المصحف العثماني، فقد

كان الرسم مجرداً من الإعجام والشكل، ولذلك كان يمكن

قراءة بعض الكلمات على وجوه مختلفة“ ①

اگر مصاحف عثمانیہ کا تجسیم و تنقیط سے مجرد ہونا ہی قراءات کے اختلاف کا سبب

ہے تو اہل عرب کے اشعار میں بھی کئی ایسے احتمالات موجود ہیں جیسا کہ امام اصمعی، ابو عمرو کا

ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عمرو نے مندرجہ ذیل شعر شعبہ کو سنایا:

فما جنبوا أنا نشد عليهم ولكن رأوا ناراً يحش وتسقع

ابو عمرو کہتے ہیں کہ میں نے یہ شعر شعبہ کو سنایا تو انہوں نے کہا ((ويلك! إنما هي تحس

وتسقع))۔ لیکن امام اصمعی کہتے ہیں کہ ((قد أصاب ابو عمرو: إن معنى تحش

توقد، وقد أصاب شعبة ايضاً)) ②۔ اگر مذکورہ شعر میں لفظ ﴿تحس﴾

اور ﴿تحش﴾ دونوں روایتیں درست ہیں تو ﴿فتثبتوا اور فتبينوا﴾ کیوں درست نہیں؟

اگر غور کیا جائے تو قرآنی رسم کو اختلاف قراءات کی بنیاد قرار دینا کسی طور بھی

درست معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً لفظ ﴿مَلِكِ﴾ ③ سورہ فاتحہ میں دونوں قراءات ﴿مَلِكِ﴾

اور ﴿مَلِكِ﴾ موجود ہیں لیکن ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ ④ میں کسی نے بھی ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾

نہیں پڑھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات کا اختلاف رسم کے نقط و اعجام سے خالی

ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اسی طرح ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ⑤ میں کسی سے

① علی عبدالواحد وانی، الدكتور: فقه اللغة: ص ۱۱۹، ط ۱، مصر، س۔ ن

② رسم المصحف والاحتجاج به في القراءات: ص ۲۶

③ الفاتحة: ۳ ④ الناس: ۲ ⑤ البقرة: ۲

﴿ لَا زَيْتَ فِيهِ ﴾ منقول نہیں۔ اسی طرح ﴿ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ میں ﴿ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ ﴾ کا احتمال موجود ہے لیکن کسی سے امام سے تواتر کے ساتھ ایسا منقول نہیں۔

بہت سے الفاظ قرآنی ایسے ہیں جن کا رسم ان میں مزید قراءات کا احتمال محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ لغت بھی درست ہیں اور اہل عرب ان کو اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کسی قراءۃ میں نہیں پڑھے جاتے۔ مثلاً: ﴿ وَقُرْآنَا فَرَقْنَا لِتَفْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ ① ﴾ میں قراء کا اجماع ہے کہ لفظ ﴿ مُكْثٍ ﴾ ہمیشہ میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے حالانکہ لغت ہمیں ضمہ کے علاوہ فتح اور کسرہ کی بھی اجازت دیتی ہے۔ لیکن قراء اربعہ عشر میں کسی نے اس کو فتح اور کسرہ کے ساتھ نہیں پڑھا۔ ②

حقیقت یہ ہے کہ رسم مصحف روایت و نقل کے تابع ہے جبکہ قراءۃ منقولہ کی بنیاد مشافہت اور حفظ ہے۔ قراءات کے اختلاف کا سبب رسم کا نقاط و حرکات سے مجرد ہونا نہیں بلکہ ان کی تلاوت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور صحابہ اپنے اپنے علاقہ میں انہی قراءات کی تلاوت فرمایا کرتے اور اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ قراءات کا معیار کبھی بھی صرف عربی خط یا رسم مصحف نہیں رہا بلکہ اس کی بنیاد حفظ، مشافہت اور تلقی من الشیخ ہے:

”..... فالقراءات مأخوذة من النبی ﷺ مشافہة وسماعاً

ولیست مستخرجة من رسم المصحف“ ③

① بنی اسرائیل: ۱۰۶

② رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراءات: ص ۳۵

③ الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۱۳

چنانچہ اسی کی بنیاد پر علماءِ قراءات نے صحتِ قراءۃ کیلئے بطور ضابطہ تین شرائط مقرر کی ہیں جن میں سے کسی ایک کے فقدان کے ساتھ وہ روایت درجہٴ صحت سے خارج ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن الجزریؒ لکھتے ہیں:

”کل قراءۃ وافقت العربیۃ ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف

العثمانیۃ ولو احتمالاً وصح سندھا فہی القراءۃ الصحیحۃ التی

لا یجوز ردھا ولا یحل إنکارھا“ ①

یعنی ہر وہ قراءۃ جو عربیت کے موافق ہو، مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی مصحف کے مطابق ہو اگرچہ اس میں دوسری قراءۃ کا احتمال موجود ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءۃ صحیحہ ہے جس کا رد یا انکار کرنا جائز نہیں۔

قراءاتِ صحیحہ کے ارکانِ ثلاثہ: صحتِ سند، موافقتِ خطِ مصاحفِ عثمانیہ اور موافقتِ عربیت میں سے رکنِ ثانی یعنی موافقتِ خطِ مصاحفِ عثمانیہ پر بحث ہمارا مقصود ہے تاکہ رسم اور قراءات کے مابین تعلق کی وضاحت ہو سکے۔

قراءات کے ارکانِ ثلاثہ میں رسمِ عثمانی کا مقام:

مختلف علاقوں کی طرف ارسال کردہ مصاحفِ عثمانیہ، قراءۃ عامہ مشہورہ پر لکھے گئے ② اور ان کو نقط و اعجام سے مبرا رکھا گیا تاکہ ایک سے زائد قراءات کا احتمال باقی رہ سکے۔ اہل علاقہ کو یہ حکم دیا گیا کہ خطِ مصحف کے خلاف ہر قراءۃ کو ترک کر دیا جائے۔ لہذا اس بنیاد پر خطِ مصاحف، صحتِ قراءۃ کیلئے رکنِ ثانی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ تمام قراءات کا

① النشر فی القراءات العشر: ۱۵۱

② غانم: رسم المصحف: ص ۲۴۲

اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ واجب ترک ہے جو خطِ مصحف کے خلاف ہو:

”اجتمع القراء علی ترک کل قراءۃ تخالف المصحف“ ①

امام ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)، تاویل مشکل القرآن میں جائز قراءات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کل ما کان منها موافقاً لمصحفنا غیر خارج عن رسم کتابہ

جاز لنا أن نقرأ به، وليس لنا ذلك فيما خالفه“ ②

یعنی جو ہمارے مصحف کے مطابق اور اس کے رسم سے خارج نہ ہو، اس قراءۃ کا پڑھنا ہمارے لیے جائز ہے اور ہمارے لیے اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس طرح عبداللہ بن ابی داؤد کا قول ہے:

”لا نرى ان نقرأ القرآن إلا لمصحف عثمان الذي اجتمع عليه أصحاب

النبي ﷺ، فإن قرأ إنسان بخلافه في الصلوة أمرته بالاعادة“ ③

یعنی ہمارے خیال میں ہمیں مصحف عثمان ﷺ کے مطابق قرآن پڑھنا چاہیے جس پر اصحاب نبی کا اجماع ہوا۔ لہذا اگر کوئی انسان مصحف عثمان ﷺ کے خلاف نماز میں کوئی قراءۃ پڑھتا ہے تو اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جائیگا۔

امام زجاج مصحف کے مخالف قراءۃ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے: **إِنْ**

يُمْسَسُنْكُمْ ④ کی مثال بیان کرنے کے بعد فرمایا:

① محمد بن القاسم بن بشار ابوبکر الانباری (۲۷۱-۳۲۸ھ): کتاب ایضاح الوقف والابتداء فی

کتاب اللہ عزوجل: ۲۸۲/۱، مجمع اللغة العربیة، دمشق، ۱۹۷۱ء، تحقیق: محی الدین عبدالرحمن رمضان

② ابن قتیبہ الدینوری تاویل مشکل القرآن: دار احیاء الکتب العربیة، قاہرہ، ۱۹۵۴ء، تحقیق: السید احمد صقر

③ کتاب المصاحف: ص ۶۴

④ آل عمران: ۱۴۰

”لو قرئت ((أن یمسککم)) کان صواباً ، ولكن لا تقرأ به

لمخالفتہ للمصحف ، ولان القراءة سنة“ ①

شاذ قراءات کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ چونکہ وہ رسم عثمانی میں نہیں ہے اس وجہ سے اُن کو شاذ کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ عبدالفتاح السمعیل شلبی کی رائے ہے کہ:

”هذا الرسم الذي أجمعت عليه الأمة..... وهو حجة على القارئین

والمقرئین إلى يوم الدين ، وأصبحت القراءة بما خالف الرسم وإن

وافق العربية وصح سنده __ كالذي جاء في مصاحف الصحابة

والتابعین __ شاذة لكونها شذت عن رسم المصحف الإمام المجمع

عليه ، فلا تجوز القراءة بها لا في الصلوة ولا في غيرها“ ②

یعنی یہ رسم جس پر امت کا اجماع واقع ہے، کی پیروی کرنا قراءات کے معلم و متعلم پر

تاقیامت ضروری ہے، اور رسم مذکور کے مخالف ہر قراءت اگرچہ وہ عربیت کے موافق اور سنداً

صحیح بھی ہو، جیسا کہ بعض صحابہ اور تابعین کے مصاحف میں مندرج تھیں، شاذ کہلائے گی

کیونکہ یہ حضرت عثمان کے رسم مصحف سے شاذ ہے۔ ایسی قراءت کا نماز اور اس کے علاوہ

پڑھنا جائز نہیں۔

مکی بن ابی طالب القیسی خط مصحف کی مخالفت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فهذا لا يجوز اليوم لأحد أن يقرأ به ، لأنه إنما نقل إلينا بخبر

الواحد عن الواحد ولا يُقطع على صحة ذلك ، ولا على غيبه

وهو مخالف لخط المصحف الذي عليه الإجماع . فخط

① غانم قدوری: رسم المصحف: ص ۶۳۷

② رسم المصحف والاحتجاج به في القراءات: ص ۱۱

المصحف أولى لأنه يقين، والخبر غير يقين، فلا يحسن أن

ينتقل عن اليقين إلى غير اليقين“ ①

مذکورہ اقوال سے قراءات کی قبولیت یا تردید کے سلسلہ میں خطِ مصحف کی مطابقت کی قوت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی تناظر میں محمد بن احمد بن ایوب المعروف ابن شنبوذ (م ۳۲۸ھ) کے موقف کی بھی تردید ہوتی ہے جو قراءۃ کی قبولیت میں رسمِ مصحف کو ضروری خیال نہیں کرتے۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

”کان یری جواز القراءۃ بما صح سندہ وإن خالف رسم المصحف“ ②

اسی طرح ابن شنبوذ نے مصحفِ ابی بن کعب، مصحفِ ابن مسعود اور احادیث سے

ثابت قراءات کے جواز کا فتویٰ دیا ③۔

لیکن ابن الندیم (صاحب الفہرست) نے ابن شنبوذ کے رجوع کو بیان کیا

ہے۔ ابن ندیم کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”يقول محمد بن احمد بن ايوب ، قد كنت أقرأ حروفاً تخالف

مصحف عثمان المجمع عليه، والذي اتفق عليه اصحاب رسول

الله ﷺ. على قراءته، ثم بان لي ان ذلك خطأ، وانا منه تائب

وعنه مقلع، وإلى الله جل اسمه منه بريء، اذ كان مصحف

عثمان هو الحق الذي لا يجوز خلافه، ولا يقرأ غيره“ ④

① الابانۃ عن معانی القراءات: ص ۹۷

② لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۱۰۵/۱

③ الذہبی: معرفۃ القراء: ۲۲۲/۱..... ابن الجزری: غایۃ النہایۃ: ۵۴۲/۲

④ الفہرست: ص ۳۲؛ غانم: رسم المصحف: ۶۳۸

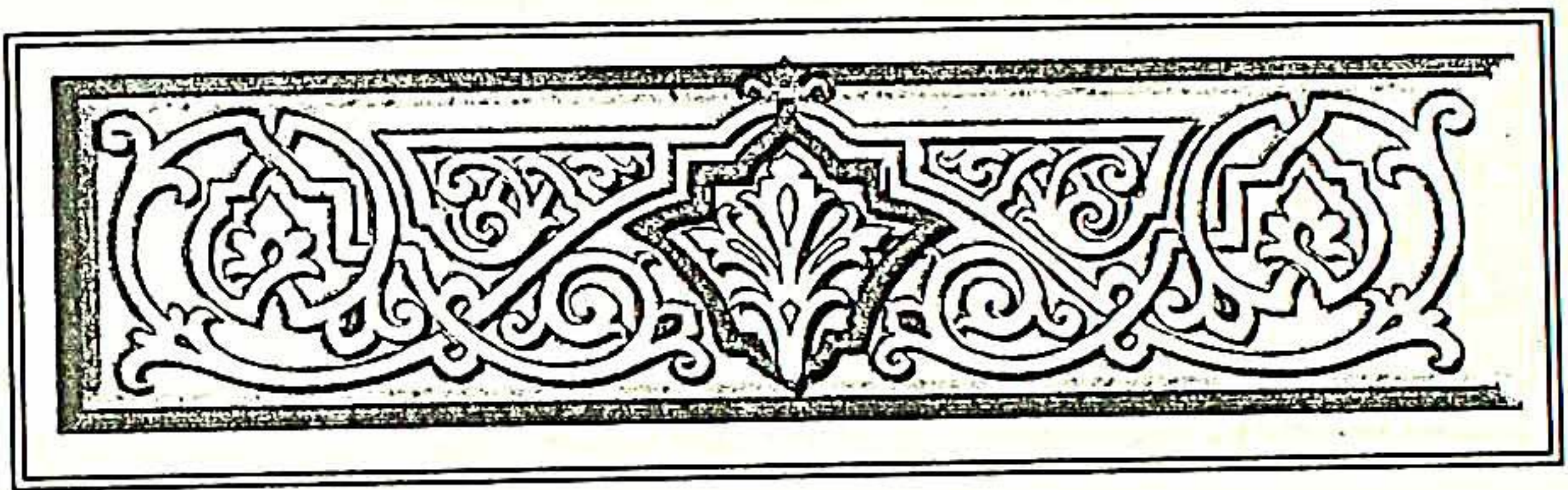
یعنی ابن شنبوذ کے الفاظ ہیں کہ میں مصحف عثمان رضی اللہ عنہ، جس پر اجماع واقع ہو چکا ہے اور جس پر اصحاب پیغمبر متفق تھے، کے مخالف حروف کی قراءت کرتا تھا۔ پھر میرے لیے یہ واضح ہوا کہ یہ خطا تھی۔ اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ کا نام ہی بزرگی والا ہے اور ہر خطا سے بری ہے۔ کیونکہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہی حق تھا اس کے خلاف یا اس کے علاوہ دیگر قراءتے جائز نہیں۔

لہذا تمام قراءتوں کا اس پر اجماع ہے کہ مصاحف عثمانیہ کے خط کے مخالف ہر قراءت شاذ ہے اور اس کا پڑھنا جائز نہیں اور نماز میں کسی شاذ قراءت کی تلاوت کرنے والے کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جائیگا۔ یہ تمام خصائص رسم عثمانی کی اہمیت اس حد تک بڑھا دیتے ہیں کہ علوم قرآنیہ میں اہم و بنیاد ہونے کے لحاظ سے کسی ذی شعور انسان کیلئے اس کے انکار کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

باب چہار

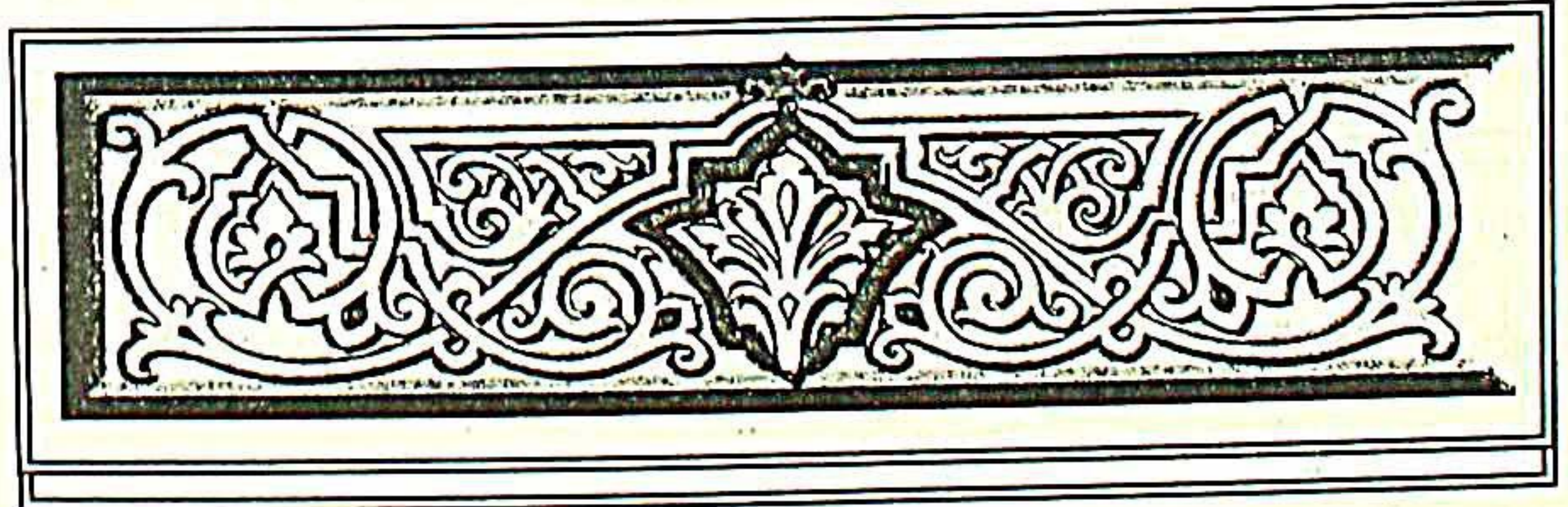
رسم عثمانی کے رموز و قواعد

اور ان کا نشو و ارتقاء



فصل اول

رسم عثمانی کے قواعد



اگرچہ عربی رسم الخط بھی دیگر خطوط کی طرح ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا موجودہ دور میں ایک مکمل رسم الخط کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اسی ارتقاء کی بدولت چودہ صدیاں قبل کارسم قرآنی، دور حاضر کے عربی رسم الخط سے چنداں مختلف نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جدید قواعد عربیہ اور اس کے رسم الخط کی یہ ترقی رسم عثمانی کی بدولت ہے۔ غانم قدوری الحمد لکھتے ہیں:

”وظلت قواعد الرسم العثماني هي العمود الأساسي في قواعد

الهجاء العربي التي وضعها علماء العربية“ ①

پہلے باب میں رسم قیاسی اور رسم اصطلاحی یا عثمانی کے مابین فرق و اختلاف کی تفصیل گزر چکی ہے۔ فصل ہذا میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کن خصوصیات کی بنا پر، مصاحف عثمانیہ کا رسم، رسم قیاسی یا قواعد عامہ سے مختلف ہوا؟ ان خصوصیات کو ائمہ نے قواعد رسم کا نام دیا۔ یہ قواعد چھ ہیں۔ علامہ سیوطی نے قواعد رسم کو یوں بیان فرمایا ہے:

”وسنحصر أمر الرسم في: الحذف، والزيادة، والهمز، والبدل،

والفصل، وما فيه قراءتان فكتب علي إحداهما“ ②

قواعد دستہ کو علامہ کردی نے الشیخ محمد العاقب الشنقیطی کے حوالہ سے ان

الفاظ میں نقل کیا ہے:

① رسم المصحف دراسة لغوية نحوية: ص ۲۲۲

② الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰..... السیوطی: الاقنان: ۲/۱۳۷

الرسم فی بیت قواعد استقل حذف، زیادۃ، وهمز، وبدل
وما أتى بالوصل أو بالفصل موافقا للفظ أو للأصل
وذو قراءتين مما قد شہر فیہ علی إحداهما قد اقتصر ①

۱- حذف ۲- زیادت ۳- ہمز
۳- بدل ۵- وصل و فصل ۶- ایک سے زائد متواتر قراءات کا احتمال

قواعد مذکورہ کی تفصیل سے قبل ان کے متعلق ایک وضاحت سے واقفیت ضروری ہے کہ کسی بھی لفظ کو لکھنے کیلئے مستعمل خط میں دو طرح کے احتمالات ہوتے ہیں: اول کہ وہ خط لفظ کی جہت کو گھیرے ہوئے ہو یعنی اس کو ایک ہی طریق پر لکھنا ممکن ہو اور اس کے علاوہ کسی اور صورت میں اس کے لکھنے کا احتمال موجود نہ ہو۔ اس صورت میں اس لفظ کی ہیئت مخصوصہ کے خلاف تلفظ کرنے والا اس خط اور رسم کی مخالفت کرنے والا شمار ہوگا۔ دوم کہ وہ خط جہت لفظ کو گھیرے ہوئے نہ ہو بلکہ اس کو دیگر صورتوں میں بھی لکھنا ممکن ہو لیکن مصحف میں کسی ایک طریق پر لکھا گیا ہو۔ مصحف میں مذکور صورت کتابت کے مطابق تلفظ کرنے والے کو تحقیقاً اور اس کے خلاف دوسری طرح تلفظ کرنے والے کو تقدیراً رسم کی موافقت کرنے والا کہا جاتا ہے۔ ②

متقدمین علماء رسم نے رسم عثمانی کے قواعد کو تفصیلاً بیان کیا ہے لیکن جملہ اصول کو بین العبارات اور بغیر عنوان نقل کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ قواعدِ سنہ اور ان کے ذیلی اصول و فروع کو کسی عنوان کے تحت رقم کیا جائے تاکہ رسم قرآنی میں شامل ان قواعد کی وضاحت اور تفہیم میں آسانی پیدا ہو سکے۔ و ما توفیقی الا باللہ ۱۲

① تاریخ القرآن: ص ۹۳

② طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۹۲

قاعدہ اول حذف:

قاعدہ حذف کا مفہوم یہ ہے کہ رسم عثمانی میں حروفِ علت (و۔ الف۔ ی) یا کسی دوسرے حرف کو غیر قیاسی طور پر حذف کیا گیا ہو جبکہ عام عربی رسم الخط میں ایسا نہیں ①۔ شیخ ابراہیم احمد المارغنی التونسی حذف کی تعریف میں لکھتے ہیں:

”ومعنى الحذف: الإسقاط والإزالة.....والذى يحذف غالباً فى المصاحف من حروف الهجاء ثلاثة: الألف والواو والياء المديتان وهى التى تزداد أيضاً، وإنما اختصت هذه الأحرف بالحذف غالباً لكثرة دورها.“ ②

یعنی حذف کا معنی اسقاط اور ازالہ ہیں۔ (اصطلاحاً اس سے مراد) وہ حرف ہے جو حروفِ ہجاء میں سے مصاحف میں محذوف ہے۔ یہ اکثر تین ہیں: الف، واو اور یاء ممدودات۔ یہ زیادہ بھی کئے جاتے ہیں۔ ان کے کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو خاص کیا گیا ہے۔ علامہ طاہر رحیمیؒ نے احتمالِ قراءتین کے علاوہ حذف، بدل، زیادت اور وصل و فصل ہر ایک کو بنیادی طور پر تین قسموں (۱..... تحقیقی اتقائی، ۲..... احتمالی اتقائی اور ۳..... احتمالی اختلافی) میں ترتیب دیا ہے، جن میں سے ہر ایک کی تفصیل قاعدہ کے تحت درج کی جاتی ہے۔ قاعدہ حذف کی حسب ذیل تین صورتیں ہیں:

1... حذف تحقیقی اتقائی: اگر حرف رسم سے بھی محذوف ہو اور تلفظ بھی بالاتفاق

① ابو ہشام: قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۹۷، ط ۱، الہدیٰ انٹرنیشنل، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

② شیخ ابراہیم بن احمد المارغنی التونسی: دلیل الحیران علیٰ مورد الظمان فی فنی الرسم

والضبط: ص ۲۷، ط ۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۳۱۵ھ/۱۹۹۵ء

حذف ہی سے ہو تو اس کو حذفِ تحقیقی اتفاقی کہا جاتا ہے۔ جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ میں بِاسْمِ کا ہمزہ نہ رسم میں اور نہ ہی کسی قراءت میں۔ ①

2... حذفِ احتمالی اتفاقی: حرفِ رسم سے تو محذوف ہو لیکن تلفظ میں بالاتفاق ثابت ہو۔ ایسی صورت کو حذفِ احتمالی اتفاقی کہا جاتا ہے۔ جیسے: الرَّحْمٰن میں الف کا رسم نہیں لیکن تمام قراءت میں الف پڑھا جاتا ہے۔

3... حذفِ احتمالی اختلافی: حرفِ رسم سے محذوف ہو لیکن اس کے تلفظ میں قراء کے مابین اختلاف پایا جائے۔ مثلاً: وَاتَّقُوْنَ (البقرة) میں یائے متکلم رسماً محذوف ہے لیکن ابو عمرو، ابو جعفر اور یعقوبؒ اس میں یاء کو ثابت رکھتے ہیں جبکہ باقی حضرات رسم کے مطابق حذف کرتے ہیں۔ ②

صاحبِ دلیل الحیران، قاعدہٴ حذف کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ اُن کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

”.....الحذف الواقع في المصاحف ثلاثة أقسام: حذف إشارة وحذف اختصار وحذف اقتصار. أما حذف الإشارة: فهو ما يكون موافقاً لبعض القراءات نحو ﴿وَإِذْ وَعَدْنَا﴾ ③..... فحذفت الألف في الخط إشارة لقراءة الحذف..... وأما حذف الاختصار (أى التقليل): فهو ما لا يختص بكلمة دون مماثلها فيصدق بما تكرر من الكلمات وما

① طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۹۲

② مرجع سابق

③ البقرة: ۵۱

لم يتكرر منها كالعلمين، وأما حذف الاقتصار: فهو ما اختص

بكلمة أو كلمات دون نظائرها ك﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ﴾. وربما

جامع القسم الاوّل من القسمين الأخيرين“ ①.

یعنی مصاحف میں حذف تین اقسام پر واقع ہوا ہے:

حذف اشارۃ: جو بعض قراءات کے موافق ہو جیسے: ﴿وَإِذْ وَعَدْنَا﴾ میں الف کا حذف
حذف کی قراءۃ کی طرف اشارہ ہے۔

حذف اختصار: ایسا حذف جو کسی کلمہ کے ساتھ خاص نہ ہو عام ہے کہ وہ کلمات مکرر ہوں یا
غیر مکرر جیسے: العلمین۔

حذف اقتصار: جو کلمہ کے ساتھ اپنی نظائر کے علاوہ خاص ہو جیسے: وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ ②۔

چونکہ قاعدہ حذف میں بعض حروف ہجاء کا حذف ہوتا ہے اس اعتبار سے قاعدہ

حذف کو چار اقسام میں منقسم کیا جاسکتا ہے:

حذف الیاء

حذف الالف

حذف اللام

حذف الواو

مذکورہ اقسام کا تفصیلی جدول پیش خدمت ہے:

حذف الالف: ③

بعض مقامات جہاں الف ہونا چاہیے وہاں مصاحف عثمانیہ میں الف کو حذف کر

دیا گیا ہے۔ علماء رسم کے ذکر کردہ اس اصول حذف کے تفصیلی مطالعہ سے اس کی مندرجہ

ذیل اقسام سامنے آتی ہیں:

② الرعد: ۲۲

① دلیل الحجر ان: ص ۲۷

③ حذف الف کے متعلق تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو: دلیل الحجر ان: ص ۲۶ تا ص ۱۲۲

شمار	حذف الالف کی جملہ اقسام	امثلہ
1	اختصار کیلئے الف کا حذف: قیاسِ الملائی کے تقاضا کے مطابق الف ہونا چاہیے لیکن اختصار کے پیش نظر ان مقامات سے الف حذف کیا گیا ہے۔ ①	جیسے: تُفَذُّوهُمْ (البقرہ: ۸۵)، كِتَابُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (النساء: ۲۴)۔ علامہ دانی نے اس قاعدہ کے تحت 149 (ایک سو انچاس) مثالیں بیان کی ہیں۔
2	تثنیہ مرفوعہ سے الف کا حذف: تثنیہ کا صیغہ جو کہ حالتِ رفعی میں ہو اس کے بعد آنے والا الف (جو کہ درمیان کلمہ ہو) رسمِ عثمانی میں بعض مقامات پر حذف کیا گیا ہے۔ ②	مثلاً: وَأَمْرَاتِنِ، رَجُلَيْنِ، لَسَجِرَتَيْنِ، ي، عَلَمَيْنِ، يَحْكُمَيْنِ، يَقْتُلَيْنِ، أَضْلُنَا۔
3	لفظِ جلالہ (اللہ) سے الف کا حذف: پورے قرآن مجید میں لفظِ جلالہ (اللاہ) کی بجائے (اللہ) لکھا گیا ہے۔ ③	ملاحظہ ہو: لَقَدْ لَعَنَ اللَّهُ كَذَلِكَ لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي الْحَدْفِ فِي اسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُمَّ ④
4	سُبْحَنُ اور رُحْمَنُ سے الف کا حذف: ⑤	جیسے: سُبْحَنُ، سُبْحَنَهُ، سُبْحَنَكَ، الرَّحْمَنُ۔

① المقنع: ص ۲۰۳۲۰

② مرجع سابق..... دلیل الخیر ان: ص ۵۵

③ اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۲..... الزرقانی: مناہل العرفان: ۳۶۳/۱

④ دلیل الخیر ان: ص ۲۸

⑤ المقنع: ص ۲۶

5	<p>یاءِ ندا کے بعد الف کا حذف: رسمِ عثمانی کے مطابق لکھے گئے مصاحف میں بعض مقامات پر یائے ندا کے بعد آنے والا الف حذف کیا گیا ہے۔ ①</p>
<p>مثلاً: یَارِضُ، یَاوَلِیُّ الْاَلْبَابِ، یَاخْتِ هِرُونَ، یَنُوحُ، یَلُوطُ، یَهُودُ، یَشْعِیْبُ، یَصْلِحُ، یَهْرُونَ، یَمْرِیْمُ، یَفْرَعُونَ، یَهَامَانُ، یَمْلِكُ، یَسْفِیْ، یُوَیْلِتِیْ، یَحْسِرْتِیْ، یِرْبُ، یُبْنِیْ، یُبْنِیْ، یَقُومُ۔</p>	
6	<p>ہائے تنبیہ کے بعد الف کا حذف: ہائے تنبیہ کے بعد آنے والا الف بھی حذف کیا گیا ہے۔ ②</p>
<p>جیسے: هَانْتُمْ، هَوْلَاءِ، هُهْنَا، هَتِّینَ، هَكَذَا۔ وغیرہ</p>	
7	<p>بعض اسمائے اشارہ میں الف کا حذف: کتابِ مصاحف نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بعض اسمائے اشارہ میں الف کو حذف کیا جائے گا۔ ③</p>
<p>مثلاً: ذَلِکَ، ذَلِکُمْ، ذَلِکِنِ، اُولَئِکَ، اُولَئِکُمْ، هَذَا، هَذِهِ، هَذَانِ، وغیرہ ④</p>	
8	<p>بعض حروفِ استثناء میں الف کا حذف: اسی طرح بعض حروفِ استثناء میں بھی الف کو حذف کیا گیا۔ ⑤</p>
<p>مثلاً: لَکِنِ، لَکِنِہِ، لَکِنِیْ، لَکِنِکُمْ، لَکِنِ لَا، وغیرہ۔</p>	

① نفس المصدر: ۲۵..... اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰

② المقنع: ص ۳۶

③ مرجع سابق

④ اتحاف: ص ۱۰

⑤ مرجع سابق: اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰

<p>جیسے: انجینکم، اتینکم، اغوینکم، مکنہم، اتینہ، علمنہ، أرسلنک، اتینہا، فرشنہا، ففہمنہا، انشانین، فجعلنہن۔ وغیرہ</p>	<p>9 جمع متکلم کے نون کے بعد الف کا حذف: رسم قیاسی یا الملائی اس بات کا مقتضی ہے کہ جمع متکلم کے صیغہ میں آنے والے نون کے بعد الف لکھا جائے لیکن رسم قرآنی میں اس عام قاعدہ کے خلاف بعض مقامات سے الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ①</p>
<p>مثلاً: ابرہیم، اسمعیل، اسحق، ہرون، عمران، لقمن، سلیمان۔ غازی بن قیس الاندلسی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے مصاحف میں ہر وت، مروت، قرون لکھا ہوا تھا۔ لفظ داؤد کے بارے میں علماء رسم کا اتفاق ہے کہ اس میں الف کو حذف نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں پہلے سے ایک واؤ محذوف ہے۔ علامہ المارغنی نے ابو عمرو اور امام الخراز کے تسامح کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مالک، صالح اور خالد کو اسمائے عجمیہ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ اصلاً عربی ہیں ③</p>	<p>10 اسماء عجمیہ میں الف کا حذف: قرآن مجید میں مستعمل تمام غیر عربی اور اسماء عجمیہ میں آنے والے الف کو حذف کرنے پر کتاب مصاحف کا اتفاق ثابت ہے۔ "الاسماء الأعجمیة أنها قسمان: قسم کثر استعماله وهو تسعة أسماء: ابرہیم، اسمعیل، اسحق، عمران، ہرون، لقمن، سلیمان، داود و اسرائیل۔ وکلها محذوفة بالاتفاق۔ وقسم لم یكثر استعماله وهو تسعة أسماء: طالوت وجالوت ویاجوج، وماجوج، ومیکئیل وھاروت وماروت وقارون وھامان....." ②</p>

① مصادر سابقہ

② المقنع: ص ۲۹..... کشف النظر مقدمہ دوم: ص ۱۹۸

③ دلیل الحیر ان: ۲۸

11. جمع سالم (مذکر و مؤنث) کے الف کا حذف: عام قاعدے کے خلاف جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم کے الف حذف کیے گئے۔ ①

جمع مذکر سالم کی مثالیں: الغلمین،
الخصیرین، الصدقین،
الفسقین، المنفقین، الکفرین،
الشیطین، الظلمین،
الکفرون، الخسرون۔

جمع مؤنث سالم کی مثالیں:
المسلمت، المؤمنت،
الطیبت، الخبیثت،
لکلمت، فی ظلمت،
الظلمت، بکلمت،
المتصدقت، تیبیت، الیبیت۔
لیکن مابعد ہمزہ والے الف اور مابعد
حرف مشدّد الف کو باقی رکھا گیا جیسے:
السائلین، القائمین، الخائنین،
الصائمین۔ الظانین، الضالین،
حافین، العادین،

12. جمع مؤنث سالم، جس میں دو الف مذکور ہوں، سے الف کا حذف: ②

جیسے: الصلحت، الحفیظت،
الحدقت، النزعت،
الحفت، النفت، العدیت،
الصیمت، غیبت،
المنفتت، تثبت، سبحت

<p>مثلاً: ناءٌ حالتِ وقف میں ﴿ ناءٌ ﴾ پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح غشاء، جفشاء، سواء۔ لیکن جہاں اس کا احتمال نہیں تھا وہاں الف کو باقی رکھا گیا۔ جیسے: خطئاً، مَدَجاً، مَتَكَنّاً۔</p>	<p>13 ہمزہ کے بعد آنے والے الف کا حذف: الف منصوبہ جبکہ اس سے قبل ہمزہ ہو، حالتِ وقف میں الف حذف کیا گیا لیکن پڑھنے میں باقی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو الف اکٹھے لکھنے میں نہ آئیں۔ ①</p>
<p>وہ چھ الفاظ یہ ہیں: جاء، و، باء و (پورے قرآن مجید میں جہاں بھی آئیں)، فاء و (البقرة: ۲۲۶)، عتو عتو (الفرقان: ۲۱)، سعو (سبا: ۵)، تبوء و الدار (الحشر: ۹)۔</p>	<p>14 بعض صیغہ جمع سے واؤ کے بعد الف کا حذف: رسم عثمانی میں عام قواعد املائیہ کے برخلاف چھ (۶) الفاظ، جو کہ جمع کے صیغہ ہیں، لیکن ان کے آخر میں الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ②</p>
<p>جیسے: لذو فضل، لذو مغفرة، لذو علم، ذو عقاب، ذو العرش، ذو الجلال، ذو الفضل وغیرہ</p>	<p>15 اسم مفرد مضاف کی واؤ کے بعد الف کا حذف: تمام مصاحف میں اسم مفرد مضاف کی واؤ، جو کہ دراصل علامت رفع ہے، کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ③</p>
<p>لیکن اس قاعدہ سے چند الفاظ مستثنیٰ بھی ہیں جیسے: اقراء باسم ربك الذي خلق وغیرہ</p>	<p>16 بسملہ سے الف کا حذف: پورے قرآن مجید میں ﴿ بسم اللہ ﴾ سے الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ④</p>

② مرتب سابق

① نفس المصدر: ص ۳۴

④ اتحاد فضلاء البشر: ۱۰، مناب العرفان: ۱/۳۶۳

③ دیلم الخیر ان: ۳۶

17	عدد سے الف کا حذف: ①	جیسے: ثَلَاثٌ، ثَلَاثِينَ، ثَمَانِيَةٌ جَجَجٌ وغیرہ
18	تفاعل کے وزن پر لفظ کے لام کلمہ سے الف کا حذف:	مثلاً: تَرَاءَ الْجَمْعَيْنِ - ②
19	باب مفاعلہ کے فاء کلمہ کے بعد الف کا حذف: صاحب مورد النظمآن نے اس کے آٹھ مقامات بیان فرمائے ہیں: ③	جیسے: وَقْتَلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً (البقرة: ۱۹۳)
20	ہر وہ لفظ جس کا لام کلمہ ایسا ہمزہ مفتوحہ ہو جو فتحہ یا الف کے بعد نیز الف ثننیہ یا الف تتوین سے پہلے ہو۔ ④	جیسے: أَنْ تَبَوَّأَ (ہمزہ مفتوحہ بعد الفتحة وقبل الف الاثنین) اور خَطَا، مَلَجَا، لَيْنَ مُتَّكَأ (ہمزہ مفتوحہ بعد الفتحة وقبل الف التتوین)۔
21	باء (ب) کے بعد الف کا حذف: ⑤	مثلاً: تَبَارَكَ، بَرَكْنَا، مُبَارَكًا لیکن وَبَارَكَ فَيُنَاسِ مِنْهُ شَيْءٌ
22	تاء (ت) کے بعد الف کا حذف: بعض جگہ تاء کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ⑥	جیسے: پورے قرآن مجید میں لفظیتمی بغیر الف کے مرقوم ہے۔

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۲ ... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۰

② مراجع سابقہ

③ دلیل الخیر ان: ص ۶۲

④ مرجع سابق

⑤ المقنع: ۲۶

⑥ نفس المصدر: ۲۷

23	حاء (ح) کے بعد الف کا حذف: بعض مقامات میں حاء کے بعد بھی الف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا جمع سے الف کا حذف۔ ①	جیسے: اصحاب النار واصحاب الجنة، اصحاب مدین وغیرہ
24	راء (ر) کے بعد الف کا حذف: پورے قرآن مجید میں صرف تین مقامات پر حرفِ راء کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ②	وہ تین مقامات یہ ہیں: إذا كنا تربيًا (الرعد: ۵)، إذا كنا تربيًا وء اباؤنا (النمل: ۶۷)، يلبتني كنت تربيًا (النبا: ۴۰)۔
25	سین (س) کے بعد الف کا حذف: کئی مقامات پر حرفِ سین کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا جو جمع 'مفاعل' کے وزن پر ہو۔ ③	مثلاً: المسجد، مسجد، المسكين، مسكين، مسكنهم۔
26	صاد (ص) کے بعد الف کا حذف: ④	جیسے: النصرى، نصرى۔
27	طاء (ط) کے بعد الف کا حذف: ⑤	جیسے: الشيطان، من سلطن۔
28	عین (ع) کے بعد الف کا حذف: ⑥	جیسے: تعالى الله، فتعالى الله، في الميعاد (الانفال: ۴۲)

① مرجع سابق

② مرجع سابق

③ مرجع سابق ... مناب العرفان: ۳۶۳/۱

④ المقتنع ص ۲۷

⑤ مرجع سابق

⑥ مرجع سابق

مثلاً: بعلم، غلمًا، غلمین،
 خلئف، ء الف، السلسل،
 البلیغ، بلغاً، الخلق،
 الضلل، فی ظلل، الضللة،
 الكللة، ولا حلل، من
 خلیہ، ظلہ، ظلہا،
 ظلہم، حلل، أغللاً،
 الأغلل، من سللة وغیرہ۔ اسی
 طرح مائیکہ میں الف کا حذف۔
 لفظِ اِلہ بھی اسی اصول کے تحت
 واقع ہے کہ اس میں بھی لام کے
 بعد الف کا حذف ہے۔

29 لام (ل) کے بعد الف کا حذف: ①

جیسے: ثمنیۃ، ثمنیٰ ججاج،
 ثمنین وغیرہ

30 میم (م) کے بعد الف کا حذف: ②

جیسے: سموت۔ سورۃ صافات کی
 آیت ۱۲ کے علاوہ تمام قرآن مجید
 میں الف کے حذف کے ساتھ لکھا
 گیا ہے۔

31 واو (و) کے بعد الف کا حذف: ③

① نفس المصدر: ۲۵

② نفس المصدر: ۲۷

③ مرجع سابق

جیسے: الأنہر، أنہر جہاں بھی واقع ہو۔	ہاء (ہ) کے بعد الف کا حذف: ①	32
سورۃ یوسف: ۲ میں ہمزہ کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے: انا أنزلنہ قرء ناعربياً۔ سورۃ زخرف: ۳ میں بھی ہمزہ کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے: انا جعلنہ قرء ناعربياً۔ اسی طرح النون بھی۔ لیکن یستمع الان اس سے مستثنیٰ ہے۔	ہمزہ (ء) کے بعد الف کا حذف: ②	33
مثلاً: ایت، ایتنا، ایتہ۔ لیکن دو مقامات اس اصول سے مستثنیٰ ہیں: ایاتنا، إذا لہم مکر فی ایاتنا (یونس: ۱۵ و ۲۱)	یاء کے بعد الف کا حذف: ③	34

① نفس المصدر: ۲۵

② نفس المصدر: ۲۸

③ نفس المصدر: ۲۵

حذف الواو:

رسم عثمانی میں واؤ کے حذف کیلئے مندرجہ ذیل اصول ہیں:

نمبر	حذف الواؤ کی اقسام	امثلہ
1	بطور حرف علت واؤ کا حذف: یعنی جہاں واؤ بطور حرف علت واقع ہوئی ہو تو اس کو بعض مقامات میں حذف کیا گیا ہے۔	اس اصول کے تحت قرآن مجید کے چھ (۶) کلمات سے واؤ کو حذف کیا گیا ہے: 1- وَيَذُعُ الْإِنْسَانُ (بنی اسرائیل: ۱۱)؛ 2- وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ (الشوریٰ: ۲۴)؛ 3- يذُعُ الدَّاعِ (القمر: ۷)؛ 4- سَنذُعُ الزَّبَانِيَّةَ (العلق: ۱۸)؛ 5- وَصَلِحِ الْمُؤْمِنِينَ (التحریم: ۴) اور 6- وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ (المنافقون: ۱۰) ①
2	ہمزہ کی صورت میں واؤ کا حذف: ”واتفقت المصاحف على حذف الواو التي هي صورة الهمزة دلالة على تحقيقها“ ②	جیسے: الرَّءْيَا، رُءْيَاكَ، رءِيسِي، کے الفاظ تمام قرآن مجید میں واؤ کے حذف کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

① دلیل الحیر ان: ۲۳ و ۱۲۵..... اتحاف: ص ۱۳

② المقنع: ۲۳

مثلاً: وَلَا تَلْوَنَ، لَا يَسْتَوْنَ،
الْغَاوِنَ، فَأَوْ إِلَى
الْكُفِّ وَغَيْرِهِ ③

3 واوین میں سے ایک واؤ کا حذف جبکہ
دوسری علامت جمع کیلئے ہو:

”و كذلك حذفت إحدى الواوین
من الرسم اجتزاءً بإحدىھما إذا
كانت الثانية علامة الجمع أو
دخلت للبناء“ ①

یعنی جب دو (۲) واؤ جمع ہو جائیں، عام
ہے کہ پہلا واؤ ہی کی صورت ہو (اصلی ہو
خواہ زائد) یا ہمزہ کی صورت میں ہو اور
دوسرا ہمزہ معانی کے ظاہر کرنے والے
صیغوں کی تکمیل کیلئے یا جمع مذکر سالم کے رفع
یا اس کی ضمیر کیلئے زائد کیا گیا ہو۔ نیز عام ہے
کہ وہ دوسرا واؤ اصلی ہو خواہ زائد، یا ہمزہ کی
صورت میں ہو۔ اسی طرح تیسرا واؤ مفعول
کی علامت ہو خواہ جمع مذکر سالم کی ضمیر۔ تو
اس صورت میں دو یا تین واؤ جمع ہو جانے کی
بناء پر ثقل کے سبب ایک واؤ حذف کرنے
پر کتاب مصاحف کا اتفاق ہے۔ ②

① مرجع سابق..... دلیل الحیر ان: ص ۱۲۵

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۶

③ اتحاد فضلاء البشر: ص ۱۲

حذف الیاء:

قرآن حکیم میں غیر قیاسی طور پر حرفِ یاء (ی) کو بعض مقامات سے حذف کیا گیا ہے۔ علامہ المارغنی نے حذفِ یاء کو دو قسموں مفردہ اور غیر مفردہ میں تقسیم کیا ہے ① بہر حال ان مقامات کے تفصیلی مطالعہ سے اصولی طور پر قاعدہ حذف الیاء کی پانچ اقسام بنتی ہیں:

شمار	حذف الیاء کی اقسام	امثلہ
1	یاء ما قبل کسرہ کا حذف: الف کے حذف کی طرح حرفِ یاء (ی)، جس کا ما قبل حرف مکسور ہو، کو بھی حذف کیا گیا ہے۔ حذف الیاء کے اس قاعدہ کا مشاہدہ اکثر آیات کے اختتام پر کیا جاسکتا ہے۔ ابو بکر محمد بن القاسم الانباریؒ کی رائے میں رسم قرآنی کے ایک سو پچیس (125) مقامات سے یاء ما قبل مکسور کو حذف کیا گیا ہے ②۔	ما قبل مکسور یاء کے حذف کی مثالیں۔ جیسے: نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ (یونس: 103) اصل میں نُنْجِی الْمُؤْمِنِینَ تھا۔
	لیکن علامہ دانیؒ نے ابو بکر الانباریؒ کے اس اعداد و شمار کو غیر صحیح قرار دیتے ہوئے مزید پانچ مواضع کی نشاندہی کی ہے۔ گویا علامہ دانیؒ کے نزدیک یہ تعداد ایک سو تیس (130) ہے: "قال ابو عمرو: وقد أغفل ابن الانباری من الیاءات المحذوفات فی الرسم خمسة مواضع فلم یذکرها مع نظائرها" ③۔	
	لیکن علامہ طاہر رحیمی نے اس تعداد کو ایک سو تینتیس یا پینتیس تک شمار کیا ہے۔ ④	

② اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۲؛ المقنع: ص ۲۳۸ تا ۲۰۷

① دلیل الحیر ان: ص ۱۲۱

④ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۱

③ مرجع سابق

<p>مثلاً: يَقُومُ اصل میں يَقُومِي تھا، اسی طرح يَعْبَادِ فَاتَّقُونَ، يَعْبَادِ الَّذِينَ - مگر دو مقامات پر ياء حذف نہیں کی گئی: ا- يَعْبَادِي الَّذِينَ (عنکبوت: ۲۵۶)، (الزمر: ۵۳)۔ اہل مدینہ کے مصاحف میں الزخرف: ۶۸ میں يَعْبَادِي ياء کے ساتھ تھا جبکہ باقی مصاحف میں ياء کے بغیر ہے۔</p>	<p>2 متکلم کی طرف مضاف اسم منادئی سے ياء کا حذف: ہر اسم منادئی، جو ياء متکلم کی طرف مضاف ہو، سے بھی ياء کو حذف کیا گیا ہے: علامہ دانی کے الفاظ ہیں۔ "کل اسم منادی أضافه المتكلم إلى نفسه فالياء منه ساقطة" ①</p>
<p>جیسے: غَيْرِ بَاعِ، لَا عَادِ، بَيْنَ هَادِ، بَيْنَ وَالِ، بَيْنَ وَاقِ، غَوَاشِ، لِيَالِ، بِوَادِ، فِئِ كَلِّ وَاوَادِ، مُسْتَخْفِ، إِلَّا زَانِ، دَانِ، لَأْتِ، مَلَاقِ، بَيْنَ رَاقِ وغیرہ</p>	<p>3 اسم منقوص یا اسم مرفوع، جس کے آخر میں تنوین ہو، سے ياء کا حذف: اس قاعدہ کے متعلق علماء رسم کا اصول حسب ذیل ہے: "وکل اسم منقوص أو مرفوع آخره ياء ولحقه التنوين فإن المصاحف اجتمعت على حذف تلك الياء بناء على حذفها من اللفظ في حال الوصل لسكونها وسكون التنوين بعدها" ② ایسے اسم میں (۳۰) ہیں جو ستائیس (۲۷) مقامات پر آئے ہیں۔ ③</p>

② لمقنع: ص ۴۲

① لمقنع: ص ۴۱..... دلیل الحیر ان: ص ۱۱۹

③ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۳

<p>مثلاً: لِكُلِّ نَبَأٍ مُسْتَقَرٍّ (الانعام: ۶۷)</p>	<p>4 یاء ما قبل ہمزہ حذف: اسی طرح بعض مقامات پر ہمزہ کے بعد آئی والی یاء کو حذف کیا گیا۔ ①</p>
<p>جیسے: مُتَكَيِّفٍ، الْمُسْتَهْزِئِينَ، خَسِيفِينَ وغيره</p>	<p>5 صورت ہمزہ میں واقع یاء کا حذف: ہر یاء جو ہمزہ کی صورت میں واقع ہو کو حذف کیا گیا۔ ②</p>
<p>جیسے: الْاِنْبِيَاءِ، الْاُمِّيِّينَ، رَبِّبِيْنَ، الْحَوَارِيْنَ وغيره۔ لیکن اس قاعدہ سے مندرجہ ذیل مقامات مستثنیٰ ہیں: وَهَيِّئْ لَكُمْ، يُهَيِّئْ لَكُمْ (الکہف: ۱۰) و ۱۶) وَمَكْرُ السَّيِّئِ، الْمَكْرُ السَّيِّئِ (فاطر: ۲۳)، عَلِيَّيْنَ (المطففين: ۱۸)۔</p>	<p>6 کلمہ میں اجتماع یاءین کی صورت میں دوسری یاء کا حذف جبکہ وہ علامت جمع کیلئے ہو: علامہ دانی کے الفاظ ہیں: ”اعلم أن المصاحف اتفقت على حذف إحدى الياءين إذا كانت الثانية علامة للجمع“۔ ③ چنانچہ تماثل فی الیاء یعنی جہاں دو یا تیں جمع ہو جائیں، عام ہے کہ دونوں وسط کلمہ میں واقع ہوں (جیسے: رَبِّبِيْنَ) یا طرف وآخر میں (جیسے: يُحْخِيْ)، نیز دونوں بلا تشدید ہوں (جیسے: حَسِيْمَ) خواہ ان میں سے ایک مشدود اور ایک غیر مشدود ہو (جیسے: الْحَوَارِيْنَ)، نیز دونوں اصلی ہوں (جیسے: يَسْتَحْيِيْ)، خواہ دونوں زائد ہوں (جیسے: الْحَوَارِيْنَ) یا ان میں سے فقط ایک اصلی ہو اور ایک زائد ہو جو جمع کی علامت ہو (جیسے: وَالْاُمِّيِّينَ)، نیز دونوں بنفسہ اور بذاتہ ہوں خواہ ان میں سے ایک ہمزہ کی اور دوسری یاء کی شکل ہو (جیسے: وَرَاءِ يَاسَ)۔ پس ان خصوصیات والی دو یاءات میں سے ایک یاء بالاتفاق محذوف ہوتی ہے۔ ④</p>

① لمقتنع: ص ۵۴

② نفس المصدر: ص ۵۶

③ نفس المصدر: ص ۵۵

④ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۳

7	اتصالِ ضمیر کی صورت میں یاء کا حذف: کلمہ میں جس یاء کے ساتھ ضمیر متصل ہو اس یاء کو حذف کیا گیا: "إذا نُحِي وَغَيْرُهُ ②"
	اتصل به ضمير فإن لم يتصل به ضمير ووقعت الياء فيه طرفاً. ①

حذف اللام: حروفِ علت کے علاوہ حرفِ لام کو بھی بعض مقامات پر حذف کیا گیا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ دانی رقمطراز ہیں:

"اعلم أن المصاحف اجتمعت على حذف إحدى اللامين

لكثرة الاستعمال ولكراهة اجتماع صورتين متفقين". ③

حذف لام کی امثلہ: الیل، الذی، الذین، الذان، الذین، الّتی أرضعنکم، الّتی یأتین، الّتی دخلتم، الّتی تظہرون، الّتی یئسن وغیرہ الفاظ کے شروع سے ایک لام کو کثرتِ استعمال اور تخفیف کے سبب حذف کر دیا گیا ہے۔ ④

حذف لام سے مستثنیٰ مقامات: الّلعنون، اللعنة، من اللعین، اللغو، اللہو، اللؤلؤ، اللت والعزی، إلا اللّم، اللهب، اللطیف، اللوامة، اللہم وغیرہ الفاظ حذفِ لام کے قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

① المقنع: ص ۵۶

② حذف یاء کی تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو: دلیل الحیر ان ص ۱۱۳ تا ۱۲۷

③ المقنع: ص ۷۲

④ دلیل الحیر ان: ص ۱۲۷

قاعدہ سوم زیادت:

زیادت کا معنی ہے بڑھانا اور زائد کرنا۔ اصطلاح رسم میں اس سے مراد حروفِ مدہ (ا، و، ی) کا کسی کلمہ میں زائد لکھ دینا ہے جبکہ وہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ اس کی مثال ہمیں دیگر لغاتِ عالم میں بھی مل سکتی ہے۔ مثلاً: انگریزی لفظ LISTEN میں حرف T زائد لکھا گیا ہے جبکہ وہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ سے کسی زبان پر تحریف و تفریط کا الزام درست نہیں کیونکہ یہ ہر زبان کا مزاج ہے اور اہل زبان اس سے واقف ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کے بارے میں ڈاکٹر لیب السعید لکھتے ہیں:

”ولمثل هذا نظائر باقية في اللغات الأجنبية: ففي بعض

الكلمات الإنجليزية والفرنسية. مثلاً. حروف لا يُنطق بها،

وأخرى تخالف أصواتها الأصلية أصوات النطق الفعلی.“ ①

چنانچہ یہ قرآنی رسم کا مزاج ہے کہ اس میں بعض حکم و مصالح کے سبب بعض کلمات

میں چند حروف کا اضافہ ہے۔ تحقیق و تقدیر کے لحاظ سے اس کی صورتِ ثلثہ حسب ذیل ہیں:

1... زیادتِ تحقیقی اتقائی: زائد حرف رسم میں ہو، اور اس کے پڑھنے پر بھی اتفاق ہو۔ جیسے:

حِسَابِيَه (الحاقہ: ۲۰) میں ہاء زائد ہے اور اس کی تمام قراءتیں بھی ہاء کے ساتھ ہیں۔ ②

2... زیادتِ احتمالی اتقائی: وہ زائد حرف رسم میں ہو لیکن تلفظ سے بالاتفاق متروک ہو۔

جیسے: أُولَئِكَ، بِأَنَّه۔ اول میں واو اور ثانی میں الف زائد ہے لیکن تمام قراءتیں واو اور

الف کے بغیر ہیں۔ ③

① الجمع الصوتی: ص ۳۰۶

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۹۲

③ نفس المصدر: ص ۱۹۳

3... زیادتِ احتمالی اختلافی: حرفِ زائد رسم میں تو موجود ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو۔ جیسے:
مَالِيَّةٌ، سُلْطَانِيَّةٌ، مَاجِيَّةٌ ان تینوں سکتے کی باءِ رسماً موجود ہے لیکن حمزہ اور یعقوب وصلاً
حذف کرتے ہیں اور باقی حضرات دونوں حالتوں میں پڑھتے ہیں ①۔ حروفِ مدہ یا علت
کے لحاظ سے زیادت کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

..... زیادتِ الف زیادتِ یاء زیادتِ واو
اقسامِ مذکورہ کی علیحدہ علیحدہ تفصیل درج کی جاتی ہے:

زیادتِ الف:

رسماً (یعنی لکھنے میں) الف کے زائد ہونے کی چودہ اقسام ہیں جن کی تفصیل
مندرجہ ذیل جدول میں پیش خدمت ہے:

شمار	زیادتِ الف کی اقسام اور مواضع	امثلہ
1	جمع مذکر کی واو جس کا ماقبل مضموم یا مفتوح ہو: نیز وہ واو رسم کی رو سے اپنے ماقبل سے جدا ہو یا اس سے ساتھ متصل ہو اگرچہ وہ واو صورت وصل میں اجتماع ساکنین کی بناء پر تلفظ سے ساقط ہو جائے۔ ②	اس قاعدہ سے مخصوص و مستثنیٰ جَاءُ وُ، فَاءُ وُ وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کے بعد الف نہیں لکھا گیا۔ ان کے علاوہ تمام ایسے الفاظ میں قیاساً الف زائد لکھا گیا ہے۔
2	جمع مذکر سالم مرفوع یا اس کے مشابہ الفاظ کی وہ واو جو علامت جمع ہو: ③	جیسے: اُولُوْا۔

① مرجع سابق

② اتحاف فضلاء البشر: ج ۱۳: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۷

③ لمقتضیٰ: ۱۰۴

<p>جیسے: اذْعُوا رَبِّي، يَرْجُوا رَحْمَةً، وغيره۔ لیکن ان میں شرط یہ ہے کہ اس جمع اور واحد میں، یہ واؤ کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کے بعد ضمیر یا نونِ اعرابی نہ ہو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس واؤ کے بعد موجود ہو تو الف کی زیادتی نہیں ہوگی۔ جیسے: وَلَا تَقُولَنَّ وَغَيْرِهِ</p>	<p>3 فعل مضارع میں لام کلمہ کی واؤ کے بعد الف کی زیادتی: ①</p>
<p>سورہ کہف کی آیت ۲۳ میں الف کے اضافہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ پورے قرآن میں بغیر الف کے مرقوم ہے۔</p>	<p>4 لفظ لِيَسْأَلْ فِيهِ فِي الف کی زیادتی: ②</p>
<p>واحد کی مثال: مِائَةٌ۔ تثنیہ کی مثال: يَغْلِبُوا بِمِائَتَيْنِ۔ جمع کی مثال: ثَلَاثُمِائَةِ سِنِينَ۔</p>	<p>5 لفظ "مِائَةٌ" میں الف کی زیادتی: لفظ "مِائَةٌ" قرآن میں جہاں کہیں بھی مذکور ہو خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو۔ ہر حال میں الف کے اضافہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس میں الف لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مِائَةٌ اور مِائَةٌ میں فرق ہو سکے [کیونکہ نسخِ مصاحف کے وقت نقط و اعجام موجود نہیں تھے]۔ ③</p>

② نفس المصدر: ص ۱۴

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۳

③ المقتنع: ۲۰۸..... کشف النظر: ص ۲۹۷

<p>جیسے: عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَمَرْيَمَ ابْنَتَ، عَزِيزُ ن ابْنُ اللّٰهِ، اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ، اِنَّ ابْنَكَ سَرَقٌ وَغَيْرَه۔</p>	<p>6 "ابن" اور "ابنت" میں الف کی زیادت: قرآن مجید میں ہر جگہ یہ دونوں الفاظ صفت، مبتداء یا خبر ہونے کی صورت میں شروع میں الف کے اضافہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ①</p>
<p>جیسے سورۃ احزاب کے الفاظ: الظُّنُوْنَ، الرَّسُوْلَا، السَّبِيْلَا۔</p>	<p>7 آیات کا وزن برقرار رکھنے کیلئے الف کی زیادت: بعض مقامات پر اواخر آیات اور قافیہ کو باقی رکھنے کیلئے الف کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ②</p>
<p>مثلاً: لَا اَذْبَحْنَهٗ، (النمل: ۲۱)، وَلَا اَوْضَعُوْا (التوبۃ: ۴۷)، لَا اِلٰهِي اِلَّا هُوَ (صافات: ۲۸)، لَا اِلٰهِي اِلَّا هُوَ (آل عمران: ۱۵۸)، سَلْسِلًا، قَوَارِيْرُ (انسان: ۱۶، ۱۵، ۴)</p>	<p>8 لام کے بعد الف کی زیادت: آئندہ کالم میں مذکور امثلہ میں الف کی زیادتی اسلئے ہے کہ عربی رسم الخط سے پہلے دوسرے خطوط غیر عربیہ میں فتح بصورت الف ہوتا تھا اسلئے ان الفاظ میں لام کے فتح کی جگہ الف لکھا گیا ہے۔ ③</p>
<p>مثلاً: لَا تَايِسُوْا، لَا يٰۤاَيْسُ (يوسف: ۸۷)۔</p>	<p>9 شمول قراءات کیلئے الف کی زیادت: ④</p>

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۳

② مرجع سابق

③ مرجع سابق مقدمہ کشف النظر: ص ۲۰۸

④ دیلم الحیر ان: ص ۱۳۵

<p>أَفَلَمْ يَأْتِئْسَ (الرعد: ۳۱)۔ میں الف کی زیادتی کی گئی تاکہ یَأْتِئْسَ اور بئْسَ میں فرق ہو جائے۔</p>	<p>۱۰ باہم تشابہ الفاظ میں فرق کیلئے زیادت: ①</p>	<p>10</p>
<p>وَجِئْءٌ بِالسَّبِينِ (الزمر: ۶۹) اور وَجِئْءٌ يَوْمَئِذٍ (الفجر: ۲۳)۔ ان مقامات میں جیم (ج) اور یاء (ی) کے درمیان زائد الف لانے کی وجہ ہے کہ جِئْءٌ اور حَتَّى میں فرق ہو جائے۔ کیونکہ اَلرَّجِئْءُ کو نقطہ و اعجام اور الف کے بغیر لکھا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی: حِئْءٌ۔</p>	<p>۱۱ لَفْظِ جِئْءٌ میں الف کی زیادت: ②</p>	<p>11</p>
<p>جیسے: الرِّبْوَا۔ اسی طرح يَعْبُوْا، تَفْتُوْا، لَا تَظْمُوْا، يَبْدُوْا، الضَّعْفُوْا، اِنَّا بُرَّءُوْا، وغیرہ میں بھی الف زائد لکھا گیا ہے۔</p>	<p>۱۲ واؤ کے بعد الف کی زیادت: ③</p>	<p>12</p>
<p>مثلاً: وَلَيَكُوْنَا بَيْنَ الصَّغِيْرِيْنَ (یوسف: ۳۲)۔</p>	<p>۱۳ نون خفیفہ کے بعد الف کی زیادت: ④</p>	<p>13</p>

① کشف النظر: ۲۰۸

② مرجع سابق

③ المقنع: ص ۴۹

④ نفس المصدر: ص ۵۰

<p>۱. بروزنِ فاعل: جیسے: ظالمہ، کاتب، شاعِد، مارِد، شارِب، طارِد۔</p> <p>۲. بروزنِ فَعَالٍ: مثلاً: خَوَان، خَتَار، صَبَار، کَفَار۔</p> <p>۳. بروزنِ فُعْلَان: مثلاً: بُنْيَان، طُغْيَان، کُفْرَان، قُرْبَان، خُسْرَان، عُذْوَان۔</p> <p>۴. بروزنِ فِفلان: مثلاً: صِنْوَان، قِنْوَان۔</p> <p>۵. بروزنِ مِفْعَال: مثلاً: المِيعَاد، المِيزَان، سِيقَات، سِیرَات وغیرہ</p>	<p>14 مختلف اوزان پر کلمات میں الف کی زیادت: ①</p>
<p>جیسے: وَعَادًا وَتُمُودًا (الفرقان: ۳۸) میں الف کی زیادتی بعوضِ تنوین ہے۔</p>	<p>15 تنوین کے عوض الف کی زیادت: اس قاعدہ کو علامہ غانم قدوری نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ بسا اوقات تنوین کے حذف کرنے کے بعد الف کی زیادتی کی جاتی ہے۔ ②</p>

① نفس المصدر: ص ۵۰، ۵۱

② رسم المصحف: ص ۲۳۵

زیادت یاء (ی):

بعض کلمات میں تلفظ کے خلاف محض رسماً ایک یاء (ی) زائد لکھنے پر کتاب مصاحف کا اتفاق ثابت ہے۔ علامہ دانی نے ان مقامات کی تعداد نو (9)..... ① جبکہ علامہ طاہر رحیمی نے ان کی تعداد بارہ ذکر فرمائی ہے۔ ②

① لَفْظٌ مَلَأَ جَبْ ضَمِيرِ كِي طَرَفٍ مَضَافٍ هُوَ اَوْ رَجُرٌ بَهِجِي هُوَ۔ جيسے: مَلَأَسِي، اِلْسِي فِرْعَوْنٌ وَمَلَأَتْهُ ③

- ② نَبَايِ الْمُرْسَلِينَ (الانعام: ۳۴)۔
- ③ وَمِنْ اِنَّا يِ الْيَلِ (طہ: ۱۳۰)۔
- ④ مِّنْ تِلْقَايِ نَفْسِي (يونس: ۱۵)۔
- ⑤ مِّنْ وَّرَائِي جِجَابٍ (الشورى: ۵۱)۔
- ⑥ وَايْتَايِ ذِي الْقُرْبَى (النحل: ۹۰)۔
- ⑦ بِلِقَايِ رَبِّهِمْ (الروم: ۸)۔
- ⑧ وَلِقَايِ الْآخِرَةِ (الروم: ۱۶)۔
- ⑨ بِأَيْكُمْ الْمَفْتُونِ (القلم: ۶)۔
- ⑩ بِأَيْدٍ (الذاریت: ۴۷)۔
- ⑪ أَفَائِنِ مَاتَ (آل عمران: ۱۴۴)۔
- ⑫ أَفَائِنِ مَاتَ (الانبیاء: ۳۴)۔

① المقنع: ص ۵۳

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۹

③ دلیل الحیر ان: ص ۱۴۰

زیادت واؤ (و):

کسی کلمہ میں زیادتِ واؤ کیلئے مندرجہ ذیل اصول ہیں:

- 1 ﴿ لفظ "ذی" کا معنی صَاحِب (والا) ہے۔ جیسے: ذوی العقل کا معنی عقل والا کیا جاتا ہے۔ اس لفظ (ذی) کی جمع "أُولُو" اور "أُولَاتُ" آتی ہے۔ ان الفاظ میں اہل رسم ہمزہ اول کے بعد ایک واؤ کا اضافہ کرتے ہیں خواہ وہ اعراب کے لحاظ سے رُفعی، نصبی یا جری ہو۔ جیسے: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ، يَا أُولِي الْأَلْبَابِ، غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ، وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ ①۔
- 2 ﴿ اسم اشارہ جمع میں ہر جگہ الف کے بعد واؤ زیادہ کی جاتی ہے۔ جیسے: أُولَئِكَ، أُولَئِكُمْ وغیرہ۔
- 3 ﴿ لفظ "الملاء" جب کہ یہ مرفوع حالت میں ہو، کے آخر میں واؤ اور الف زیادہ لکھے جاتے ہیں۔ جیسے: فَقَالَ الْمَلَأُ (المؤمنون: ۲۴)، يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ (النمل: ۲۹)، يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي (النمل: ۳۲)، يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ (النمل: ۳۸)۔ ②
- 4 ﴿ لفظ "جزاء" جب کہ یہ مرفوع حالت میں ہو۔ اس کے آخر میں واؤ اور الف کی زیادتی کی جاتی ہے۔ جیسے: إِنَّمَا جَزَاؤُ الَّذِينَ (المائدة: ۳۳)، وَذَلِكَ جَزَاؤُ الظَّالِمِينَ (المائدة: ۲۹)، جَزَاؤُ الْمُحْسِنِينَ (الزمر: ۳۴)، وَجَزَاؤُ سَيِّئَةٍ (الشوری: ۴۰)، وَذَلِكَ جَزَاؤُ الظَّالِمِينَ (الحشر: ۱۷)۔
- 5 ﴿ ہر اسم جو فَعْلَاءُ کے وزن پر ہو اور وہ مرفوعاً مابعد کی طرف مضاف ہو رہا ہو۔

① دلیل الخیر ان: ص ۱۳۵..... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۹

② المقنع: ص ۶۴

جیسے: عَلَّمُوا بَنِي إِسْرَائِيلَ (الشعراء: ۱۹۷)، مِّنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر: ۲۸)،
الضُّعْفَاءُ (ابراہیم: ۲۱)، (المومن: ۴۷)، إِنَّا بَرَاءٌ وَأَمِّنٌ لِّكُمْ (الممتحنہ: ۴)۔

6 ❁ صرفی لحاظ سے مہموز اللام فعل کے لام کلمہ میں واؤ کی زیادتی کی گئی ہے۔ جیسے:

نَشُّوا (ہود: ۸۷)؛ وَمَا دُعُوا الْكٰفِرِينَ (المومن: ۵۰)، مِّنْ شَرِّكَائِهِمْ
شُفَعُوا (الروم: ۱۳)، وغیرہ۔

7 ❁ اسی طرح قُلْ أُو۟نَّبِئُكُمْ (آل عمران: ۱۵) میں کُتَابٍ مصاحف کا واؤ زیادہ

کرنے پر اتفاق ہے۔ ①

قاعدہ سوم بدل:

قاعدہ بدل کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک حرف کی جگہ غیر قیاسی طور پر دوسرے حرف کو لے آنا۔ بالفاظِ دیگر ایک حرف کے عوض دوسرا حرف لکھنا جبکہ عام مستعمل رسم الخط میں ایسا نہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

1... بدل تحقیقی اتقائی: عوض میں آنے والا حرف رسم میں بھی ہو اور اس کے تلفظ پر بھی اتفاق ہو۔ جیسے: اِصْطَبِرْ میں افتعال کی تاء (ت) کے عوض طا (ط) لکھا گیا ہے اور اس کی تمام قراءتیں طاء کے ساتھ ہیں۔

2... بدل احتمالی اتقائی: عوض یا مبدل رسم میں ہو لیکن تلفظ میں بالاتفاق متروک ہو جیسے: الصَّلٰوۃ، الزَّكٰوۃ وغیرہ۔

3... بدل احتمالی اختلافی: عوض والا حرف رسم میں ہو لیکن تلفظ میں اختلاف موجود ہو۔ مثلاً: اَلْغُدُوۃ (الکہف: ۲۸)، (الانعام: ۵۲)۔ دونوں مقامات پر الف کے عوض واؤ لکھا ہوا ہے لیکن ابن عامر دونوں جگہ اَلْغُدُوۃ واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ باقی تمام قراءت الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ①

قاعدہ بدل کے مواضع:

چار حروف یا مواضع میں قاعدہ بدل واقع ہوتا ہے:

..... ابدال الف

..... ابدال تائے تانیث

..... ابدال نون

..... ابدال تنوین

مذکورہ اقسام کا تفصیلی جدول پیش خدمت ہے:

❦ **ابدال الف:** رسماً الف کو یاء (ی) اور واؤ (و) سے بدلا جاتا ہے۔ ان کیلئے اصول

درج ذیل ہیں:

نمبر	الف کو یاء سے بدلنے کی صورتیں	امثلہ
1	اسماءِ متممکن اور افعالِ متممکن :: خواہ اس کے ساتھ ضمیر یا ہائے تانیث متصل ہو یا نہ ہو، اسی طرح اس (الف) کے بعد یاء (ی) کے علاوہ اور کوئی ساکن ہو۔ تمام الف یاء (ی) ہی کی شکل میں مرسوم ہوتے ہیں۔ ①	اسماءِ متممکن کی مثالیں۔ جیسے: الْهُدَى، الْقُرْبَى، فَتَى، قُرَى، الْمَوْتَى، الْأَسْرَى، لَشْتَى، أَدْنَى، أَزْكَى، الْأَعْلَى، مُوسَى، الْبُشْرَى، الذُّكْرَى، السَّلْوَى، الْمُنتَهَى، وَأَكْثَى، مَثْوِيهَا، مَجْرِيهَا، إِحْدِيهُمَا، إِحْدِيهُنَّ۔ افعالِ متممکن کی امثلہ: جیسے: مَثَلًا: نُسِمَ، هُدَى، رَمَى، أَغْنَى، تَرَدَى، اسْتَوَى، أَبْقَى، اِعْتَدَى، اسْتَعْلَى، وَلَا أَدْرِيكُمْ، أَدْرِيكَ، جَلِيهَا، أَرْسِيهَا، فَسَوِيهُنَّ، تَضَلَى، يُدْعَى، يَرْضَى، يَتَوَفَّيْكُمْ، وَلَا تَخْشَى، تَتَمَارَى۔

① دلیل الحیر ان: ص ۱۶۴ و ما بعد..... اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۴..... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۰/۱

لیکن مذکورہ اصول سے مندرجہ ذیل مقامات مستثنیٰ ہیں، جو بالاتفاق الف کی شکل میں مرسوم ہیں پھر ان میں سے بعض جزئی کلمات ہیں اور بعض کلی قواعد۔ ①
جزئی کلمات سات ہیں:

- ۱ ﴿عَصَانِي﴾ (ابراہیم: ۳۶) ۲ ﴿الْأَقْصَا﴾ (بنی اسرائیل: ۱)
۳ ﴿تَوَلَّاهُ﴾ (الحج: ۴) ۴ ﴿أَقْصَا الْمَدِينَةِ﴾ (القصص: ۲۰)
۵ ﴿أَقْصَا الْمَدِينَةِ﴾ (یس: ۲۰) ۶ ﴿سَيِّمَاهُمْ﴾ (الفتح: ۲۹)
۷ ﴿طَغَا الْمَاءُ﴾ (الحاقۃ: ۱۱)

قاعدہ استثنائے الف:

ہر وہ الف جو یاء (ی) کے ساتھ متصل ہو کر آئے خواہ وہ یاء (ی) اس الف سے پہلے ہو یا بعد یا جانبین میں۔ ایسا الف ہر جگہ یاء کی بجائے اپنی ہی شکل میں مرسوم ہوتا ہے۔ ②

جیسے: الدُّنْيَا، الْعُلْيَا، الْحَوَايَا، رُءْيَاكَ، مَحْيَاهُمْ، فَأَحْيَاكُمْ،
فَأَحْيَا بِهِ، وَسُنُّ أَحْيَاهَا، أَمَاتَ وَأَحْيَا

2	ہر ہمزہ جو الف کے بعد آئے اور اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو۔ اگر وہ مکسور ہو تو اس کو یاء کی صورت میں بدلا جاتا ہے: ③
	جیسے: أَبَائِهِمْ، بَيْنَ نِسَائِهِمْ، إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ وغیرہ

① دلیل الحیر ان: ۱۶۶..... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۰/۱ و ۲۱۱

② دلیل الحیر ان: ج ۱ ص ۱۷۰

③ المقنع ج ۳ ص ۴۴

مثلاً: هُدَايَ، مَشَايَ، وَدَحْيَايَ، رُءْيَايَ لیکن اگر اس صورت میں اگر کوئی لفظ بطور علم یا فعل مذکور ہو تو وہ یاء (ی) کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ علم کی مثال جیسے: يَخِي اور فعل کی مثال جیسے: يَخِي مَنْ حَتَّىٰ عَنِ بَيْنَتِهِ۔ ^②	3 . اگر الف دو حروف علت کے درمیان آئے تو اس صورت میں الف باقی رہتا ہے: ①
--	--

الف کو واؤ سے بدلنے کی صورتیں

جیسے: جَزَاؤُهُمْ، اَبَاؤُكُمْ، اَبْنَاؤُكُمْ وغیرہ۔	1 ہر ہمزه جو الف کے بعد آئے اور اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو۔ اگر وہ مضموم ہو تو اس کو واؤ (و) کی صورت میں بدلا جاتا ہے: ③
بِالْغَدَاوَةِ، كَمِشْكُوَةِ، النَّجْوَةِ، وَسَنَوَةِ	2 لفظ ”الضَّلْوَةُ“ کے وزن پر آنے والے ان الفاظ میں بھی الف، واؤ کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے: ④

① دلیل الحیران: ص ۱۷۱

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۰ و ۲۱۱

③ المقنع: ص ۲۲

④ اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۵

3	<p>کلمات اربعہ (الصَّلوة، الزَّكوة، الحَيوة، الرِّبوا،) جب کہ یہ مضاف نہ ہوں:</p> <p>اس اصول کے بارے میں علامہ دانی کے الفاظ حسب ذیل ہیں:</p> <p>”ورسمو افي كل المصاحف الألف واوا في أربعة أصول مطردة“ ①</p>	<p>پورے قرآن مجید میں الصَّلوة اسی طرح واؤ کے ساتھ مرقوم ہیں لیکن آٹھ مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہاں اضافت کے ساتھ ہے: ۱- وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (الانعام: ۹۳) ۲- قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي (الانعام: ۱۶۲)، ۳- وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ (الانفال: ۳۵) ۴- وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) ۵- هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المؤمنون: ۲) ۶- كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ (النور: ۴۱) ۷- الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ (المعارج: ۲۳)، ۸- الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (الماعون: ۵)</p>
---	--	---

ابدالِ نون

ابدالِ نون کا مطلب ہے کہ قرآن مجید کے بعض مقامات پر نون تا کید خفیفہ، الف کے ساتھ مرسوم ہوتا ہے ②۔ ابدالِ نون کی دو صورتیں ہیں:

① نفس المصدر: ۶۰

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۱/۱

صورت	ابدالِ نون کی صورتیں	امثلہ
1	لفظ ”اِذَا“ جو کہ دراصل ”اِذْن“ ہے کا نون ہر جگہ الف کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے: ①	جیسے: فَاِذَا لَا يُؤْتُونَ، اِذَا لَا ذُقْنِكَ، وَاِذَا لَا يَلْبَثُونَ۔
2	دو مقامات پر نون تاکید مَثُون الف کے ساتھ لکھا گیا: ②	۱۔ وَلِيَكُونَنَّ الصَّغِيرِينَ (يوسف: ۳۲)، ۲۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (العلق: ۲۱)۔

❁ **ابدالِ تنوین:** نونِ تنوین لکھنے میں نہیں آتا، لیکن علماءِ رسم نے ایک

مثال ایسی بیان کی ہے جس کے ساتھ نونِ تنوین بھی مرسوم ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ ”کَآئِنٌ“ میں ہر جگہ شمول کی بناء پر نون ساکن کی صورت میں مکتوب ہوتا ہے۔ جیسے: وَكَآئِنٌ مِّنْ نَّبِيٍّ، وَكَآئِنٌ مِّنْ ذَا بَابَةٍ وَغَيْرِهِ۔ یہ سات (۷) مقامات پر واقع ہے ③۔

❁ **ابدالِ تاءِ تانیث:** حرفِ تاءِ (ت) کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱..... تاءِ مَدَّوْرہ مربوطہ (ة) ۲..... تاءِ مَفْتُوحہ مبسوطہ طویلہ (ت)

عربی رسم الخط میں کلماتِ مفردہ اکثر تاءِ مَدَّوْرہ مربوطہ (ة) کے ساتھ لکھے جاتے ہیں لیکن رسمِ عثمانی میں چوبیس (24) الفاظ ایسے ہیں جو اس عام قاعدہ کے خلاف یعنی تاءِ مبسوطہ طویلہ (ت) کی شکل میں مرسوم ہیں۔ ان کا تفصیلی جدول درج ذیل ہے:

① دلیل الحیر ان: ص ۱۵۴

② نفس المصدر: ص ۱۵۵..... کشف النظر: ۲۱۱/۱

③ مراجع سابقہ

شمار	الفاظ اور ان کے مقامات کی تعداد	تاءِ مبسوطہ کے مواضع
1	”رَحِمَتْ“ پورے قرآن میں سات مقامات کے علاوہ ”رَحْمَةٌ“ کی شکل میں مرسوم ہے: ①	1- يَرْجُونَ رَحِمَتَ اللَّهِ (البقرة: ۲۱۸)، 2- إِنَّ رَحِمَتَ اللَّهِ (الاعراف: ۵۶)، 3- رَحِمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَتُهُ (هود: ۷۳)، 4- ذِكْرُ رَحِمَتِ رَبِّكَ (مریم: ۲)، 5- اِثْرِ رَحِمَتِ اللَّهِ (الروم: ۵۰)، 6- أَهْمُهُ يَقْسِمُونَ رَحِمَتَ (الزخرف: ۳۲)، 7- وَرَحِمَتُ رَبِّكَ (الزخرف: ۳۲)۔
2	”النَّعْمَةُ“ گیارہ مقامات پر تاءِ مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے: ②	1- وَادْكُرُوا نِعْمَتَ (البقرة: ۲۳۱)، 3- (المائدة: ۱۱)، 4- نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا (ابراہیم: ۲۸)، 5- وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ (ابراہیم: ۳۳)، 6- وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ (النحل: ۷۲)، 7- يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ (النحل: ۸۳)، 8- وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ (النحل: ۱۱۳)، 9- فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ (لقمن: ۳۱)، 10- اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ (فاطر: ۳)، 11- بِنِعْمَتِ (الطور: ۲۹)۔

① کشف: ۸۲؛ مقدمہ کشف النظر: ۲۱۱/۱

② مراجع سابقہ

<p>1- مَضَتْ سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ (الانفال: ۳۸)، 2، 3، 4- إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (فاطر: ۲۳)، 5- سُنَّتَ اللَّهُ قَدْ خَلَّتْ (المؤمن: ۸۵)،</p>	<p>3 - لفظ "السنة" تمام قرآن میں اسی طرح لکھا گیا ہے لیکن پانچ (۵) مقامات پر یہ تاء مبسوطہ (ت) کے ساتھ مرسوم ہے: ①</p>
<p>1- إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ (آل عمران: ۳۵)، 2- امْرَأَتُ الْعَزِيزِ (يوسف: ۳۰)، 3- وَقَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ (يوسف: ۵۱)، 4- وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ (القصص: ۹)، 5، 6- امْرَأَتِ نُوحٍ وَامْرَأَتِ لُوطَ (التحریم: ۱۰)، 7- امْرَأَتِ فِرْعَوْنَ (التحریم: ۱۱)،</p>	<p>4 "امْرَأَةٌ" پورے قرآن مجید میں اسی طرح مرسوم ہے لیکن سات (۷) مقامات پر یہ تاء مبسوطہ طویلہ کے ساتھ "امْرَأَت" مرسوم ہے: ②</p>
<p>1- وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَى (الاعراف: ۱۳۸)۔ << مندرجہ ذیل میں افراد و جمع کا اختلاف ہے: 2- وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا (الانعام: ۱۱۵)، 3- كَلِمَتُ رَبِّكَ (يونس: ۳۳)، 4- كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (يونس: ۹۶)، 5- حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (غافر: ۶)۔</p>	<p>5 "الكَلِمَةُ" پانچ مقامات میں تاء مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ان پانچ (۵) مقامات میں سے صرف ایک مقام (الاعراف: ۱۳۸) ایسا ہے جہاں خلاف قیاس یہ تاء مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا۔ جبکہ باقی چار مقامات میں اس لفظ کے مفرد یا جمع ہونے کے احتمال کے پیش نظر تائے مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا ③</p>

① لمقتنع: ص ۸۳

③ لمقتنع: ص ۸۳

② مرجع سابق

6	”اللُّعْنَةُ“ اصلًا تاء (ة) کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن دو مقامات پر یہ تائے مبسوط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ①	1- لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ (آل عمران: ۶۱)، 2- أَنْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ (النور: ۷)۔
7	”الْمَعْصِيَةِ“ دو مقامات پر تاءِ مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے: ②	1- وَنَعَصِيَتِ الرَّسُولِ (المجادلة: ۸)، 2- وَنَعَصِيَتِ الرَّسُولِ (المجادلة: ۹)۔
8	”الشَّجَرَةَ“ ایک جگہ تاءِ مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے: ③	إِنَّ شَجَرَتَ الرَّقُومِ (الدخان: ۲۳)۔
9	”قُرَّةٌ“ ایک مقام پر: ④	قُرَّتْ عَيْنِي لِي وَوَلَكَّ (القصص: ۹)۔
10	”الثَّمَرَةَ“ ایک مقام پر: ⑤	بَيْنَ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا (حم السجدة: ۴۷)۔
11	”بَقِيَّةٌ“ ایک مقام پر: ⑥	بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ (هود: ۸۶)۔
12	”الْجَنَّةُ“ ایک مقام پر تائے مبسوطہ کے ساتھ ”جَنَّتْ“ مرسوم ہے: ⑦	وَجَنَّتْ نَعِيمِ (الواقعة: ۸۹)۔

① نفس المصدر: ص ۸۵

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

④ مرجع سابق

⑤ مرجع سابق

⑥ مرجع سابق

⑦ نفس المصدر: ص ۸۶

<p>لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَاتٍ مِّن رَّبِّهِ (العنكبوت: ۵۰)۔</p>	<p>13 لفظ ”ء آية“ مفرد یا جمع ہونے کی صورت میں تائے مدورہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن ایک مقام پر یہ تائے مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے: ①</p>	<p>13</p>
<p>ہر جگہ</p>	<p>14 ”يَا بَيْت“ پورے قرآن میں جہاں بھی آئے تائے مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہوگا۔ ②</p>	<p>14</p>
<p>هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ (المومنون: ۳۶)۔</p>	<p>15 ”هَيْهَاتَ“ دونوں مقامات پر تائے مبسوطہ کے ساتھ: ③</p>	<p>15</p>
<p>لَات جِئْنَ مَنَاصِرٍ (ص: ۲) اور اللت والعزى (النجم: ۱۹)۔</p>	<p>16 ”اللت“ اور ”وَلَات“ دو مقامات پر: ④</p>	<p>16</p>
<p>فِي الْغُرُفَاتِ امِنُونَ (سبا: ۳۷)۔</p>	<p>17 ”الغُرُفَاتِ“ ایک مقام پر: لفظ مذکور کے مفرد یا جمع ہونے میں قرآء کا اختلاف ہے۔ ⑤</p>	<p>17</p>

① مرجع سابق

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

④ مرجع سابق

⑤ مرجع سابق

18	”بَيِّنَةٌ“ ایک مقام کے سوا پورے قرآن مجید میں تائے مبسوط کے ساتھ مذکور ہے: ①	عَلَى بَيِّنَاتٍ مِّنْهُ (فاطر: ۴۰)۔ اس مقام میں بھی اس لفظ کے افراد و جمع میں اختلاف ہے۔
19	”جَمَلَتْ“ ایک مقام پر: اس میں بھی افراد و جمع کا اختلاف ہے۔ ②	كَأَنَّهُ جَمَلَتْ صُفْرًا (المرسلات: ۳۳)۔
20	لفظ ”ذَات“ پورے قرآن مجید میں ہر جگہ تائے مبسوط طویلہ کے ساتھ مرسوم ہے: ③	ذَاتَ بَهِيْجَةٍ (النمل: ۶۰) وغیرہ۔
21	”مَرَضَات“: ④	ہر جگہ
22	”اِبْنَتْ“ ہر جگہ تائے مبسوط کے ساتھ مرسوم ہے: ⑤	مَرْيَمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ (التحریم: ۱۲)۔
23	”فِطْرَتْ“: ⑥	فِطْرَتْ اللّٰهَ (الروم: ۳۰)۔

① مربع سابق

② مربع سابق

③ مربع سابق

④ مربع سابق

⑤ مربع سابق

⑥ مربع سابق

24	جن کلمات کے مفرد اور جمع ہونے کا اختلاف ہو ان کو بھی تائے مبسوطہ طویلہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے ان کی تعداد سات (۷) ہے جو بارہ (۱۲) مقامات پر استعمال ہوئے ہیں:
1- کَلِمَاتُ (چار مقامات پر)،	
2- اَيْتٌ (دو دفعہ)، 3- غَيْبَتٌ (دو جگہ)،	
4- الْغَرْفَتِ (ایک دفعہ)،	
5- بَيْتٌ (ایک دفعہ)، 6- ثَمَرَاتٍ (ایک دفعہ)،	
7- جَمَلَتٌ (ایک دفعہ)۔ ①	

مذکورہ مقامات کے علاوہ مصاحفِ عثمانیہ میں بدل کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر کسی حرف میں ایک سے زائد وجوہ پائی جاتی ہوں تو تمام ممکنہ وجوہ کو محفوظ کرنے کیلئے قرآن مجید کے کسی مقام پر اُس لفظ کی ایک وجہ جبکہ دوسرے مقام پر اُسی لفظ کو دوسری وجہ سے لکھ دیا گیا۔ جیسے: وَيَبْسُطُ فِي سَيْنِ (س) اور صَادِ (ص) کی دونوں لغات ہیں۔ چنانچہ سورۃ بقرۃ میں صَادِ کے ساتھ اور باقی مقامات میں سَيْنِ (س) کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ②

① مزید دیکھئے: اتحاف فضلاء البشر ص ۱۵..... دلیل الحیر ان: ص ۱۹۴ و ما بعد

② تلخیص الفوائد: ص ۲۰

قاعدہ چہارم..... وصل و فصل:

وصل کا مطلب ہے ملانا۔ کلمات قرآن میں بعض ایسے کلمات کو آپس میں ملا دیا گیا جن میں علیحدگی کا احتمال موجود تھا جیسے: "مِمَّا" اصل میں "مِنْ مَّا" تھا۔ اسی طرح بعض کلمات قرآن کو علیحدہ کر کے لکھا گیا جیسے: اَنْ لَا وغیرہ۔

وصل اور فصل میں ممکنہ تین صورتوں کا جدول حسب ذیل ہے: ①

قاعدہ	تحقیقی اتقائی	احتمالی اتقائی	احتمالی اختلافی
وصل	رسم میں ایک حرف دوسرے کے ساتھ متصل ہو اور اس کی قراءت بھی رسم کے مطابق ہو۔ جیسے: مَنَاسِكُكُمْ اور عَلَيِهِمْ کی ضمائر رسماً اور قراءتاً ثابت ہیں لہذا مَنَاسِكُ اور عَلٰی پر وقف کرنا جائز نہیں۔	کلمہ یا حرف رسماً دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءتاً رسم کے خلاف جدا جدا پڑھے جائیں۔ جیسے: کَهَيْعَصَ (اسی وجہ سے ابو جعفر حروفِ ہجاء میں سے ہر ایک پر سکتہ کرتے ہیں) اور يٰنَوْمَ (یہ دراصل تین حروفِ یا، ابن اور اُم کا مجموعہ ہے)۔	رسماً ایک کلمہ دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءتاً اختلاف ہو۔ جیسے: وَيُكَانَنَّ۔ یہ رسماً تو متصل ہے لیکن امام کسائی پر یاہ پر وقف کرتے ہیں (یعنی: وَيٰى كَانَنَّ)، اور ابو عمرو کاف پر وقف کرتے ہیں (یعنی: وَيٰىكَ اَنَّ)۔ جبکہ باقی ائمہ صرف نون پر وقف کرتے ہیں (یعنی: وَيُكَانَنَّ)۔

فصل	کلمہ یا حرف رسماً اور	کلمہ یا حرف رسماً تو	کلمہ یا حرف رسماً دوسرے
	قراء ؓ دوسرے سے جدا ہو۔ جیسے: خَمَّ عَسَقٌ۔ لفظ خَمَّ مابعد سے رسماً بھی جدا ہے اور اسی لیے تمام قراء کے نزدیک اس پر وقف کرنا جائز ہے۔	دوسرے سے جدا ہو لیکن قراء ؓ دوسرے سے متصل پڑھا جائے۔ جیسے: اِسْرَاءِ یْلِ۔ اَمِیْسِ۔ اے یل، ماقبل سے جدا ہے لیکن اِسْرَاءِ پر وقف کرنا جائز نہیں۔	سے جدا ہو لیکن قراء ؓ اس میں اختلاف ہو۔ جیسے: مَالِ هَذَا۔ امام کسائی اور ابو عمرو حرف مَ پر وقف کرتے ہیں (یعنی: مَالِ هَذَا) اور باقی حضرات مَ پر وقف کے قائل نہیں۔

ذیل میں کلمات موصولہ کا جدول دیا جاتا ہے جو خلاف قیاس اور عام قواعد سے ہٹ کر رسم قرآنی کی خصوصیت ہے۔ جس میں اُن حروف کو ملا کر لکھا گیا ہے جو علیحدہ بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ مقامات وصل اصولاً تینتیس (۳۳) ہیں:

شمار	وصل کے اصول	امثلہ اور مستثنیٰ مقامات
1	وہ حرف معنوی جو ایک حرفی ہو:	مثلاً: بِسْمِ اللّٰهِ (اصل میں بِاسْمِ ہے۔)، وَلِرَسُوْلِهِ۔ (اصل میں وَرَسُوْلِهِ) ہے۔ وغیرہ۔ ①
2	الف لام تعریف: کثرت استعمال کی وجہ سے اس کو مابعد کلمہ کے جزو کے مرتبہ میں سمجھ کر متصل لکھتے ہیں۔ ②	جیسے: اَلْاَنْرُ، اَلْاَرْضُ۔ اصل میں اَنْ اَرْض تھے۔

① لمقنع: ۸۷

② مقدمہ کشف النظر: ۲۱۲/۱

3	یائے ندا کا الف: نداء کی یاء کا الف بھی ملا کر لکھتے ہیں: ①	مثلاً: يَا آدَمُ (اصل میں یا اِذَمُ تھا)۔
4	ہائے تنبیہ کا الف: ہائے تنبیہ کو بھی موصولاً لکھتے ہیں: ②	جیسے: هَذَا، هَؤُلَاءِ (اصل میں هَاذَا، هَاؤُلَاءِ تھے)۔
5	کلمات جن کے آخر میں ضمیر متصل ہو: ایک حرف یا زیادہ والی ضمیر متصل جس کلمہ کے آخر میں آئے تو اس کلمہ کا ضمیر سے وصل ہوتا ہے۔ ③	جیسے: رَبِّي (رَبِّ ي)، رَبُّكُمْ (رَبُّ كُمْ)، رُسُلُكُمْ (رُسُلُ كُمْ)، مَنَاسِكُكُمْ (مَنَاسِكُ كُمْ)، رُسُلُهُ (رُسُلُ ه)۔ وغیرہ
6	حروف مقطعات: سورتوں کے آغاز میں مذکور حروف مقطعات بھی ملا کر لکھے جاتے ہیں لیکن ان میں سے ایک (حَمْ عَسَق) مستثنیٰ ہے اور اسی لیے اس پر وقف بھی جائز ہے۔ ④	مثلاً: اَلَمْ، (اصل میں الف، لام، میم ہے) وغیرہ۔
7	ہمزہ جو تخفیفاً یاء (ی) اور واؤ (و) کی صورت میں ہو: ⑤	جیسے: يَوْمَئِذٍ (يَوْمَ ئِذٍ)، حِينِئِذٍ (حِينَ ئِذٍ)، اَوْنَبُكُمْ (اَوْنَبُ كُمْ) وغیرہ۔

① المقنع: ۲۵

② مرجع سابق

③ كشف النظر: ۲۱۲/۱

④ مرجع سابق

⑤ مرجع سابق

8	”مَا“ استفہامیہ جو ”فِی“، ”بِیْن“، عَنْ، لام، بَاء (ب) جارہ کے بعد مذکور ہو، کو موخر الذکر الفاظ کے ساتھ متصل لکھتے ہیں: ①	مثلاً: فِيمَا، بِمَاء، عَمَّا، لِمَ، بِمَ وغیرہ
9	لفظ ”أَمْ“ جس کے بعد ”مَا“ ہو تو وہ وصل کے ساتھ (أَمَّا) لکھے جاتے ہیں: ④	جیسے: أَمَّا إِذَا (أَمْ مَا إِذَا)، أَمَّا اشْتَمَلْتُ (أَمْ مَا اشْتَمَلْتُ)۔
10	”إِنْ“ جو کہ ”لَا“ سے قبل ہو۔ دونوں حروف متصل (إِلَّا) لکھے جاتے ہیں: ②	مثلاً: إِلَّا تَفْعَلُوهُ، إِلَّا تَنْصُرُوهُ وغیرہ۔
12, 11	حرف محذوف کا ضمیر سے اتصال: ④	جیسے: كَالْوَهُمْ، وَزَنُوهُمْ (اصل میں كَالْوَالِهِمْ اور وَزَنُوا لَهُمْ تھے، لام کو حذف کر کے ’ہم‘ ضمیر کو فعل کے ساتھ ملا دیا گیا)۔
13	”مَهُمَا“:	ہر جگہ وصل کے ساتھ مذکور ہے۔
14	”كَأَنَّ“ اور ”مَا“ کا وصل: قرآن مجید میں ہر جگہ وصلاً لکھا ہوا ہے۔	جیسے: كَأَنَّمَا۔
15	”فَنِعِمَّ“ اور ”مَا“ کا وصل:	ہر جگہ وصل کے ساتھ فَنِعِمَّا مرسوم ہے۔

① المقنع: ۷۷

② دلیل الحیر ان: ص ۱۹۳

③ نفس المصدر: ص ۱۹۳

④ نفس المصدر: ص ۱۹۳

16	”رَبِّ“ اور ”مَا“ کا وصل:	مثلاً: رَبَّمَا۔
17	”نِعْمَ“ اور ”مَا“ کا وصل:	جیسے: نِعْمًا۔
<p>مذکورہ تمام مقامات میں وصل پر اتفاق ہے کہ ان کلمات کو متصل ہی لکھا جائیگا اور اسی وجہ سے آخری حرف یا لفظ پر ہی وقف درست ہے۔ اگر دورانِ تلاوت ان کلمات پر وقف کیا جائے تو اعادہ پہلے ہی کلمہ سے واجب ہے۔ ① مثلاً: وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْزَانُهُمْ يَخْسِرُونَ کی تلاوت کرتے ہوئے اگر كَانُوا پر وقف کیا جائے تو ہُم سے پڑھنا جائز نہیں بلکہ اعادہ پہلے حرف سے ہوگا۔</p>		
18	”أَنْ“ اور ”لَا“ گیا رہ (11) مقامات کے علاوہ ہمیشہ متصل لکھے جاتے ہیں: ②	<p>جیسے: أَلَّا تَزِرُ (أَنْ لَا تَزِرُ)، أَلَّا يَرْجِعُ (أَنْ لَا يَرْجِعُ) وغیرہ۔ مستثنیٰ گیارہ مقامات حسب ذیل ہیں:</p> <ol style="list-style-type: none"> 1۔ (الاعراف: ۱۰۰)، 2۔ (الاعراف: ۱۶۹)، 3۔ (التوبة: ۱۱۸)، 4۔ (هود: ۱۴)، 5۔ (هود: ۲۶)، 6۔ (الانبیاء: ۸۷)، 7۔ (الحج: ۲۶)، 8۔ (یس: ۶۰)، 9۔ (الدخان: ۱۹)، 10۔ (ن: ۲۳)، 11۔ (الممتحنة: ۱۴)

<p>مثلاً: اِنَّمَا۔ اس اصول سے اِنَّ مَّا تُوعَدُونَ (الانعام: ۱۳۳) مستثنیٰ ہے ① (النحل: ۹۵) میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق مقطوع اور ایک روایت کے مطابق موصول ہے۔ لیکن ہمارے مصاحف میں یہ موصول ہی لکھا ہوا ہے۔ ②</p>	<p>19 "اِنَّ" اور "مَّا" موصول رسم کیا جاتا ہے:</p>
<p>جیسے: اِنَّمَا نُمَلِّئُ لَهُمْ۔ لیکن اِنَّ مَّا يَدْعُونَ (الحج: ۶۲) اور (لقمن: ۳۰) مستثنیٰ ہے۔ ④</p>	<p>20 "اِنَّ" اور "مَّا" بھی موصولاً لکھے جاتے ہیں: ③</p>
<p>جیسے: فَاِمَّا تَتَّقَنَّهٗمْ وَغَيْرِهٖ۔ لیکن اس اصول سے وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ (الرعد: ۲۰) مستثنیٰ ہے۔ ⑤</p>	<p>21 "اِنَّ" اور "مَّا" ہر جگہ نون کے بغیر (اِنَّمَا) مرسوم کیا گیا:</p>

① نفس المصدر: ۷۸

② مقدمہ کشف النظر: ۲۱۳/۱

③ دلیل الحیر ان: ۱۸۳

④ المنقح: ۷۸

⑤ نفس المصدر: ۷۵

<p>تین مقامات پر بالوصل لکھا ہوا ہے۔ مثلاً: فَأَيْنَمَا تَوَلَّوْا (البقرة: ۱۱۵) اَيْنَمَا يُوجِّهُهُ (النحل: ۷۶)، اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ (الشعراء: ۹۲) ②۔ علامہ کر دی نے مقاماتِ وصل کی تعداد پانچ بیان کی ہے۔ اَيْنَ مَا تَكُونُوا (النساء: ۷۸) اس اصول سے مستثنیٰ ہے۔</p>	<p>22 "اَيْنَمَا" جو کہ "اَيْنَ" اور "مَا" کا مجموعہ ہے، وصل کے ساتھ لکھا گیا ہے: ①</p>
<p>دو مقامات پر وصل ہے،۔ باقی سب جگہ نون (ن) کے ساتھ فصل ہے جیسے: فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وغيرہ۔ فَإِلْمُ يَسْتَجِيبُوا (هود: ۱۲) ③</p>	<p>23 "فَالِمْ" جو کہ دراصل فَإِنْ اور لَمْ ہے، کو اکٹھا لکھا گیا:</p>
<p>1- اَلَّنْ نَجْعَلْ لَكُمْ مَوْعِدًا (الکہف: ۴۸)۔ 2- اَلَّنْ نَجْمَعُ عِظَامَهُ (القيامة: ۳)۔ کے علاوہ باقی سب جگہ اَنْ لَنْ مرسوم ہے جیسے: اَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ۔</p>	<p>24 "اَنْ" اور "لَنْ" کو دو مقامات پر وصل کی صورت میں "اَلَّنْ" لکھا گیا ہے۔ ④</p>

① دلیل الحیر ان: ص ۱۹۰

② المقنع ۷۷

③ مقدمہ کشف النظر: ۲۱۳/۱

④ دلیل الحیر ان: ص ۱۹۲

<p>مثلاً: عَمَّا يَصِفُونَ وغيرہ۔ لیکن اس سے ایک مقام ”عَنْ مَا نُهُوا“ (الاعراف: ۱۶۶) مشتق ہے۔ ①</p>	<p>”عَنْ“ اور ”مَا“ کو بھی اکٹھا لکھا جاتا ہے:</p>	<p>25</p>
<p>جیسے: بِمَّا رَزَقْنَاهُمْ ، بِمَا نَزَّلْنَا وغيرہ۔ اس اصول سے تین (3) مقامات مشتق ہیں: ③</p> <p>1- مَنْ مَّا مَلَكَتُ (النساء: ۲۵)</p> <p>2- (الروم: ۲۸) 3- بِمَنْ مَّا رَزَقْنَاهُمْ (المنفقون: ۱۰)۔</p>	<p>”بَيْنَ“ اور ”مَا“ حالتِ وصل میں ”بِمَا“ مرسوم ہوتے ہیں: ②</p>	<p>26</p>
<p>جیسے: بِمَنْ مَنَعَ (جو کہ دراصل بِمَنْ مَنَعَ ہے) اسی طرح بِمَنْ مَنَعَ۔</p>	<p>”بَيْنَ“ (بیم کے کسرہ کے ساتھ) اور ”مَنْ“ (بیم کے فتح کے ساتھ) ہر جگہ حالتِ وصل میں ”بِمَنْ“ مرسوم ہے۔</p>	<p>27</p>
<p>مثلاً: آمَنْ يَمْلِكُ ، آمَنْ خَلَقَ وغيرہ لیکن اس سے چار مقامات مشتق ہیں 1- آمَّ يَكُونُ عَلَيْهِمُ (النساء: ۱۰۹)، 2- آمَّ مَنَ اسَّسَ (التوبة: ۱۰۹)، 3- آمَّ مَنَ خَلَقْنَاكُمْ (الصافات: ۱۱) 4- آمَّ مَنَ يَأْتِي (حم السجدة: ۲۰)۔ ④</p>	<p>”آمَنْ“: آمُ اور مَنْ کا مجموعہ ہے۔</p>	<p>28</p>

② دلیل الحیر ان: ص ۱۸۲

① لمقنع: ۷۳

④ لمقنع: ص ۷۶

③ لمقنع: ۷۳؛ الکردی: ص ۱۳۹

<p>جیسے: اَفْکُلَّمَا جَاءَ کُمْ، کُلَّمَا جَاءَ هُمْ وَغیره۔ لیکن بِن کُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (ابراہیم: ۳۴) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ①</p>	<p>29 ”کُلَّمَا“ ”کُلِّ مَا“ کی جائے متصل صورت میں لکھا جاتا ہے: لیکن پانچ مقامات میں فصل ہے۔</p>
<p>جیسے: بِئْسَمَا اشْتَرُوا (البقرة: ۹۰)، بِئْسَمَا يَأْتُرْكُمْ (البقرة: ۹۳)، بِئْسَمَا خَلَقْتُمُونِي (الاعراف: ۱۵۰)۔ مستثنیٰ مقامات یہ ہیں:</p> <p>1- وَلِبِئْسَ مَا شَرَوْا (البقرة: ۱۰۲)، 2- فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ (آل عمران: ۱۸۷)، 3- لِبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (المائدة: ۶۲)، 4- لِبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (المائدة: ۶۳)، 5- لِبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (المائدة: ۷۹)، 6- لِبِئْسَ مَا قَدَّمْتُمْ (المائدة: ۸۰)۔</p>	<p>30 ”بِئْسَمَا“ قرآن مجید میں نو (۹) مرتبہ مستعمل ہے۔ تین مقامات میں وصل اور باقی چھ میں فصل ہے۔ ②</p>

① المقنع: ص ۸۰

② دلیل الخیر ان: ص ۱۹۱

<p>جیسے: فِيمَا أَخَذْتُمْ - لیکن درج ذیل مستثنیٰ ہیں:</p> <ol style="list-style-type: none"> 1. فِي مَا آتَيْكُمْ (المائدة: ۲۸) 2. فِي مَا أُوجِي (الانعام: ۱۴۵)، 3. فِي مَا آتَيْكُمْ (الانعام: ۱۶۵)، 4. فِي مَا اشْتَهَتْ (الانبیاء: ۱۰۲)، 5. فِي مَا أَفْضْتُمْ (النور: ۱۳)، 6. فِي مَا هُوْنَا (الشعراء: ۱۳۶)، 7. فِي مَا رَزَقْنَكُمْ (الروم: ۲۸)، 8. فِي مَا هُمْ (الزمر: ۳)، 9. فِي مَا كَانُوا فِيهِ (الزمر: ۲۶)، 10. فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ (الواقعة: ۶۱)۔ ② 	<p>”فِيمَا“ اکثر موصول استعمال ہوا ہے: ①</p>	31
<p>مواضع وصل:</p> <ol style="list-style-type: none"> 1- لِكَيْلَا تَحْزَنُوا (آل عمران: ۱۵۳)، 2- لِكَيْلَا يَعْلَمَ (الحج: ۵)، 3- لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ (الاحزاب: ۵۰)، 4- لِكَيْلَا تَأْسُوا (الحديد: ۲۳)، 	<p>”لِكَيْلَا“ قرآن مجید میں آٹھ (۸) مقامات پر مستعمل ہے۔ جن میں سے چار مواضع پر موصول ہے۔ ③</p>	32

① نفس المصدر: ص ۱۸۸، ۱۸۹

③ المقنع: ۸۰..... دلیل الحیران: ص ۱۹۱

② المقنع: ۷۷

33	”يَوْمَهُمْ“ (پہلے میم کے فتح کے ساتھ) یا ”يَوْمِيَهُمْ“ (پہلے میم کے کسرہ کے ساتھ) دو (۲) مواقع کے سوا تمام جگہوں میں موصول استعمال ہوا ہے:	مثلاً: يَوْمَهُمُ الَّذِي (الزخرف: ۸۳)، (الطور: ۴۵)، (المعارج: ۴۲)، (الذريعت: ۶۰)۔ لیکن دو مواضع میں یہ حالت قطع میں مرسوم ہے: 1- يَوْمَهُمُ بَارِزُونَ (المومن: ۱۶)، 2- يَوْمَهُمُ عَلَى النَّارِ (الذريعت: ۱۳)۔ ①
----	--	--

مذکورہ بالا تمام کلمات، جن کے وصل پر ائمہ کا اتفاق ہے، کے صرف آخری کلمہ پر وقف جائز ہے نیز ان تمام کلمات میں سے مختلف فیہ کلمات، جن کے پہلے حصہ پر وقف کے متعلق روایت موجود ہو، کے پہلے حصہ پر وقف جائز ہے۔ اور جہاں تک فصل (دو کلمات میں علیحدگی) کا تعلق ہے تو راقم کی تحقیق کے مطابق مذکورہ صدر مقامات استثناء کے علاوہ مزید دس (10) مقامات ہیں جو صرف فصل کیلئے خاص ہیں:

نمبر	الفاظ فصل	امثلہ ومقامات
1	”أَنْ لَّمْ“ ہر جگہ نون کے ساتھ حالت قطع میں واقع ہوتا ہے: ②	جیسے: أَنْ لَّمْ يَكُنْ، أَنْ لَّمْ يَرَهُ، وغیرہ۔
2	”أَنْ لَّوْ“ چار مقامات میں فصل کے ساتھ مرسوم ہے: ③	1- (الاعراف: ۱۰۰)، 2- (الرعد: ۳۱)، 3- (سبا: ۱۳)، 4- (الجن: ۱۶)۔

① المقنع: ۸۰

② نفس المصدر: ص ۷۵

③ دلیل الحیران: ص ۱۸۹

<p>جیسے: بَيْنُ مَالِ اللَّهِ، بَيْنُ مَارِجٍ، بَيْنُ مَاءٍ، بَيْنُ نَارٍ۔</p>	<p>لفظ "بَيْنُ" جس کے بعد "مَا" موصولہ کی بجائے اسم ظاہر ہو، ہمیشہ حالتِ قطع میں نون کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ①</p>	3
<p>مثلاً: حَيْثُ مَا (البقرة: ۱۲۴) اور ②۔ (۱۵۰)</p>	<p>"حَيْثُ مَا" حالتِ فصل میں مرسوم ہے:</p>	4
<p>عَنْ مَن يَشَاءُ (النور: ۴۳)، عَنْ مَن تَوَلَّى (النجم: ۲۹)۔ لیکن دو مقامات میں بلا خلاف یہ موصول مذکور ہے۔ ③</p>	<p>"عَنْ مَن" بھی مقطوع حالت میں واقع ہے:</p>	5
<p>1۔ لِكُنِيَ لَا يَعْلَمَ (النحل: ۷۰)، 2۔ لِكُنِيَ لَا يَكُونُ (الاحزاب: ۳۷)، 3۔ كُنِيَ لَا يَكُونُ دَوْلَةَ (الحشر:)۔</p>	<p>"كُنِيَ لَا" حالتِ فصل میں تین مقامات پر مرسوم ہے: ④</p>	6

① نفس المصدر: ص ۷۴

② للمقتنع: ۷۸

③ نفس المصدر: ص ۷۶

④ نفس المصدر: ص ۷۹

وَلَاتَ حِينَ مَنَاصِرٍ (ص: ۳)۔	7 ”وَلَاتَ حِينَ“ حالتِ فصل میں ہے بعض نے اس کو موصول ”وَلَاتَ حِينَ“ بھی لکھا ہے۔ لیکن اعتماد قطع پر ہے۔..... علامہ دانی نے وصل والی روایت کا انکار کیا ہے۔ ①
فَإِلَّا ابْنُ أُمَّ إِنْ الْقَوْمِ (الاعراف: ۱۵۰)	8 ”إِبْنِ أُمَّ“ ایک ہی مقام پر ہے اور حالتِ فصل میں ہے: ②
ملاحظہ ہو: الصَّفَّت: ۱۳۰	9 ”عَلَىٰ لِي يَلْبِسِينَ“ بھی مقطوع ہے۔ ③
یہ چار مقامات ہیں: 1۔ فَمَالِ هَؤُلَاءِ (النساء: ۷۸)، 2۔ مَالِ هَذَا الْكِتَابِ (الکہف: ۲۹)، 3۔ مَالِ هَذَا الرَّسُولِ (الفرقان: ۷)، 4۔ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا (المعارج: ۳۶)۔ ⑤	10 ”لام مجرور“ جو اسماءِ اشارہ سے قبل واقع ہو: حالتِ قطع و فصل میں مرسوم ہے۔ ④

مقطوع (یا مفصول) کلمات میں دونوں پر وقف درست ہے۔ ⑥

① نفس المصدر: ۸۱..... مقدمہ کشف النظر: ۲۱۶/۱

② لمقتنع: ص ۱۸۰

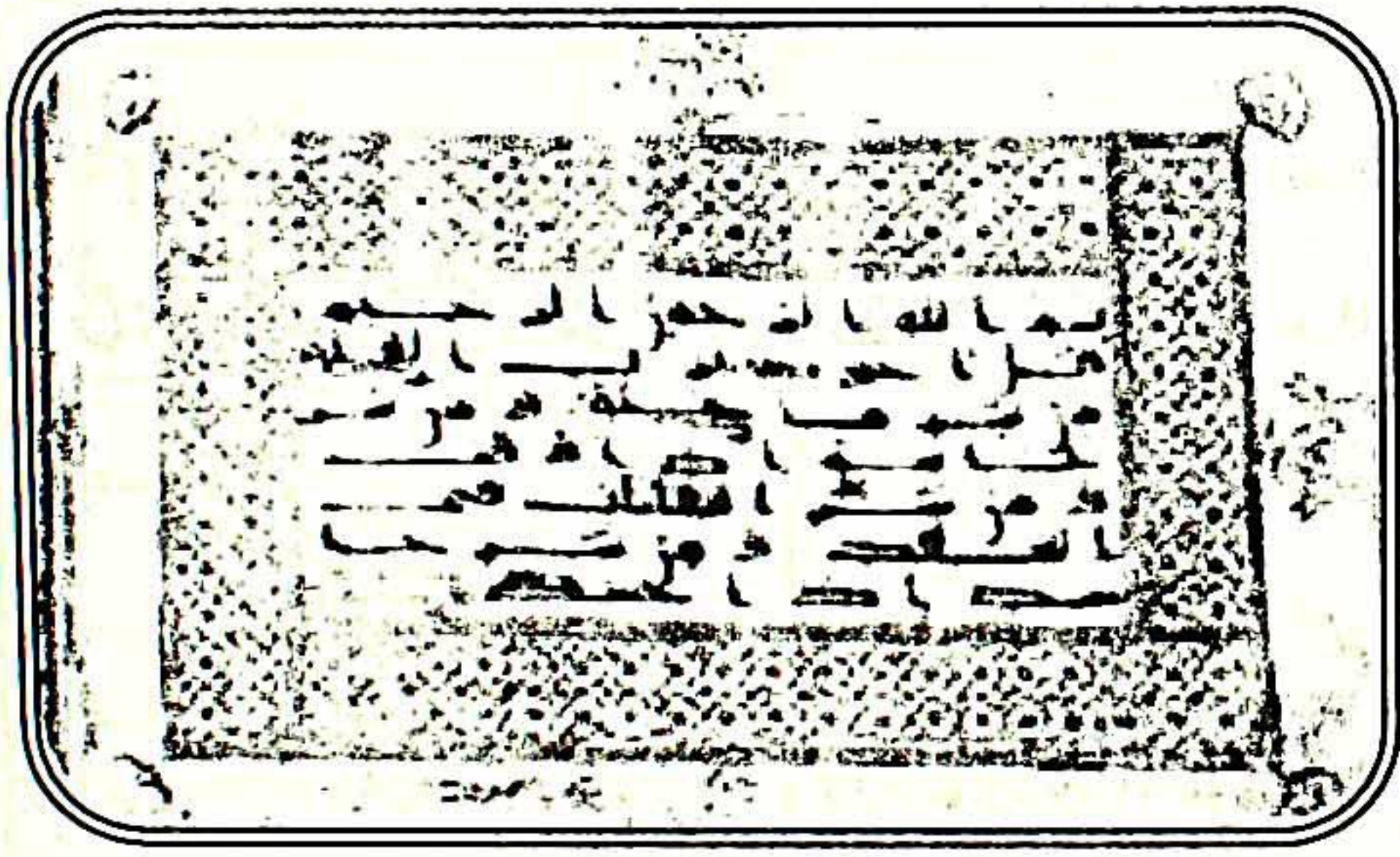
③ نفس المصدر: ۸۱

④ مرجع سابق

⑤ الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۳۹

⑥ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۶/۱

وصل و فصل کی مذکورہ بحث کے علاوہ مصاحفِ عثمانیہ میں وصل و فصل کا ایک دوسرا مفہوم بھی ملتا ہے وہ یہ کہ ایک ہی لفظ جس میں کسی طرح کا فصل ممکن نہیں اور اس کو دو سطروں میں تقسیم کر کے لکھا گیا ہے۔ کتابت میں کلمات کی اس تقسیم بین السطور کا وجود آٹھویں صدی ہجری تک بھی ملتا ہے۔ اس کی مثال غانم قدوری نے قاہرہ میں موجود مصحف سے پیش کی ہے جس میں کلمہ ﴿الکتاب﴾ پانچویں اور چھٹی سطر میں منقسم ہے۔ کاتب نے ﴿الکتاب﴾ کا الف پانچویں اور باقی حصہ چھٹی سطر میں لکھا ہے۔ اس طرح کی کئی مثالیں مخطوط مصاحف میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ① اس کی حسب ذیل صورت بنتی ہے:



This beautifully decorated page comes from a Qur'an of the late 8th century or early 9th century ②.

مصاحف سابقہ سے ایک ورق۔ جس میں آخری سطر میں لفظ ﴿حاسد﴾ کا جزء ﴿حا﴾ سطر پانچ کے آخر جبکہ ﴿سد﴾ سطر چھ کے شروع میں ہے۔

① رسم المصحف: ص ۲۵۱

② Photo from Microsoft Encarta Encyclopedia (CD version)

قاعدہ پنجم..... الهمز:

ہمز، لغت میں 'تنگی' اور 'دفع' کے معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس کو بطور مصدر استعمال کیا جائے تو اس کا معنی "ہمزہ کا تلفظ کرنا" کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ المارغنی رقمطراز ہیں:

"والهمز لغة مصدر بمعنى الضغط والدفع ويستعمل مصدراً ايضاً بمعنى النطق بالهمزة. فيقال: همزت الكلمة إذا نطقت فيها بهمزة، سمي الحرف المعلوم همزاً. وهمزة لأنه يحتاج في اخراجه من أقصى الحلق الى ضغط الصوت ودفعه لثقله". ①

جملہ سامی لغات میں حرف الف ایک ہی علامت "ا" سے لکھا جاتا ہے ②۔ جبکہ عربی زبان میں اس کو ہمزہ کا نام دیا گیا جو کہ فتحِ طویلہ کیلئے علم کے طور پر استعمال ہوتا ہے ③ یہی وجہ ہے کہ اس حرف کی آواز بھی دیگر حروف سے مختلف اور مشکل ہے۔ امام سیبویہ کے الفاظ ہیں:

"لأنها نبرة في الصدر تخرج باجتهاد، وهي أبعد الحروف منخرجاً، فثقل عليهم ذلك، لأنه كالتهوع". ④

① دلیل الحیر ان: ص ۱۲۸

② جان کانتینو: دروس فی علم اصوات العربیة: مترجم۔ صالح القرماوی: ص ۱۲۱، الجامعۃ التونسیة، تیونس، ۱۹۶۶ء

③ ابن جنی: ابواب الفتح عثمان (م ۳۹۲ھ) نیر صناعة الاعراب: ۱/۳۶، ط ۱، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ۱۹۵۳ء۔

④ سیبویہ: ابو بشر عمرو بن عثمان (م ۱۸۰ھ): الكتاب: المطبعة الامیریة، بولاق، مصر، ۱۳۱۷ھ

رسم عثمانی میں رسم ہمزہ کی تحقیق:

رسم عثمانی میں ہمزہ کے وجود کا مسئلہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اہل حجاز کی کتابت کے خصائص کو مد نظر رکھا جائے کہ آیا قدیم اہل عرب کی کتابت یا رسم میں ہمزہ کا وجود تھا یا نہیں؟ اس ضمن میں جب ہم قبائل عرب کی لغات کا جائزہ لیتے ہیں تو علماء عربیہ کی روایات کے مطابق بنی تمیم، بنی قیس اور بنی اسد کے قبائل کے ساتھ ساتھ جزیرہ عرب کے وسطی اور مشرقی بدوی قبائل کی لغت کے خصائص میں ہمیں ہمزہ کا وجود نظر آتا ہے۔ جبکہ قریش اور اہل حجاز کی لغت میں ترک ہمزہ یعنی تسہیل کے شواہد ملتے ہیں ①۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن الجزری لکھتے ہیں:

”ولما كان الهمز أثقل الحروف نطقاً، وأبعدها مخرجاً، تنوع

العرب في تخفيفه بأنواع التخفيف“ ②

علامہ دانی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

”والهمزة قد تصور على المذهبين من التحقيق والتسهيل، دلالة

على فشوهما واستعمالهما فيها، إلا أن أكثر الرسم ورد على

التخفيف، والسبب في ذلك كونه لغة الذين ولو انسخ

المصاحف زمن عثمان رحمه الله، وهم قریش..... الخ“ ③

① الزمخشري: جارا اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر (م ۵۳۸ھ): اساس البلاغة: ۲/۴۱۳، دارالکتب المصریة،

قاہرہ، ۱۹۲۲ء؛ سیبویہ: کتاب: ۲/۶۳ و ۶۷ و ۷۷ و ۷۸؛ ڈاکٹر عبدالصبور شاہین: القراءات

القرانیة: ص ۳۰

② النشرفی القراءات العشر: ۱/۲۲۸

③ المحکم: ص ۱۵۱

یعنی ہمزہ تحقیق اور تسہیل دونوں طریقوں سے لکھا جاتا ہے جو کہ اس بات پر دال ہے کہ یہ دونوں طرق راجح الوقت تھے لیکن رسم عثمانی میں ہمزہ اکثر تخفیفاً وارد ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصاحف کو لکھنے والے حضرات قریشی تھے۔ اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ قریشی لغت میں ہمزہ کتابۃً معدوم تھا۔

ہمزہ، حرف عین (ع) کے دندانے (ء) کی طرح لکھا جاتا ہے۔ بعض خطاطین نے اس کو زرد یا سرخ رنگ کے نقطہ سے بھی ظاہر کیا ہے۔ اس کے حرف یا علامت ہونے میں بھی نحویین اور علماء رسم کا اختلاف منقول ہے۔ امام مبرد کے نزدیک ہمزہ حرف کی بجائے فقط علامت ہے، جبکہ جمہور نے امام مبرد کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ مزید براں جملہ مصاحف عثمانیہ میں ہمزہ مفقود ہے بلکہ وضاحت کے پیش نظر بعد کی ایجاد ہے:

”فلم تکن فی المصاحف العثمانیة بل ہی محدثة للإیضاح“ ①

علامہ گردوی نے بھی الشیخ محمد علی الضباع کا یہی قول نقل کیا ہے:

”أن صورة الهمزة لیست فی مصحف عثمان لأنهما من علامات

الضبط الذی أحدث بعد عہدہ“ ②

رسم عثمانی میں ہمزہ کے وجود کے متعلق، غانم قدوری لکھتے ہیں:

”..... هذه الحقيقة أن الهمزة لم تمثل فی الرسم العثماني إلا فی

اول الكلمات أما ما عدا ذلك فلا توجد همزة لا فی النطق

ولا فی الرسم. إنما هی حركات طويلة أو أصوات لین“ ③

① دلیل البحر ان: ص ۱۲۸

② الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۳۵

③ رسم المصحف: ص ۳۶۰

یعنی یہ حقیقت ہے کہ رسم عثمانی میں ہمزہ کی مثال ماسوائے آغاز کلمات کے نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ ہمزہ لفظ میں تھا اور نہ رسم میں کیونکہ یہ حرکات طویلہ اور اصوات لینہ میں شمار ہوتا تھا۔

ہمزہ کی انواع:

❖ 1 ❖ **ہمزہ تسہیل:** ہمزہ کی یہ قسم ہمزہ متحرکہ بھی کہی جاسکتی ہے۔ علماء بصرین کے نزدیک ایسا ہمزہ تسہیل کے ساتھ حرکت دے کر پڑھا جاتا ہے جبکہ کوفین کے نزدیک یہ ساکن صورت میں آتا ہے۔

”التسهیل بین بین أي جعل الهمزة حرفا مخرجه بین مخرج المحققة ومخرج حرف المد المجانس لحركة الهمزة، أو حركة الحرف الذي قبلها“ ①

❖ 2 ❖ **ہمزہ ابدال:** ہمزہ کی یہ قسم دراصل ہمزہ ساکنہ کے متعلق ہے۔ ”وہو الاصل فی الهمزة الساكنة“ ② مثلاً: بَأْسٌ، بَثْرٌ، يَوْمِنُونَ۔

❖ 3 ❖ **ہمزہ حذف:** ہمزہ کی تیسری قسم ہمزہ متحرکہ میں مستعمل ہے جس میں ہمزہ کو بسا اوقات حرکت کے ساتھ یا بغیر حرکت کے حذف کیا جاتا ہے۔ بایں وجہ اس کو دو صورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

”وينقسم إلى قسمين: حذف للهمزة مع حرکتها ويعبر عنه بالأسقاط، وحذف لها بعد نقل حرکتها ويعبر عنه بالنقل“ ③

① دلیل الحیر ان: ص ۱۲۹

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

یعنی کبھی ہمزہ اپنی حرکت سمیت، رسم سے، حذف کیا جاتا ہے تو اس وقت اس کو اسقاط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو حذف کر کے اس کی حرکت کو نقل کر دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ نقل سے مُعَبَّر ہوتا ہے۔

ہمزہ کی کتابت کے مسئلہ میں سادہ اصول یہ ہے کہ ہمزہ جس حرف کی طرف مخفف ہو تو قیاس کے مطابق اسی کی صورت میں لکھا جاتا ہے ①۔ جیسے: سَأَصْرِفُ۔ اس مثال میں ہمزہ الف کی طرف مخفف ہے لہذا اسی کی صورت میں رسماً لکھا گیا۔ علماء رسم کے نزدیک آغاز کلام میں آنے والا ہر ہمزہ الف کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے خواہ اس کا رسم تحقیقی ہو یا تقدیری (جیسے: أَنْعَمْتَ، أَوْلَيْكَ وَغَيْرِهِ)، جبکہ وسط کلام یا کلام کے آخر میں آنے والا ہمزہ اُس حرف کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے جو اس سے پہلے حرف کی حرکت کے متجانس و مناسب ہو ②۔ (جیسے: دُعَاؤُكُمْ، اور جِيئِنْدِ وَغَيْرِهِ)

گویا کلام میں ہمزہ کے واقع ہونے کے تین ہی محل ہیں یعنی: ابتداء، وسط اور طرف۔ انہی مواضع کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی بنیادی طور پر تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

○..... ہمزۃ مبتدأ ة۔ ○..... ہمزۃ متوسطہ۔ ○..... ہمزۃ متطرفہ۔

1..... ہمزۃ مبتدأ ة کے احکام:

ہمزۃ مبتدأ ة، ابتدائے کلام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں علماء رسم کا اتفاق ہے کہ اس کو الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے خواہ اس پر ضمہ، فتح اور کسرہ میں سے کوئی بھی حرکت ہو:

① مرجع سابق

② مرجع سابق..... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۶/۱

”.....الذی یشیر بہ الی اتفاق شیوخ النقل بأن الهمزة الواقعة فی أول

الكلمة تصور ألفاً سواء تحرکت بالكسر أم بالفتح أم بالضم“ ①

ہمزہ مفتوحہ مبتدأ ة کی مثال، جیسے: أُنْعَمْتَ - ہمزہ مضمومہ مبتدأ ة کی مثال،

جیسے: أَوْلَيْكَ - اور ہمزہ مکسورہ مبتدأ ة کی مثال، جیسے: إِيَّاكَ - مزید براں اگرچہ ہمزہ

مبتدأ ة سے قبل کوئی حرف زائد بھی ہو تب بھی یہ اسی طرح مرسوم ہوتا ہے، مثلاً: بِأَنْ،

سَأَلْتَنِي، فَإِنْ - ②

ہمزہ مبتدأ ة کے مذکورہ حکم سے کچھ مقامات کو مستثنیٰ بھی کیا گیا ہے، یعنی ہمزہ

مبتدأ ة کو مستقل لکھنے کی بجائے اس کی حرکت کے موافق شکل دی گئی ہے۔ ان مقامات

استثناء کی بنیاد کی وجہ، ہمزہ مبتدأ ة کو مستقل طور پر لکھنا ممکن نہ تھا یا پھر ان پر ہمزہ استفہامیہ کا

دخول ہے۔ یہ مقامات حسب ذیل ہیں:

۱..... ﴿لَيْنٌ﴾ - اصل میں لَ اِنْ تھَا۔ لام قسمیہ، اِنْ شرطیہ پر داخل ہوا ﴿﴾،

۲..... ﴿لَيْلًا﴾ - اصل میں لِ اَنْ لَ تھَا۔ لام کسبی، اَنْ لا پر داخل ہوا تو قیاسی طور پر اس کو

الف تصور کیا گیا ﴿﴾،

۳..... ﴿أَيْفُكَا﴾: ہمزہ استفہام لفظِ اَيْفُكَا پر داخل ہوا ﴿﴾،

۴..... ﴿أَيْنَ﴾: اَيْنَ پر ہمزہ استفہام داخل ہے۔ جیسا کہ اَيْفُكَا کا معاملہ ہے ﴿﴾،

۵..... ﴿أَنْبِكُمْ﴾: اَيْضًا ﴿﴾،

۶..... ﴿أَيْنَ﴾: اَيْضًا ﴿﴾،

۷..... ﴿أَيْنًا﴾: اَيْضًا ﴿﴾،

① دلیل البحر ان: ص ۱۲۹

② مرجع سابق

۸..... ﴿أَيْمَةٌ﴾: یہ لفظ اصل میں ”أَيْمَةٌ“ بروزنِ اَفْعَلَةٍ تھا۔ پھر میمِ اولیٰ کو میمِ ثانیہ میں ادغام کیا تو میمِ اولیٰ کی حرکت ماقبل ساکن، ہمزہ کو دی تو یہ اَيْمَةٌ ہو گیا۔ قیاسی طور پر اس کو یاء کی شکل میں لکھا گیا ﴿﴾،

۹..... ﴿إِذَا﴾: لفظ ”إِذَا“ پر ہمزہ استفہام داخل ہے ﴿﴾،

۱۰..... ﴿أَوْ نَبَّئُكُمْ﴾،

۱۱..... ﴿يَوْمَئِذٍ﴾: لفظ مذکور میں یَوْمَ کی اضافت اِذ کی طرف کی گئی ہے ﴿﴾،

۱۲..... ﴿هُؤُلَاءِ﴾: اصل میں ”هَؤُلَاءِ“ تھا۔ قیاس اس بات کا مقتضی تھا کہ ہمزہ مبتدأ ة کو الف کی شکل میں لکھا جائے لیکن جب ہائے تنبیہ کے دخول سے یہ ایک کلمہ بنا تو تقدیراً یہ ہمزہ متوسطہ ہو گیا، اور چونکہ یہ مضموم ہے لہذا اس کو واؤ کی شکل دے دی گئی۔ ﴿﴾،

۱۳..... ﴿يَبْنُوْهُمْ﴾: اصل میں ”يَا اِبْنَ اُمَّ“ تھا، لفظ اُمّ میں قیاس تقاضا کرتا تھا کہ اس کو الف کی شکل میں لکھا جائے لیکن ماقبل الفاظ کے دخول سے یہ ایک کلمہ بن گیا تو لفظ اُمّ کا ہمزہ، ہمزہ متوسطہ بن گیا۔ جس کی بناء پر اس کو ماقبل مضموم ہونے کی وجہ سے واؤ کی شکل میں لکھا گیا ﴿﴾،

۱۴..... ﴿أَوْ نَبَّئُكُمْ﴾: ہمزہ استفہام اَنْبِئُكُمْ پر داخل ہے ﴿﴾۔

مذکورہ چودہ (۱۴) کلمات میں سے مؤخر الذکر تین کلمات (۱۲، ۱۳، ۱۴) میں ہمزہ

کو واؤ سے بدلا گیا ہے جبکہ

باقی گیارہ میں ہمزہ کو یاء (ی) کی شکل سے لکھا گیا ہے۔ ①

3، 2..... ہمزہ متوسطہ اور متطرفہ کے احکام:

ہمزہ متوسطہ اور متطرفہ کو ایک بحث میں جمع کرنے کی وجہ ان کا حکم میں مشترک

ہونا ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ہمزہ متوسطہ و متطرفہ، الف کے علاوہ اگر کسی ساکن کے بعد واقع ہوں تو بالاتفاق ان کو حذف کیا جائیگا۔

”.....الذی یشیر بہ الی اتفاق شیوخ النقل بأن ما وقع بعد

سکون من الهمز المتوسط والمتطرف حذف أي لم تجعل له

صورة إلا اذا كان الساکن قبل الهمز ألفاً“ ①

علامہ غانم قدوری نے ہمزہ متوسطہ کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کرتے ہوئے ان کے احکام الگ الگ بیان کیے ہیں:

۱.....الهمزة المتوسطه فی حالة التسهیل:

ایسے ہمزہ کو واو اور یاء کی صورت میں لکھا گیا۔

۲.....الهمزة المخففة المتوسطه یاء:

ایسے ہمزہ کو یاء کے بین بین لکھا گیا۔ جیسے: لَئِنْ۔

۳.....الهمزة المخففة المتوسطه واو:

ایسے ہمزہ کو واو کے بین بین لکھا گیا۔ جیسے: تَوَزُّهُم۔

۴.....الهمزة المخففة المتوسطه ألفاً:

ایسے ہمزہ کو (بین بین) الف لکھا گیا۔ جیسے: بَدَأْتُمْ۔ ②

اور ہمزہ متطرفہ کے ذیل میں مندرجہ ذیل صورتیں لکھی ہیں:

۱.....الهمزة المتطرفة بعد ساکن:

ایسے ہمزہ کی جگہ کوئی چیز نہیں لکھی گئی جیسے: الْمَرْء۔ ③

① مرجع سابق

③ المقنع: ص ۶۲

② رسم المصحف: ص ۳۶۹ تا ۳۷۲

حرف ساکن کے بعد آنے والے ہمزہ متوسطہ اور ہمزہ متطرفہ کی چھتیس (36) اقسام ہیں۔ جو مختصراً یہ ہیں: ہمزہ متوسطہ اور متطرفہ میں سے ہر ایک مضموم، مفتوح یا مکسور ہو گا (یہ چھ اقسام بن گئیں)۔ پھر ان سے پہلے ساکن کی چھ حالتیں ہیں: صحیح، واو لینہ، یائے لینہ، واؤ مدہ، یائے مدہ اور الف۔ چھ کو چھ سے ضرب دینے سے حاصل ضرب چھتیس 36 ہے۔ ①

۲..... الهمزة المتطرفة بعد حركة:

ایسے ہمزہ، مطلق الف کی صورت میں لکھا گیا۔ جیسے: ذرأ۔

۳..... الهمزة منونة منصوبة:

یہ بھی بصورت الف لکھا گیا۔ جیسے: نساء (ما) مرسوم تھا۔ ②

علماء رسم اور قراءات نے رسم عثمانی کے تمام قواعد کو بقدر ضرورت بیان فرمایا ہے لیکن ان قواعد میں سے قاعدہ ہمز کی پیچیدگی اور تفصیل کے سبب، بعض علماء نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ ہم نے قاعدہ الہمز کے تعارف اور اس کی اقسام کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے تفصیل کیلئے علامہ دائی کی المقنع، الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنی کی دلیل الحیران علی سورد الظمان، الشیخ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبدالغنی الدمیاطی البناء (م ۱۱۱۷ھ) کی اتحاف فضلاء البشر فی القراءات العشر، علامہ سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن (نوع ۷۶) اور غانم قدوری الحمد کی رسم المصحف دراسة لغویة ونحویة ملاحظہ ہوں۔

① دلیل الحیران: ص ۱۳۳

② رسم المصحف: ص ۳۷۴ تا ۳۷۷

قاعدہ ششم..... احتمال قراءتین:

رسم عثمانی کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ کلمات کو ایسے طریقہ پر رسم کیا گیا کہ ان میں ایک سے زائد قراءات کا احتمال باقی رہتا ہے۔ اس مفہوم کو علامہ ابوطاہر السندی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

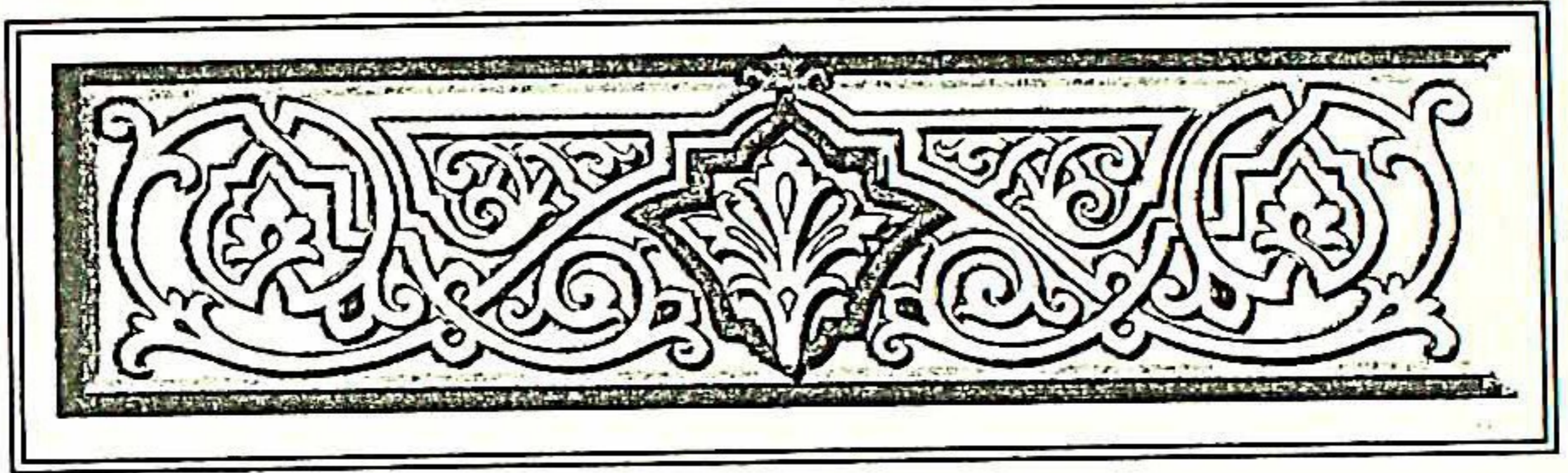
”الكلمات التي اشتملت على اكثر من قراءة وخلوها من النقط والشكل لكل قراءة، كتبها برسم واحد في جميع المصاحف، نحو ملك يوم الدين. فيكون أحد الوجهين موافقا للرسم تحقيقاً والثاني تقديراً“ ①

اس خصوصیت کا اہتمام اس لیے بھی ضروری تھا کیونکہ دور عثمانی میں تنازعات کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ بایں وجہ رسم مصاحف میں ممکنہ متواتر قراءات کی شمولیت کا ایک یہی طریقہ تھا کہ اس کو ہر قسم کی علامت، حرکت یا نقطہ سے مبرا رکھا جائے اور ایک سے زائد قراءات کا احتمال رکھنے والے لفظ یا کلمہ کو ایسی شکل میں رقم کیا جائے کہ اس کو مختلف وجوہ سے پڑھا جاسکے۔ مثلاً: مَلِكِ کو الف کے بغیر لکھا گیا تاکہ مَلِكِ کی قراءۃ بھی شامل ہو سکے۔ کتب قراءات کے مصنفین نے رسم عثمانی کے اس قاعدہ کو فروش کے تحت تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ مذکورہ خصوصیات کے حامل رسم الخط میں چھ مصاحف کی تیاری کے بعد ان مصاحف کو مستند قاری و معلم کی نگرانی میں بلاد اسلامی کی طرف روانہ کیا گیا تو فرط شوق سے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف ان کی متعدد نقول مہیا ہو گئیں بلکہ سینکڑوں سینے ان کی تابش و ضیاء سے چمک اُٹھے اور پھر اسی سلسلہ اشاعت و حفظ نے آگے بڑھ کر جم غفیر کے تواتر کا درجہ حاصل کر لیا۔

① ابوطاہر: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۱

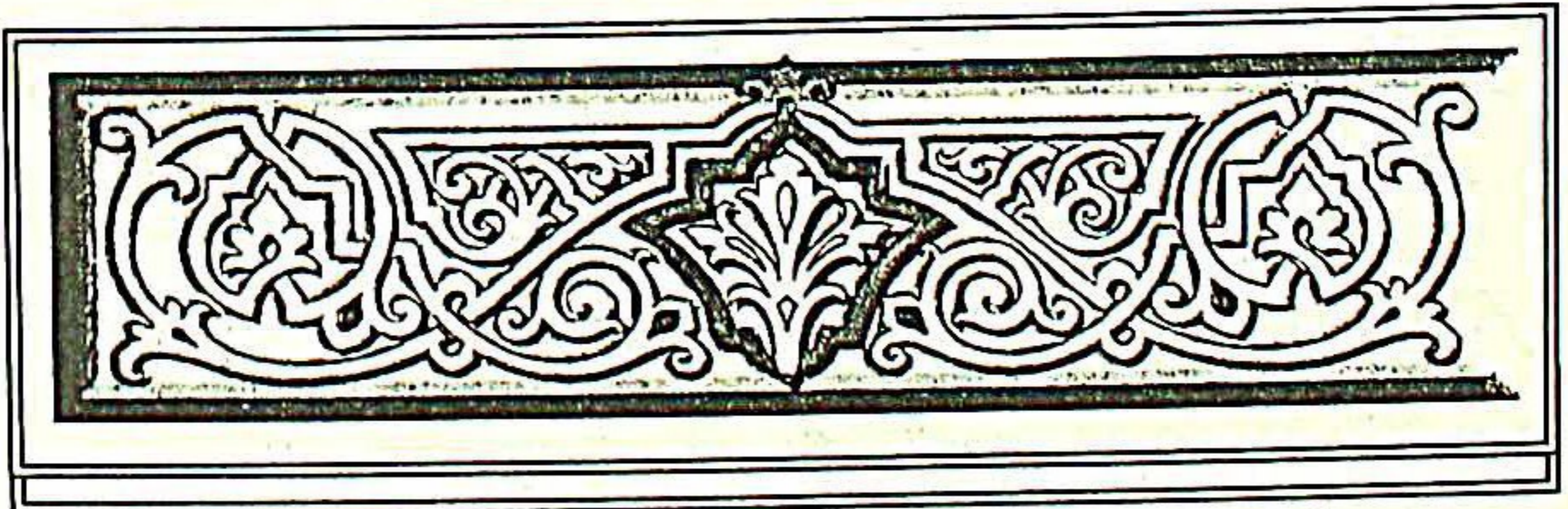
الحاصل دیگر رسوم و خطوط کی طرح عربی رسم الخط بھی اپنے ارتقائی سفر میں کمال ترقی حاصل کرتا رہا ہے لیکن قرآنی رسم میں، کلمات کی ہیئت و صورت کی تبدیلی کے حوالے سے، بطور رسم الخط کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختیار کردہ اسی (مجمع علیہ) رسم کی تزئین و آرائش قرونِ اولیٰ سے تا ہنوز جاری ہے۔ جس کی بدولت ”علم الضبط“ نامی ایک مستقل فن معرض وجود میں آیا، جس پر کثیر تعداد میں تصنیفات رقم کی گئیں۔

[Faint, illegible handwritten text in Arabic script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]



فصل دوم

رسم عثمانی کی خصوصیات



کئی اہم خصوصیات کی بنا پر رسم عثمانی، عام عربی رسم الخط پر فوقیت کا حامل ہے۔ رسم عثمانی کے تمام رموز و اشارات سے واقفیت محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسم مذکور کے چند رموز و اسرار کو بعض لوگوں کے مزاج کے موافق واضح فرمایا لیکن اکثر رموز سے ابھی بھی انسانی عقل بعید ہے، تاہم اہم خصوصیات کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

..... ایک ہی کلمہ میں ممکنہ قراءات متنوعہ کا اجتماع:

رسم عثمانی اور رسم قیاسی یا الملائی میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ رسم عثمانی میں، مختلف قراءات کا حامل کلمہ ایسی صورت میں لکھا جاتا ہے کہ اس میں ایک سے زائد طرق ادا جمع ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال علامہ زرقانی نے ﴿إِنَّ هَذَا لَسَاحِرَانِ﴾ کے کلمہ سے دی ہے ①۔ مذکورہ کلمہ رسم عثمانی میں حسب ذیل شکل میں لکھا ہوا تھا:

ا ن . ه د ا ن ل س ا ح ر ا ن

مذکورہ رسم سے لکھا گیا یہ جملہ چار وجوہ سے پڑھے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے:

اول: ﴿إِنَّ هَذَا لَسَاحِرَانِ﴾ یعنی ”اِنَّ“ کے نون کو مشددا اور ”هَذَا“ کے نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ یہ امام نافع کی قراءۃ ہے۔

دوم: ﴿إِنَّ هَذَا لَسَاحِرَانِ﴾ جیسا کہ یہ امام ابن کثیر کی قراءۃ ہے، جس

① مناہل العرفان: ۳۶۶/۱؛ مزید دیکھئے: احمد کمال عادل: علوم القرآن: ص ۵۰

میں ”اِنْ“ کو مخفف اور ”هَذَا“ کے نون کو مشدد پڑھا گیا ہے۔

سوم: ﴿اِنْ هَذَا لَسَاحِرَانِ﴾ قراءۃ حفص کے مطابق دونوں نون مخفف ہیں۔

چہارم: ﴿اِنْ هَذَيْنِ لَسَاحِرَانِ﴾ امام ابو عمرو کی قراءۃ کے مطابق ہے۔

مثال مذکور سے رسم عثمانی کی جامعیت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

..... اصل حرکت کی وضاحت:

رسم عثمانی کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس طرز پر کلمات کی کتابت سے ان کلمات کی اصل حرکت کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔ رسم عثمانی کی اسی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر لیبیب السعید لکھتے ہیں:

”منها الدلالة على الأصل والشكل والحروف، لكتابة

الحركات حروفاً، باعتبار أصلها“ ①

چونکہ رسم عثمانی غیر منقوٹ اور اشکال و حرکات سے مبرا طرزِ تحریر تھا اس لیے بعض مقامات پر کلمہ یا لفظ کی حرکت کو واضح کرنے کیلئے مخصوص رسم اختیار کیا گیا ②۔ مثلاً: وَآيَتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ ③ میں ”وَآيَتَايَ“ اور ”ذِي“ کی حرکت کسرہ اور حالتِ جری کو واضح کرنے کیلئے حرفِ یاء (ی) کا اضافہ کیا گیا۔ اسی طرح سَأُورِيكُمْ ④ میں بظاہر واؤ زائد معلوم ہوتی ہے لیکن الف کے بعد واؤ کا اضافہ ضمہ (ُ) کے قائم مقام ہے ⑤۔

① الجمع الصوتی: ص ۳۰۴

② مناهل العرفان: ۳۶۸/۱؛ احمد عادل: علوم القرآن: ص ۵۱

③ النحل: ۹۰

④ الاعراف: ۱۴۵، الانبیاء: ۳۷

⑤ مرجع سابق: قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۱

..... بعض دیگر فصیح لغات کی شمولیت:

عرب قبائل اپنی لغات اور لہجوں میں ایک دوسرے سے کچھ مختلف تھے۔ لیکن قرآن کو فصیح ترین لغت میں لکھا گیا۔ لغت قریش میں قرآن کے لکھے جانے کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کا اکثر حصہ لغت قریش میں لکھا گیا ورنہ دیگر کئی لغات بھی قرآن مجید میں داخل و شامل ہیں۔ مثلاً: قبیلہ ہذیل کی لغت کا شمار، عرب کی فصیح ترین لغات میں ہوتا تھا۔ لغت ہذیل کے اصول کے مطابق حرفِ جازم کے بغیر آنے والے صیغہ مضارع کے آخر سے یاء (ی) حذف کی جاتی تھی اور قرآن حکیم میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ جیسے: یَوْمَ یَأْتِ لَا تُكَلِّمُ نَفْسٌ ① کے لفظِ یَأْتِ کے آخر سے لغت ہذیل کے مطابق یاء (ی) حذف کی گئی ہے۔ ② اسی طرح لغت طمی کے مطابق ہائے تانیث کو تائے مجرورہ کی شکل میں لکھنا بھی قرآنی رسم میں شامل ہے۔ ③

..... ایک سے زائد معانی کا علم:

رسم عثمانی کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ ہے کہ اس میں موجود قاعدہ وصل و فصل کی بدولت مفصول کلمات میں ایک سے زائد معنی کا پتہ چلتا ہے۔ رسم عثمانی کی اس خصوصیت سے معانی میں بہت وسعت پیدا ہوئی ہے ④۔ مثلاً: اُمُّ مَنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَ کَیْلًا۔ یہاں ﴿اُمُّ﴾ کے معنوں میں ہے۔ جبکہ ﴿اَمَّنْ یَّمْشِیْ﴾ میں وصل کیا گیا تاکہ واضح ہو سکے کہ یہ پہلے کلمہ کی طرح نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے:

① ہود: ۱۰۵

② الجمع الصوتی: ص ۳۰۴

③ مرجع سابق؛ منابِل العرفان: ۳۶۸/۱

④ ابو ہشام: قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۰

”فقطع أمّ الاولى فى الكتابة للدلالة على أنها أمّ القطعة التى بمعنى
 بَلْ. ووصل أمّ الثانية للدلالة على أنها ليست كذلك.“ ①

..... ❁ مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف راہنمائی:

رسم عثمانی کی ایک جلیل القدر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اختیار کیا گیا طرزِ کتابت
 ظاہری معنی کے علاوہ کسی پوشیدہ معنی کی طرف بھی مشیر ہوتا ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول
 وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ ② ہے جس میں عام عربی رسم الخط کے قواعد کے مقابلہ میں لفظ
 ﴿بِأَيْدٍ﴾ یا مین کے ساتھ مرسوم ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

”وذلك للإيماء إلى تعظيم قوة الله التي بنى السماء وأنها لا تشبهها قوة

على حد القاعدة المشهورة وهى المبنى تدل على زيادة المعنى.“ ③

ابو ہشام نے رسم عثمانی کی اس خصوصیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”..... اس طرح یہاں ایک خفیہ مفہوم یہ ملتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ”ایید“ سے

مراد بجائے ہاتھ وہ مادہ (Material) ہو جس سے آسمان بنایا گیا اور جو

ابھی انسان کے علم میں نہیں آیا۔ فقہی قاعدہ ہے کہ حروف کی زیادتی معنی کی

زیادتی کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے اگر یہی لفظ عام رسم الخط کے مطابق ”اید“

لکھا جاتا تو اس قسم کا فائدہ (Advantage) نہ لیا جاسکتا۔“ ④

﴿يَدُعُ الْإِنْسَانَ﴾ اور ﴿يَمُحُّ اللَّهُ﴾ کے الفاظ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ لفظ ﴿يَدُعُ﴾

① منابِل العرفان: ۳۶۷/۱

② الذریت: ۴۷

③ منابِل العرفان: ۳۶۷/۱

④ قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۲

سے حذفِ واؤ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

”والسرفی حذفها من ((وَيَدْعُ الْإِنْسَانَ)) هو الدلالة على أن

هذا الدعاء سهل على الانسان يسارع فيه كما يسارع إلى

الخير، بل إثبات الشر إليه من جهة ذاته أقرب إليه من الخير.

والسرفي حذفها من ((وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ)) الإشارة إلى سرعة

ذهابه واضمحلاله“ ①

یعنی ﴿يَدْعُ الْإِنْسَانَ﴾ سے واؤ کے حذف میں یہ راز ہے کہ انسان دعا کے مانگنے میں

جلدی سے کام لیتا ہے اور بھلائی کی طرف بھی جلدی کا طالب ہوتا ہے۔ اسی طرح ﴿وَيَمْحُ

اللَّهُ الْبَاطِلَ﴾ سے واؤ کا حذف بھی باطل کے جلدی زائل اور ختم ہونے کی طرف مشیر ہے۔

غوث العارفین سید عبدالعزیز دہلوی نے قرآنی رسم الخط پر ایک منفرد انداز میں

کلام فرماتے ہوئے رسم عثمانی کے رموز و فوائد بیان کیے ہیں۔ وہ قرآنی کتابت اور رسم کو

بنیادی طور پر دو (۲) اسرار و انوار: 1۔ مشاہدہ اور 2۔ کمالِ رفعت میں تقسیم کرتے

ہیں۔ لکھتے ہیں:

”یعنی وہ حروف جو لکھنے میں آتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے۔ جیسے الصلوة کی

واؤ اور موسیٰ کی یاء وغیرہ۔ کہ ہر ایک میں مذکورہ دو اسرار میں سے کوئی سر رکھا

ہوا ہے یعنی اگر کلمہ کا مدلول، امر محسوس اور نظر آنے والا ہے مثلاً موسیٰ عیسیٰ کہ

نام ہیں دو پیغمبروں کے جو محسوس اور مشاہدہ ہیں اور ان میں یاء (ی) مکتوب

ہے..... تو ان میں سر مشاہدہ ہے۔ اور اگر کلمہ کا مدلول غیر محسوس کوئی امر

معنوی ہے تو اس میں مقامِ رفعت کا نور ہوگا جیسے هُدَيْيُنُمْ بمعنی ہدایت، کہ

① منابِل العرفان: ۳۶۸/۱؛ الاتقان (مترجم اردو): ۵۲۳/۱

نظر آنے والی شئی نہیں اور اس میں یاء (ی) مکتوب ہے مگر پڑھی نہیں جاتی..... اور جیسے: بایید بمعنی قوت کہ غیر محسوس ہے اور یاء (ی) لکھنے میں آتی ہے اور پڑھنے میں نہیں آتی۔ تو ان میں سرّ رفعت رکھا ہوا ہے۔ ①

..... رسول اللہ ﷺ سے اتصالِ سند کا ذریعہ:

أمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اس معاملہ میں دنیا کی تمام اُمتوں میں ممتاز ہے کہ اس کا ہر فرد جو کسی استاد سے مشافہتہ کلام اللہ کا کوئی جزء پڑھتا ہے تو اُس کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ ابن حزم نے اس کی تحقیق ان الفاظ میں بیان کی ہے:

”نقلُ الثقة عن الثقة يبلغ به النبي ﷺ مع الاتصال، خص الله به المسلمين دون سائر الملل. وأما مع الإرسال والإعضال فيوجد في كثير من كتب اليهود، ولكن لا يقربون فيه من موسى قربنا من محمد ﷺ. بل يقفون بحيث يكون بينهم وبين موسى أكثر من ثلاثين عصراً، إنما يبلغون شمعون ونحوه. وأما النصارى فليس عندهم من صفة هذا النقل إلا تحريم الطلاق..... الخ.“ ②

یعنی اللہ نے مسلمانوں کو یہ شرف عطا فرمایا ہے کہ ایک ثقہ سے دوسرے ثقہ کے ذریعے ان کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ اتصالِ سند یہودیوں میں ہے لیکن وہ حضرت

① علامہ عبدالعزیز دباغ: ”تبریز ترجمہ ابریز: مترجم: مولانا عاشق الہی میرٹھی“ ص ۱۱۰، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، س۔ن۔

② منابِل العرفان: ۳۶۹/۱-۳۷۰

موسیٰ علیہ السلام کے اتنے قریب نہیں جتنے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے قریب ہیں۔ بلکہ یہودیوں کا سلسلہ اتصال حضرت شمعون تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح عیسائی مسئلہ حرمت طلاق کے علاوہ کسی معاملہ میں حضرت عیسیٰ تک اپنی سند پہنچانے میں ناکام ہیں اگرچہ مسئلہ مذکورہ کی سند میں بھی کئی مجہول راویوں کا ذکر آتا ہے۔

چنانچہ رسم عثمانی چونکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے بعد ہم تک پہنچا ہے اس لیے رسم عثمانی کے مطابق مصحف کی قراءت براہ راست رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ان کے دیے ہوئے رسم کے موافق ہوگی۔ نتیجتاً رسم عثمانی، قاری مصحف کا سلسلہ سند، رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

..... اہل کتاب کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ:

بعض علماء نے رسم عثمانی کے اسرار اور رموز میں قابل ذکر بات بیان فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا مذکورہ رسم دراصل اہل کتاب کیلئے ایک حجاب اور پردہ کا ذریعہ ہے تاکہ وہ قرآن مجید میں اپنی کتب کی طرح تحریفات کا دروازہ نہ کھول سکیں:

”ومن فوائد الرسم العثماني _ فيما رأى بعض العلماء _ أنه

حجاب مَنَعَ أَهْلَ الْكِتَابِ أَنْ يَقْرَأَ وَهُوَ عَلَى وَجْهِهِ دُونَ مَوْقِفٍ.

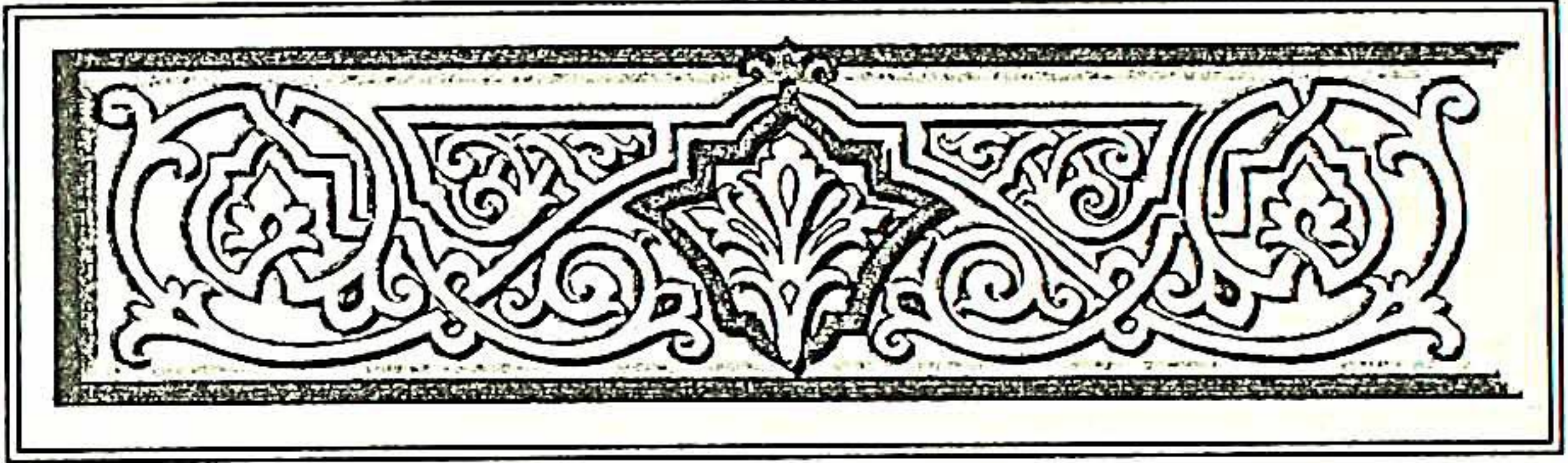
وَأَصْحَابُ هَذَا الرَّأْيِ يَقْصِدُونَ أَنَّ الْقُرْآنَ سَلِمَ مِنْ تَحْرِيفِ أَهْلِ

الْكِتَابِ وَهُوَ مَا لَمْ تَسْلَمْ مِنْهُ الْكُتُبُ الدِّينِيَّةُ قَبْلَهُ“ ①

لہذا رسم عثمانی، امت مسلمہ کیلئے انعام الہی ہے، جس کے ذریعے غیر شعوری طور

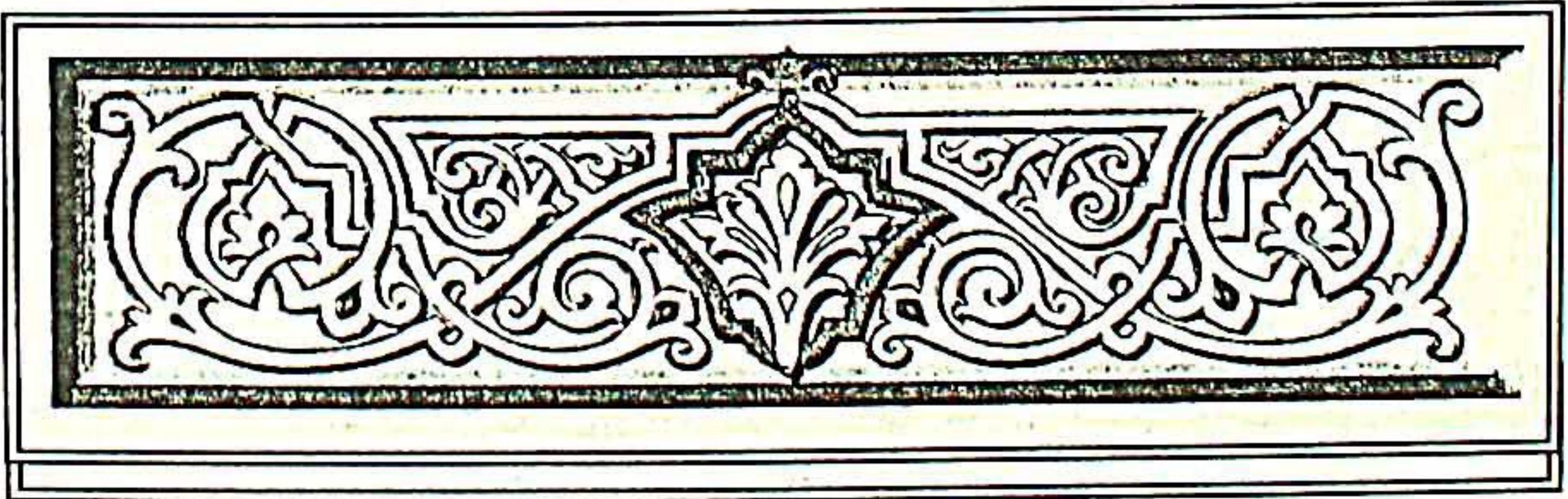
پر قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام ہر وقت موجود رہا ہے۔

① لبیب السعید: الجمع الصوتی: ص ۳۰۶؛ الدمیاطی البنا: اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰



فصل سوم

رسم عثمانی کا نشو و ارتقاء:
 پہلی صدی ہجری سے تا حال
 رسم عثمانی پر لکھی گئی کتب کا تعارف



پوری نوع انسانی کسی ایسی کتاب کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس کی حفاظت و صیانت کیلئے نسل در نسل قربانیوں اور محنتوں کا لامتناہی سلسلہ موجود ہو اور جس کتاب کی قراءت و تجوید، احکام و معانی کے بیان اور کلمات و حروف کی کتابت کے لحاظ سے لا تعداد تصنیفات موجود ہوں۔ اللہ رب العزت نے یہ شرف فقط قرآن مجید کو عطا فرمایا ہے، جس کے متعلق مصنفات کا شمار تو درکنار اس کے علوم کا احصاء بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ کائنات پر طلوع ہونے والا سورج ہر نئے دن کے ساتھ قرآنی علوم کے کسی نہ کسی گوشہ کی طرف نشاندہی کرتا نظر آتا ہے۔

جملہ علوم قرآنیہ کا مدار قرآنی نص پر ہے اور نص قرآنی کا اولین معیار رسم مصحف عثمانی ہے۔ بایں وجہ علماء و ائمہ نے مصحف عثمانی کے ہر کلمہ کے ہجاء کے متعلق جزوی اور مستقل ابحاث رقم فرمائیں تاکہ قیامت تک لکھے جانے والے مصاحف حرف بحرف اور کلمہ بکلمہ، ان مصاحف کے مطابق تیار کیے جاسکیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوا کر امصار اسلامیہ کی طرف روانہ فرمائے تھے۔

رسم مصحف عثمانی کے متعلق تالیفات کی اس غیر معمولی تعداد کا سب سے بڑا محرک اس کا صحت قراءت کیلئے معیار بن جانا ہے، اسی وجہ سے نہ صرف علمائے رسم نے اس کے احکام و قواعد بیان فرمائے بلکہ ائمہ قراءت کو بھی اس کی توضیح و تشریح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قراءت پر لکھی گئی اولین تصنیفات بھی رسم عثمانی کے قواعد و حکم اور اس کے اصول و مبانی

پر محتوی ہیں۔ لہذا مصاحفِ عثمانیہ، کلمات کے طریقہء رسم اور ان کلمات کے ہیئتِ کتابت کے لحاظ سے، آئندہ لکھے جانے والے مصاحف کیلئے ایک معیار قرار دیے گئے۔

یہ بات واضح ہے کہ رسمِ مصحف کے متعلق اولین روایات انہی ائمہ سے مروی ہوں گی جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی تعلیم کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ ہم مختصراً پہلے ائمہء رسم اور پھر رسمِ مصحف کے متعلق مصنفات کا ذکر کرتے ہیں:

امصارِ اسلامیہ میں اجلہ علمائے رسم:

1. مدینہ منورہ:

..... عبد الرحمن بن ہر مزالا عرج ^(م ۱۱۷ھ): علامہ دانی ^(م ۱۱۷ھ) کے مطابق اہل مدینہ نے، رسم کے رموز و قواعد کے متعلق روایات انہی سے حاصل کی ہیں جو بعد میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہے۔ ①

..... نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم ^(م ۱۶۹ھ): امام ذہبی ^(م ۱۶۹ھ) اور ابن الجزری نے مدینہ منورہ میں امامِ رسم کے طور پر نافع ^(م ۱۶۹ھ) کا ذکر کیا ہے۔ امام نافع ^(م ۱۶۹ھ) معروف قراءِ سبعہ میں سے ایک ہیں، انہوں نے سات تابعین سے قراءات حاصل کیں ②۔ امام نافع ^(م ۱۶۹ھ) کو روایاتِ رسم کا معتمد علیہ امام قرار دینے کی کئی وجوہات ہیں، مثلاً: وہ مدینہ میں پیدا ہوئے، عمر کا لمبا عرصہ وہیں گزارا اور لوگوں میں سب سے زیادہ قراءات کا علم رکھنے والے تھے ③۔ اور

① الدانی: لمقتنع فی رسم مصاحف الامصار: ص ۴۴

② الذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م ۴۸ھ): معرفة القراء الکبار علی الطبقات والاعصار:

۸۹/۱، ط ۱، دارالکتب الحدیثیہ، قاہرہ، ۱۹۶۹ء؛ ابن الجزری: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء: ۲/۲۳۰،

مکتبہ خانجی، مصر، ۱۹۳۲ء

③ الذہبی: معرفة القراء: ۹۰/۱

بالخصوص اہل مدینہ کو عطا کردہ مصحفِ عثمانی آپ کے زیرِ تصرف رہا۔ مصحفِ مذکور کے کثرتِ مطالعہ کی بنیاد پر روایاتِ رسم کا حقیقی مبداء حضرت امام نافعؓ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ ابن الجزریؒ نے امام نافعؓ کے چھیالیس تلامذہ کا ذکر کیا ہے جن میں سے اکثر رسمِ مصحف کے ماہر تھے۔ ①

②..... سلیمان بن مسلم بن جہازؒ (م ۱۷۰ھ)۔

③..... اسماعیل بن جعفر المدنیؒ (م ۱۸۰ھ)۔

④..... عبداللہ بن وہبؒ (م ۱۹۷ھ)۔

⑤..... الغازی بن قیس الاندلسیؒ (م ۱۹۹ھ)۔

⑥..... عیسیٰ بن مینا قالونؒ (م ۲۲۰ھ)۔

2. علماء بصرہ:

⑦..... عاصم بن ابی الصباح الجحدریؒ (م ۱۲۸ھ)۔

⑧..... معلى بن عیسیٰ البصری الوڑاقؒ۔ امام عاصم کے شاگرد تھے۔

① ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۲/۲۳۰-۲۳۱

② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۴۶

③ الدانی: للمقنع: ص ۱۱۲

④ نفس المصدر: ص ۱۱۶؛ الزبیدیؒ: ابو بکر محمد بن الحسن (م ۳۷۹ھ): طبقات النحویین واللغویین :

ص ۲۷۶، مکتبہ خانجی مصر، ۱۹۵۴ء

⑤ الدانی: للمقنع: ص ۵۴

⑥ نفس المصدر: ص ۲۳

⑦ نفس المصدر: ص ۱۴۷ اور ۵۴۔

⑧ نفس المصدر: ص ۳۱ اور ۷۷؛ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۲/۳۰۴

- ①..... ابو عمرو بن العلاء (م ۱۵۲ھ)۔
 ②..... ایوب بن المتوکل (م ۲۰۰ھ)۔
 ③..... یحییٰ بن المبارک الیزیدی (م ۲۰۲ھ)۔
 ④..... خالد بن خداش (م ۲۲۳ھ)۔

3. علماء کوفہ :

- ⑤..... ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیاتی (م ۱۵۶ھ)۔
 ⑥..... علی بن حمزہ الکسائی (م ۱۸۹ھ)۔
 ⑦..... عبداللہ بن ادریس اللادینی (م ۱۹۲ھ)۔
 ⑧..... علی بن زید بن کیسہ (م ۲۰۲ھ)۔
 ⑨..... یحییٰ بن زیاد الفراء الکوفی (م ۲۰۷ھ)۔
 ⑩..... خلف بن ہشام ابو محمد البراز (م ۲۲۹ھ)۔

① الدانی: لمقتنع: ص ۳۰ اور ۳۳

② نفس المصدر: ص ۳۶

③ نفس المصدر: ص ۲۵ اور ۳۱

④ نفس المصدر: ص ۳۳

⑤ نفس المصدر: ص ۷۵: ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۵۱

⑥ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۷۵

⑦ لمقتنع: ص ۳۶

⑧ نفس المصدر: ص ۷۵

⑨ نفس المصدر: ص ۱۱۳

⑩ نفس المصدر: ص ۳۵

..... ابو جعفر محمد بن سعدان الضریری (م ۲۳۱ھ)۔ ①

4. شام کے ائمہء رسم :

..... حضرت ابوالدرداء عویمر بن زید الانصاری (م ۳۲ھ) : دمشق کے عہدہ قضاة پر مامور

تھے اور ملک شام میں قراءات کے امام تھے۔ شام کی طرف بھیجا جانے والا مصحف عثمانی آپ کے

زیر تصرف رہا اور اہل شام سے رسم کے متعلق مروی روایات کا مبداء بھی آپ ہی ہیں۔ ②

..... عبداللہ بن عامر (م ۱۱۸ھ)۔ حضرت ابوالدرداء کے تلمیذ ہیں۔ ③

..... یحییٰ بن الحارث الذماری (م ۱۴۵ھ)۔ قراءات و رسم کے حوالے سے حضرت

عبداللہ بن عامر سے استفادہ کیا۔ ④

..... ہشام بن عمار (م ۲۴۵ھ)۔ اپنے زمانہ میں شام کے امام الرسم رہے۔ ⑤

دائرہ اسلام میں شامل بڑے بڑے امصار اسلامیہ میں مذکورہ بالا ائمہء رسم سے

کلمات مصحف کے طریقہء رسم کے متعلق روایات مروی ہیں ان کے علاوہ ابو حاتم بن محمد

البحرانی (م ۲۵۰ھ) اور ابن مجاہد (م ۳۲۴ھ) مکہ میں رسم کے امام تھے۔ ⑥

① نفس المصدر: ص ۷۹

② ابو عبید القاسم بن سلام البغدادی البروی (م ۲۲۴ھ): فضائل القرآن: ص ۳۸

③ الدانی: المقنع: ص ۱۰۶ اور ۱۱۴

④ نفس المصدر: ص ۵۶

⑤ نفس المصدر: ص ۵۶

⑥ نفس المصدر: ص ۲۰، ۳۸، ۱۰۵

تالیفات علم الرسم العثماني:

رسم مصحف کے متعلق مصنفہ کتب کے ذکر سے قبل دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے: اول۔ یہ کہ ان تمام تالیفات کا مصدر اصلی مصاحف عثمانیہ ہیں اور رسم کلمات کے متعلق مروی روایات کی صحت بھی مصاحف مذکورہ کی روشنی میں متعین ہو سکتی ہے۔ دوم۔ یہ کہ تالیفات رسم کا سب سے بڑا سبب کلمات مصحف کے ہجاء اور صورتوں کی کثرت ہے جن کی وضاحت کی خاطر ایک بڑا سرمایہ اس موضوع پر موجود ہے۔ جیسا کہ ابن خلدون نے اس بات کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے:

”.....هو أن كثير من هجاء الكلمات في المصحف قد جاء

على أكثر صورة“ ①

مصاحف کی کتابت اور لوگوں میں ان کے کثرت استعمال کی وجہ سے ان ہجاء کے قواعد مدون کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اسی مقصد جلیل کی خاطر بصرہ اور کوفہ میں نحوی ابحاث نے جنم لیا اور دونوں شہروں کے علماء نے مصاحف عثمانیہ کو سامنے رکھتے ہوئے، آسان ترین کتابت کے اصول وضع فرمائے۔ چونکہ قراءات کی صحت و شدوذ کا معیار رسم مصحف عثمانی پر تھا بایں وجہ ہر قاری قراءات نے رسم کی بحث کو ضروری سمجھتے ہوئے اپنی تالیف میں شامل فرمایا۔ نتیجتاً رسم پر تالیفات کی ایک غیر معمولی تعداد اسلامی ورثہ کا حصہ بن گئی۔ ان تالیفات کا تذکرہ صدی ہجری کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

☆..... پہلی صدی ہجری:

پہلی صدی ہجری میں رسم مصحفِ عثمانی کے متعلق کسی مستقل تصنیف کا وجود اسلئے مشکل ہے کیونکہ اس زمانہ میں صحابہ کرام کی ہستیاں رشد و ہدایت کا مرکز و محور تھیں اور مصاحفِ عثمانیہ کے ساتھ بھیجے گئے قرآن بھی موجود تھے۔ لیکن پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ایک تصنیف کا ذکر علامہ دانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوالاسود الدلی (م ۶۹ھ) نے رسم کے قواعد و رموز وضع کرتے ہوئے تصنیف رقم فرمائی؛

”..... فروینا أن المبتدئ بذلک کان ابو الاسود

الدلی، وذلک أنه اراد أن یعمل کتابا فی العربیة یقوم

الناس به ما فسد من کلامهم“ ①

☆..... دوسری صدی ہجری:

رسم مصحف پر باقاعدہ تصنیف و تالیف کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ ابن الندیم نے اس صدی ہجری میں مندرجہ ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے ②؛

۲۔ کتاب اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق: بلا و شام کے امام،

عبداللہ بن عامر الجھمی (م ۱۱۸ھ) کی تصنیف ہے۔ ③

۳۔ مقطوع القرآن و موصولہ: یہ بھی عبداللہ بن عامر کی تصنیف ہے۔ ④

① ابن الندیم: الفہرست: ص ۳۶

② المرجع السابق

③ المرجع السابق

④ المرجع السابق

۴۔ ہجاء المصاحف: عبداللہ بن عامر الیھمی کے تلمیذ یحییٰ بن الحارث الذماری (م ۱۲۵ھ) نے لکھی۔ ①

۵۔ مقطوع القرآن وموصلہ: ابن ندیم نے اس کو حمزہ بن حبیب الزیاتی (م ۱۵۶ھ) کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ ②

۶۔ اختلاف مصاحف اهل المدينة وأهل الكوفة وأهل البصرة: حمزہ بن حبیب کے بعد کوفہ میں قرأت کے امام، علی بن حمزہ الکسانی (م ۱۸۹ھ) کی تصنیف ہے۔ امام کسانی کی طرف مزید دو کتابیں منسوب ہیں؛

۷۔ کتاب الھجاء: ③

۸۔ مقطوع القرآن وموصلہ: ④

۹۔ ہجاء السنة: اس کو الغازی بن قیس الاندلسی (م ۱۹۹ھ) نے تالیف کیا۔ آپ امام مدینہ نافع بن ابی نعیم (م ۱۶۹ھ) کے تلمیذ تھے۔ مذکورہ کتاب میں رسم مصحف کے متعلق، اہل مدینہ سے مروی روایات منقول ہیں ⑤۔ غازی بن قیس نے، امام نافع کے مصحف کے ساتھ، اپنے مصحف کی تیرہ مرتبہ تصحیح کی ⑥۔

بعض مورخین نے خلیل بن احمد الفراءہیدی (م ۷۰ھ) اور ابوالسخت ابراہیم بن یحییٰ

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ یاقوت الحموی: ابو عبداللہ بن عبداللہ شہاب الدین (م ۶۲۶ھ): معجم الادباء (ارشاد الأریب إلى معرفة الأديب): ۲۰۳/۱۳، مکتبہ عیسیٰ البابی الحلی، مصر، ۱۹۳۸ء

④ الذھمی: معرفة القراء: ۱۰۶/۱

⑤ الدانی: المقنع: ص ۲۶

⑥ ابن الجزری: غایۃ النہایۃ: ۲/۲

بن المبارک الیزیدی (م ۱۲۵ھ) کی طرف بھی کتب منسوب کی ہیں لیکن ان کے نام ذکر نہیں کیے ①۔

☆..... تیسری صدی ہجری:

۱۰۔ اختلاف اهل الكوفة والبصرة والشام في المصاحف: تھی بن زیاد الفراء الکونی (م ۲۰۷ھ) کی تصنیف ہے۔ اس میں کتابت عربی کے متعلق بنیادی روایات بھی منقول ہیں ②۔

۱۱۔ فضائل القرآن ومعالمه وأدبه: امام ابو عبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس میں "اختلاف اهل الامصار" کے نام سے مستقل فصل موجود ہے ③۔

۱۲۔ کتاب فی اختلاف المصاحف: خلف بن هشام (م ۲۲۹ھ) کی روایات کا مجموعہ ہے ④۔

۱۳۔ ابو المنذر نصیر بن یوسف الخومی (م ۲۴۰ھ)، امام کسائی کے اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے امام کسائی سے قراءات حاصل کیں اور رسم مصحف کے امام مشہور ہوئے۔ ان کی طرف بھی تصنیف منسوب ہے جس میں ائمہ سابقین کی روایات موجود ہیں ⑤۔

① الدکتورہ ابتسام مرہون الصفار: معجم الدراسات القرآنیہ: ص ۲۸، مطابع جامعۃ الموصل، بغداد، ۱۹۸۲ء

② ابن الندیم: الفہرست: ص ۳۶

③ امام ابو عبید القاسم بن سلام: فضائل القرآن: ص ۹۳

④ ابن الندیم: الفہرست: ص ۳۶

⑤ ابن الجزری: غایۃ النہایۃ: ۲/۳۴۰، الذہبی: معرفۃ القراء: ۱/۱۷۵

۱۴۔ ہجاء المصاحف: رسم کے متعلق مروی روایات پر مشتمل یہ تصنیف محمد بن عیسیٰ الأصبہانی (م ۲۵۳ھ) کی ہے ①۔

۱۵۔ اختلاف المصاحف: ابو حاتم سہل بن محمد البجستانی (م ۲۵۵ھ) کی تصنیف ہے ②۔

۱۶۔ الہجاء: نامی کتاب بھی امام ابو حاتم کی طرف منسوب ہے ③۔

۱۷۔ ہجاء المصاحف: احمد بن ابراہیم الوراق (م ۲۷۰ھ) کی تالیف ہے ④۔

☆..... چوتھی صدی ہجری:

۱۸۔ کتاب المصاحف: ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان بن الاشعث البجستانی (م ۳۱۶ھ) کی تصنیف ہے۔ کتاب مذکور میں جمع قرآن، کتابت مصاحف، اختلاف مصاحف وغیرہ پر مفصل روایات منقول ہیں ⑤۔

۱۹۔ الہجاء: روایات رسم اور علوم القرآن کی ابحاث پر مشتمل یہ کتاب ابو بکر محمد بن القاسم بن بشار الانباری (م ۳۲۷ھ) کی تصنیف ہے ⑥۔

① الذہبی: معرفة القراء: ۱۸۱/۱

② ابن الندیم: الفہرست: ص ۵۹

③ المرجع السابق

④ ابن الجزری: غایۃ النہایۃ: ۳۴/۱

⑤ دیکھئے: کتاب المصاحف۔ کتاب المصاحف کی استنادی حیثیت اور صاحب کتاب کے متعلق علماء کی آراء کیلئے ملاحظہ ہو: د۔ اسماعیل سالم عبدالعال: المستشرقون والاسلام: ص ۲۷ تا ۳۳: رابطہ

العالم الاسلامی، مکہ مکرمہ، ۱۹۹۰ء

⑥ ابن الندیم: الفہرست: ص ۷۵

۴۰۔ الرد علی من خالف مصحف عثمان: ابو بکر محمد بن القاسمؓ ہی کی تصنیف ہے ①۔

۴۱۔ ایضاح الوقف والابتداء فی کتاب اللہ عزوجل: یہ بھی الانباریؒ کی تصنیف ہے ②۔

۴۲۔ اللطائف فی جمع ہجاء المصاحف: ابو بکر محمد بن الحسنؒ (م ۳۵۴ھ) کی تصنیف ہے۔ جو ابن المقسم العطار المقرئیؒ کے نام سے مشہور ہیں ③۔

۴۳۔ المصاحف: نامی کتاب بھی ابن مقسمؒ کی طرف منسوب ہے ④۔

۴۴۔ المحبر: ابو بکر محمد بن عبداللہ بن اشته الاصبہانیؒ (م ۳۶۰ھ) کی تصنیف ہے۔ جس کے متعلق علامہ ابن الجزریؒ کے الفاظ یہ ہیں: ”کتاب جلیل يدل علی عظم مقدارہ“ ⑤۔

۴۵۔ علم المصاحف: یہ بھی ابن اشته کی تصنیف ہے ⑥۔

۴۶۔ الہجاء: ابو بکر بن الحسن بن مہران النیسابوریؒ (م ۳۸۱ھ) کی تصنیف ہے ⑦۔

اس کے علاوہ ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مجاہد (م ۳۲۴ھ)، ابو الحسن احمد بن جعفر بن

المنادئیؒ (م ۳۳۴ھ)، ابو الحسن علی بن احمد بن بشر الانطاکیؒ (م ۳۷۷ھ) اور ابو الحسن علی بن

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ یاقوت الحموی: معجم الادباء: ۱۵۳/۱۸

④ ابن الندیم: الفہرست: ص ۳۳

⑤ ابن الجزری: غایۃ النہایۃ: ۱۸۴/۲

⑥ المرجع السابق

⑦ ابن الجزری: النشر فی القراءات العشر: ۱۲۸/۲، مطبوعہ مصطفیٰ محمد، مصر، س۔ ن۔

عیسیٰ الرمانیؒ (م ۳۸۴ھ) نے بھی 'اختلافِ مصاحف' اور 'ہجاءِ کلمات' کے متعلق کتب تصنیف فرمائی ہیں ①۔

☆..... پانچویں صدی ہجری:

۲۷۔ ہجاء المصاحف الأمصار: ابوالعباس احمد بن عمار المہدوی (م ۴۳۰ھ) کی تالیف ہے ②۔

۲۸۔ ہجاء المصاحف: مکی بن ابی طالب القیس الاندلسیؒ (م ۴۳۷ھ) کی تالیف ہے جو کہ دو اجزاء پر مشتمل ہے ③۔

۲۹۔ البدیع فی ہجاء المصاحف: ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن معاذ الجہنیؒ (م ۴۴۲ھ) کی تصنیف ہے ④۔

۳۰۔ المقنع فی رسم مصاحف الأمصار: ابو عمرو عثمان بن سعید الاموی الدانی المعروف بابن الصیر فی الامام الحافظ شیخ المشائخ المقرئینؒ (م ۴۴۴ھ) کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ المقنع کے نام سے معروف یہ کتاب رسمِ مصحف کی علل و رموز اور اختلافِ مصاحف پر سب سے بنیادی اور معتبر ذریعہ ہے۔ علامہ دانیؒ نے اس کے علاوہ بھی رسم پر اکثر کتب تالیف فرمائیں۔ جیسا کہ ابن الجزریؒ فرماتے ہیں: "فقد ألف فیہ کتباً عدة" ⑤۔

① د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیہ: ص ۳۸

② ابن خیر: ابو بکر محمد بن خیر بن عمر الاشبیلیؒ (م ۵۷۵ھ): فہرسة ما رواه عن شیوخہ: ص ۴۳، ط ۱، المکتب التجاری، بیروت، ۱۹۶۳ء

③ یاقوت الحموی: معجم الادباء: ۱۹/۱۷۰

④ فؤاد سیزگین: تاریخ التراث العربی: ۱/۱۷۰

⑤ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۱/۵۰۳

رسم مصحف کی علتوں اور حکمتوں پر مبنی اپنی ایک اور تالیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ دانیؒ کے الفاظ ہیں؛ ”..... وعلل ذلك مبنية في كتابنا الكبير“ ①۔ اس کے علاوہ علامہ دانیؒ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں؛

۲۱۔ الإقتصاد: ②۔

۲۲۔ کتاب النقط: ③۔

۲۳۔ المحکم فی نقط المصاحف: علامہ دانیؒ کی اس تصنیف کو مطبوعات وزارت الثقافة والاعلام دمشق نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا ④۔

۲۴۔ تلخیص المتشابه فی الرسم: ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (م ۶۲۳ھ) کی تصنیف ہے ⑤۔

۲۵۔ التلخیص والترتیب بتلخیص المتشابه فی الرسم: نامی کتاب بھی علامہ خطیب بغدادیؒ کی طرف منسوب ہے ⑥۔

۲۶۔ السبل المعارف إلی رسم المصاحف: ابو محمد عبداللہ بن سہل بن یوسف (م ۴۸۰ھ) کی تصنیف ہے ⑦۔

① الدانی: المقنع: ص ۳۰

② نفس المصدر: ص ۸؛ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۵۰۵/۱

③ کتاب النقط، المقنع کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

④ د۔ ابتسام: مجتم الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۶۲

⑤ یاقوت الحموی: مجتم الادباء: ۱۹/۴

⑥ د۔ ابتسام: مجتم الدراسات القرآنیۃ: ص ۲۹

⑦ عمر رضا کحالیہ: معجم المؤلفین: ۶۲/۶، المکتبۃ العربیۃ، دمشق، ۱۹۵۷ء

۳۷۔ کتاب التبيين لهجاء التنزيل: چھ جلدوں پر مشتمل یہ تصنیف، علامہ دانی کے شاگرد، سلمان بن نجاج ابوداؤد بن ابی القاسم الاندلسی (م ۴۹۶ھ) کی ہے ①۔

☆..... چھٹی صدی ہجری:

۳۸۔ اللطائف فی رسم المصاحف: ابوالعلاء الحسن بن احمد بن الحسن البہمدانی العطار (م ۵۶۹ھ) کی تصنیف ہے ②۔

۳۹۔ قصيدة الرائية (عقيلة أتراب القصائد فی أسنى المقاصد: القاسم بن فیروز بن خلف الشاطبی (م ۵۹۰ھ) کا مشہور زمانہ قصیدہ، شاطبیہ کے نام سے معروف ہے۔ اس میں المقنع کے بعض مسائل کو منظوم شکل میں ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار اس پر دلالت کرتے ہیں؛

وهناك نظم الذي في مقنع عن أبي

عمرو، وفيه زيادات فطب عُمرًا ③

مذکورہ بالا قصیدہ پر شہر تعداد میں شروع لکھی گئی ہیں۔ مطبعة الطوخی مصر نے ۱۳۰۲ھ میں پہلی بار شائع کیا ④۔

① الذہبی: معرفۃ القرآن: ۳۶۵

② ابن الجزری: النشر: ۱۲۸/۲

③ ابن القاسم: ابوالبتاہ علی بن عثمان بن محمد (م ۸۰۱ھ): تلخیص الفوائد وتقريب المتباعد

فی شرح العقيلة أتراب القصائد: ط ۱، مصطفیٰ البابی النخعی، مصر، ۱۹۳۹ء.

④ ۱۔ ابتسام: رقم الدراسات القرآنية: ۲۹

☆..... ساتویں صدی ہجری:

۴۰۔ من أحسن ما ألف في ذلك: الشيخ ابوطاهر لعقيلي اسماعيل بن طاهر (م ۶۲۳ھ) کا مختصر رسالہ ہے جس میں رسم مصحف پر لکھی گئی کتب اور ان کے طریقہ کار جائزہ لیا گیا ہے ①۔

۴۱۔ رسوم خط المصاحف: شيخ عقيلي ہی کی تصنیف ہے ②۔

☆..... آٹھویں صدی ہجری:

۴۲۔ مورد الظمان في حكم رسم القرآن: محمد بن محمد بن ابراهيم ابو عبد الله الشريشي الخراز (م ۷۱۸ھ) کا شہرہ آفاق قصیدہ ہے ③۔ مورد الظمان پر کثیر تعداد میں شروحات لکھی گئی ہیں۔

۴۳۔ رسالة القرآن الكريم وما وقع فيه من النزاع وبيان الحق: امام ابن تيمية (م ۷۲۸ھ) کا یہ رسالہ، رسم کے متعلق نہایت اہم ہے اور اس میں تجہیم و تنقیط کی شرعی حیثیت کو متعین کیا گیا ہے۔ دہلی سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہو چکا ہے ④۔

۴۴۔ روضۃ الطرائق في رسم المصاحف: برهان الدين ابراهيم بن عمر الجعبري (م ۷۱۸ھ) کی تالیف ہے۔ یہ منظوم شکل میں ہے ⑤۔

① ابن الجزري: غايۃ النہایۃ: ۱۶۵/۱

② د۔ ابتسام: نجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۲۹

③ ابن الجزري: غايۃ النہایۃ: ۲۳۷/۲

④ د۔ ابتسام: نجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۲۹

⑤ المرجع السابق

۴۵۔ کشف الاسرار فی رسم مصاحف الامصار: محمد بن محمود بن محمد بن احمد الشیرازی (م ۸۰ھ) نے لکھی ①۔

۴۶۔ البرہان فی علوم القرآن: بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشی نے اپنی اس کتاب میں رسم مصحف سے متعلق سیر حاصل اباحت ذکر کی ہیں ②۔

☆..... نویں صدی ہجری:

ساتویں تا نویں صدی ہجری کے دورانیہ کو اگر دور شروع کہا جائے تو مناسب ہوگا کیونکہ اس دور میں علمائے متقدمین کی تصنیفات پر بڑی تعداد میں شروع لکھی گئیں اور ان پر حواشی و تعلیقات کا سلسلہ شروع ہوا، ان میں مورد النظمآن اور قصیدۃ الرائیۃ سرفہرست ہیں۔ ان شروحات میں سے اکثر ابھی تک طبع نہیں ہو سکیں، ان کا ذکر انشاء اللہ ہم آئندہ صفحات میں مخطوطات کی فہرست میں کریں گے۔

۴۷۔ تنبیہ العطشان: الشیخ حسین بن علی بن طلحہ الرجراجی کی تصنیف ہے جس کی تکمیل ۸۲۲ھ میں ہوئی ③۔

☆..... دسویں صدی ہجری اور اس کے بعد کی تصنیفات:

۴۸۔ الاتقان فی علوم القرآن: علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی مشہور تصنیف میں بھی رسم کی چندا ہم مباحث شامل ہیں ④۔

① المرجع السابق

② الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۲۳۰، ۲۳۷، ۲۶۱

③ د۔ ابتسام: مجملہ الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۵۹

④ دیکھیے: الاتقان فی علوم القرآن:

۴۹۔ لطائف الاشارات لفنون القراءة: ابو العباس احمد بن محمد القسطلانی
(م ۹۲۳ھ) کی تصنیف ہے۔

دسویں صدی ہجری کے بعد رسم کے موضوع پر بے شمار تالیفات اور شروح منظر عام پر آئیں لیکن یہ سب کسی نہ کسی لحاظ سے علمائے متقدمین کی ابحاث کا تلخیص یا پھر ان کی تفصیل تھیں، کیونکہ تصنیفات متقدمہ میں کلمات کے ہجاء اور اس کے رسم کے طریقہ کار کا عنصر غالب نظر آتا ہے اور اسی کے رموز و علل اور صورت کلمات پر ابحاث لکھی گئیں جس میں کسی اضافے کے لحاظ سے مابعد کی تصنیفات مفقود نظر آتی ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ رسم مصحف کے متعلق شرعی ابحاث مثلاً: رسم عثمانی کے التزام و عدم التزام، توقیف و عدم توقیف کے مسائل میں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حروف تہجی کی بنیاد پر ان کتب کی فہرست دکتورہ ابتسام مرہون الصفار نے اپنے مقالہ ① میں پیش کی ہے جو کہ حسب ذیل ہے؛

۵۰۔ البيان المفيد في رسم خط القرآن المجيد: احمد عزة البغدادی
(۱۸۵۹ء-۱۹۳۳ء) کی اس تصنیف کو عبد الرحیم محمد علی کی تحقیق کے ساتھ مطبعة النعمان، نجف (عراق) نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا ②۔

۵۱۔ تاریخ القرآن و غرائب رسمه: مشہور عربی خطاط طاہر عبد القادر الکردی کی تصنیف ہے۔ علی محمد الضباع نے تحقیق کی ہے اور مکتبہ البابی الحکمی قاہرہ نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا ③۔

۵۲۔ تاریخ القرآن والمصاحف: موسیٰ جار اللہ کی یہ تصنیف "عقیدۃ اتراب

① د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۵۵ تا ۳۶۳

② نفس المصدر: ص ۳۵۵

③ دیکھئے: تاریخ القرآن

القصاصد کے ساتھ المطبعة الاسلامیہ، تبرسورغ سے ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی ①۔

۵۳. تاریخ المصحف الشریف: عبدالفتاح القاضی کی تصنیف ہے۔ مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا ②۔

۵۴. تنبیہ الخلاف علی الاعلان بوجوب اتباع رسم المصحف الامام: عبدالواحد بن عاشر الاندلسی (م ۱۰۴۰ھ) کی یہ تالیف دلیل الحیران کے ساتھ طبع ہوئی اور المطبعة العمومیة مصر نے ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا ③۔

۵۵. حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى خَلِيقَتِهِ فِي بَيَانِ حَقِيقَةِ الْقُرْآنِ وَحُكْمِ كِتَابَتِهِ وَتَرْجُمَتِهِ: محمد نجیب المطیعی کی اس تصنیف کو المطبعة الیوسفیہ قاہرہ نے ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں شائع کیا ④۔

۵۶. حکم اتباع الرسم العثماني، فوائده وعلله: ابراہیم عطوۃ عوض کا یہ مقالہ مجلہ منبر الاسلام نے پہلی بار ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء میں شائع کیا ⑤۔

۵۷. حول مصاحف الأماصار: محمود خلیل الحضری کا یہ مقالہ بھی مذکورہ مجلہ نے ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء کو شائع کیا ⑥۔

۵۸. رسم المصحف والاحتجاج به فی القراءات: عبدالفتاح شلمسی کی یہ

① معجم الدراسات القرآنیة: ص ۳۵۷

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۵۸

④ المرجع السابق

⑤ المرجع السابق

⑥ نفس المصدر: ص ۳۵۹

تصنیف قاہرہ سے ۱۹۶۰ء میں مکتبہ نہضتہ کے اہتمام سے شائع ہوئی ①۔

۵۹۔ سُور القرآن فی مصحف عثمان: عبدالمتعال الصعیدی کا یہ مقالہ مجلہ
الازہر نے ۱۳۶۶ھ کو طبع کیا ②۔

۶۰۔ القرآن فی عہد عثمان رضی اللہ عنہ: عبداللہ محمود شحاتہ کا یہ مقالہ مجلہ
منبر الاسلام نے ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں شائع کیا ③۔

۶۱۔ ماہو سبب اختلاف الائمة فی کتابة القرآن: محمود النواوی کا مقالہ
مذکورہ مجلہ نے ۱۳۹۱ھ میں شائع کیا ④۔

۶۲۔ مصاحف الامصار وعظم عناية هذه الأمة بالقرآن الکریم
فی جمیع الادوار: محمد زاہد الکوثری کا یہ مقالہ مجلہ اسلام نے شائع کیا ⑤۔

۶۳۔ المصاحف الکریمة فی صدر الاسلام: اسامۃ النقشبندی کا یہ مقالہ مجلہ
سومر نے بارہویں جلد میں ۱۹۵۶ء کو شائع کیا ⑥۔

کتب مذکورہ کے علاوہ بھی چند اہم کتب منظر عام پر آچکی ہیں؛

۶۴۔ ارشاد القراء والکاتبین الی معرفة رسم الكتاب المبین: مصنفہ:
ابو عبیدر ضوان بن محمد بن سلیمان الخلالی (م ۱۳۱۱ھ)؛

① ملاحظہ ہو: رسم المصحف والاحتجاج به فی القراءات: عبدالفتاح شلحی: مکتبہ نہضتہ

قاہرہ، ۱۹۶۰ء

② نفس المصدر: ص ۳۶۰

③ نفس المصدر: ص ۳۶۱

④ نفس المصدر: ص ۳۶۲

⑤ نفس المصدر: ص ۳۶۳

⑥ المرجع السابق

۶۵۔ اللؤلؤ المنظوم: للشيخ المتولي محمد بن احمد بن الحسن (م ۱۳۱۳ھ)؛ اس کی شرح

۶۶۔ الرحيق المختوم في شرح اللؤلؤ المنظوم: کے نام سے شیخ حسن بن خلف الحسینی نے لکھی ①۔

التزام رسم عثمانی کے متعلق ہندوستان سے اٹھنے والے سوالات و اعتراضات کا جواب لشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینی (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء) نے ۶۷۔ ارشاد الحیران

الی معرفة ما يجب اتباعه في رسم القرآن: کے نام سے دیا۔ اسی طرح مختلف سوالات کے جوابات لشیخ محمد بن حبیب اللہ الشنقیطی (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) نے

۶۸۔ ایقاظ الإعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الإمام: کی صورت میں دیے ②۔

چودھویں صدی ہجری کے معروف علمائے رسم میں سید برکات بن یوسف عریثہ

الہوری سرفہرست ہیں جنہوں نے ۶۹۔ الجوهر الفريد في رسم القرآن المجيد: کے نام سے تصنیف رقم فرمائی۔ اسی صدی ہجری میں شیخ ابوزید کی ۷۰۔ فتح

الرحمن وراحة الكسلان؛ شیخ عبدالرحمن محمد ہواش کی ۷۱۔ تشحيد الأذهان

فی رسم آیات القرآن؛ اور شیخ علی محمد الضباع کی ۷۲۔ سمیر الطالبین فی

رسم وضبط الكتاب المبين سرفہرست تصنیفات ہیں ③۔ ۷۳۔ نثر

المرجان فی رسم نظم القرآن علامہ ناصر الدین ارکائی کی شہرہ آفاق تصنیف

ہے۔ اس کتاب کی جدید طباعت وقت کی اہم ضرورت ہے۔

① الزرقانی: مناهل العرفان: ۳۶۲/۱

② غانم قدوری الحمد: رسم المصحف: ص ۱۸۳، ط ۱، جامعہ بغداد، ۱۹۸۲ء

③ نفس المصدر: ص ۱۸۵

مذکورہ بالا تالیفات، رسم عثمانی کی اہمات الکتب کا درجہ رکھتی ہیں ورنہ علوم القرآن پر لکھی گئی ہر تصنیف میں متعلقات رسم پر بحث موجود ہے۔ ہم اپنی اس بحث کا خاتمہ ترتیبِ ہجائی کے لحاظ سے ان مخطوطات کے تذکرہ پر کرتے ہیں جو یورپ باعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں؛

☆.....مخطوطات:

➤ الأبحاث الجميلة في شرح العقيلة: برہان الدین ابراہیم الجعبری (م ۱۷۳۸ھ) کا یہ مخطوط جامعۃ الازہر میں موجود ہے جس کا نمبر (۲۳۱) ۲۲۲۲۲ ہے ①۔

➤ ارجوزة في رسم المصحف: محمد متولی (۱۳۱۳ھ) کا یہ مخطوط رقم (۱۹۰) ۱۶۲۲۸ کے تحت الازہر میں موجود ہے ②۔

➤ ارشاد القراء والکاتبین الی معرفة رسم الكتاب المبين: ابو عبید رضوان بن محمد (م ۱۳۱۱ھ) کی تصنیف کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس کا مخطوط المکتبۃ التیموریہ میں رقم ۶۵ کے تحت موجود ہے ③۔

➤ اشارة الاحاظ في علم ما يرسم من الالفاظ (ارجوزة في الرسم): یوسف المدنی الحسینی کی تصنیف الازہر میں (۲۸۱) ۲۲۲۸۸ کے تحت موجود ہے ④۔

① ملاحظہ ہو: د۔ ابتسام: مجملہ الدراسات القرآنیہ: ص ۳۶۵

② نفس المصدر: ص ۳۶۷

③ المرجع السابق

④ نفس المصدر: ص ۳۶۸

ترتیب الحنبلی فی رسم القرآن الجلی: علامہ حنبلی کا مخطوطہ
التیموریہ میں رقم ۴۱۰ پر موجود ہے ①۔

تغرید الجمیلة لمنادمة العقیلة: برہان الدین الجعبری کا یہ رسالہ،
الازہر میں ۲۸۵۴ (۸۲) ۱۶۲۱۵ (۱۷۷) رقم پر موجود ہے ②۔

تقیید علی مورد الظمان فی الرسم: شقرون الوہرانی کا مخطوطہ،
تیموریہ میں ۲۱۳ رقم پر موجود ہے ③۔

جامع الکلام فی رسم مصحف الإمام: مصنف مجہول کی یہ
تصنیف، الازہر میں (۳۰۰) ۳۲۳۰۷ رقم پر موجود ہے ④۔

جمیلة أرباب المراد فی شرح عقیلة أتراب القصائد
فی أسنی المقاصد للشاطبی: ابراہیم الجعبری کا یہ مخطوطہ 'الاوقاف' (عراق)
میں رقم ۲۳۷، الازہر میں ۲۳۷ ۲۲۲۲ پر اور معہد المخطوطات (مصر) میں رقم ۲۹ کے تحت
موجود ہے ⑤۔

الجوہر الفرید فی رسم القرآن المجید: ابن عریثہ الہوری کی یہ
تصنیف خزانہ تیموریہ میں رقم ۶۶ پر موجود ہے ⑥۔

① نفس المصدر: ص ۳۷۰

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۷۱

④ المرجع السابق

⑤ نفس المصدر: ص ۳۷۲

⑥ المرجع السابق

← خلاصۃ الرسوم فی ضبط الكلمات القرآنیة: عثمان بن حافظ

رحمن نے یہ رسالہ ۱۱۵۳ھ میں لکھا جو کہ الازہر میں ۶۲۳۱ رقم پر محفوظ ہے ①۔

← الرحیق المختوم فی نثر اللؤلؤ المنظوم: الحسن بن خلف کا یہ

مخطوط الخزانۃ التیموریۃ میں رقم ۴۹۰ پر موجود ہے ②۔

← رسالۃ فی أقسام القرآن ومرسوم خطہ وکتابتہ: علامہ

جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کا یہ رسالہ الاوقاف میں ۲۲۸۱۱/۲۲ پر محفوظ ہے ③۔

← رسالۃ فی بیان من کتب المصاحف اولاً: رسالہ مذکور کے

مصنف کا علم نہیں ہو سکا اور عراقی اوقاف کی نگرانی میں رقم ۲۷۹/۲۸ پر موجود ہے ④۔

← رسالۃ فی بیان قواعد رسم المصحف العثماني: مصنف

مجهول کا یہ رسالہ التیموریۃ میں رقم ۱۷۶ کے تحت موجود ہے ⑤۔

← رسالۃ فی الرسم: مصنف مجهول کی یہ تصنیف الخزانۃ التیموریۃ میں رقم

۲۲۶ پر موجود ہے ⑥۔

← رسالۃ فی الرسم: اسی نام سے ایک اور مجهول کی طرف منسوب یہ رسالہ

الازہر میں رقم (۲۸۱) ۲۲۸۸ پر موجود ہے ⑦۔

① المرجع السابق

② نفس المصدر: ص ۳۷۳

③ المرجع السابق

④ نفس المصدر: ص ۳۷۴

⑤ المرجع السابق

⑥ المرجع السابق

⑦ المرجع السابق

رسالة في رسم بعض كلمات القرآن تليها رسالة القراءات
والرسم: بابا بن بانيه نامی مصنف کا یہ رسالہ الازہر میں رقم (۹۷) ۶۲۳۱ کے تحت
داخل ہے ①۔

رسالة في رسم المصحف: علامہ الدانی کا یہ رسالہ الاوقاف میں
۳/۲۴۰۵ پر موجود ہے ②۔

اسی نام سے ایک اور مخطوط الازہر میں بھی موجود ہے جس کا رقم (۱۶۳) ۴۰۴۵ ہے جبکہ اس
کے مصنف کا علم نہیں ③۔

رسالة في رسم المصحف: ابراہیم بن محمد بن عبدالرحمن الاندلسی
نے یہ رسالہ ۱۰۹۷ھ میں لکھا جو کہ معہد المخطوطات العربیہ (مصر) میں رقم ۳۷ کے تحت
محفوظ ہے ④۔

روضۃ الطرائف فی رسم المصاحف (منظومۃ): علامہ جبرئیل
کا یہ مخطوط تیموریہ میں رقم ۵۷۱، جبکہ معہد المخطوطات میں رقم ۴۱ پر موجود ہے ⑤۔

زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان: مصنف مجہول کا یہ مخطوط
مکتبہ صوفیاء میں رقم ۴۵ پر موجود ہے ⑥۔

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۷۵

④ المرجع السابق

⑤ المرجع السابق

⑥ المرجع السابق

✚ الطارف والطريفة فى رسم المصاحف العثمانية
الشريفة: حسين بن السيد الاماسي (اويس ھ) کا مخطوط الازہر میں (۲۸۱) ۲۲۸۸ رقم
پر موجود ہے ①۔

✚ الصنائع (ذكر فيها الصنائع التي التزمها في مصحف
كتبه بنفسه): محمد بن محمود السمر قندی کا مخطوط الخزانة التيمورية میں رقم ۳۲۵ کے تحت
موجود ہے ②۔

✚ فائدة فى رسم المصحف: مصنف مجهول، التيمورية میں رقم ۳۶۲ پر
موجود ہے ③۔

✚ فتح المنان بمورد الظمان فى رسم القرآن: ابن عشا ابو
عبداللہ محمد بن محمد (م ۱۰۴۰ھ) کی تصنیف شکل مخطوط میں مراکش کے شہر رباط میں رقم
۱۰-۱-۸ اور تیموریہ میں رقم ۲۱۵ پر موجود ہے ④۔

✚ الفرائد: عبدالعاطي التكرورى کے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ رسالہ تیموریہ میں رقم
۳۹۹ پر موجود ہے ⑤۔

✚ فى النقط: اس عنوان کے ساتھ سترہ (۱۷) مخطوطات، معہد المخطوطات
العربیة مصر میں موجود ہیں۔ جو ان مصنفین کی طرف منسوب ہیں: ابن الانباری
(م ۳۲۸ھ)؛ ابن اشته (م ۳۶۰ھ)؛ ابن السراج (م ۳۱۶ھ)؛ ابن مجاہد (م ۳۲۲ھ)؛

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۷۹

④ نفس المصدر: ص ۳۸۰

⑤ المرجع السابق

ابو اسحاق الزیادی (م ۲۴۹)؛ ابو اسحاق ابراہیم الیزیدی (م ۲۲۵ھ)؛ ابو الاسود الدری (م ۶۹ھ)؛ ابو عبد الرحمن الیزیدی (م ۲۳۷ھ)؛ احمد بن جعفر المنادی (م ۳۳۴ھ)؛ الخلیل بن احمد الفراهیدی (م ۱۷۰ھ)؛ علی بن عیسیٰ الرمائی (م ۳۸۴ھ)؛ علی بن محمد الانطاکی (م ۳۷۷ھ)؛ محمد بن عیسیٰ الاصبہانی (م ۲۵۳ھ)؛ یحییٰ بن المبارک الیزیدی (م ۲۲۷ھ) اور ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری (م ۲۸۲ھ) ①۔

✚ مقدمات فی رسم الکلمات القرآنیة وضبطها و عدد آی القرآن الکریم: الخلائق رضوان بن محمد (م ۱۳۱۱ھ) کا مخطوط، الازہر میں رقم (۱۳۰) کے تحت موجود ہے ②۔

✚ واضحة المبهوم فی علم الرسوم: محمد بن خلیل بن عمر القشیری الاربلی کی یہ تصنیف الخزانة التیموریة میں رقم ۴۴۷ پر موجود ہے ③۔

✚ الهبات السنیة العلیة علی ابتیات الرائیة فی الرسم: علی بن سلطان ملاً علی قاری الہروی (م ۱۰۱۴ھ) کا رسالہ شکل مخطوط میں الخزانة التیموریة میں رقم ۲۳۶ پر موجود ہے ④۔

مذکورہ بالا مخطوطات اگر زیور طبع سے آراستہ ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ فن رسم کے محققین و متعلقین کیلئے ایک گرانقدر سرمایہ مہیا ہوگا۔

☆.....☆.....☆

① نفس المصدر: ص ۳۲۸ تا ۳۸۲

② نفس المصدر: ص ۳۸۳

③ نفس المصدر: ص ۳۸۴

④ نفس المصدر: ص ۳۸۵

Handwritten text in Urdu script, likely a list or index, with several lines of text.

Handwritten text in Urdu script, possibly a section header or a specific entry.

Handwritten text in Urdu script, continuing the list or index.

Handwritten text in Urdu script, possibly a section header or a specific entry.

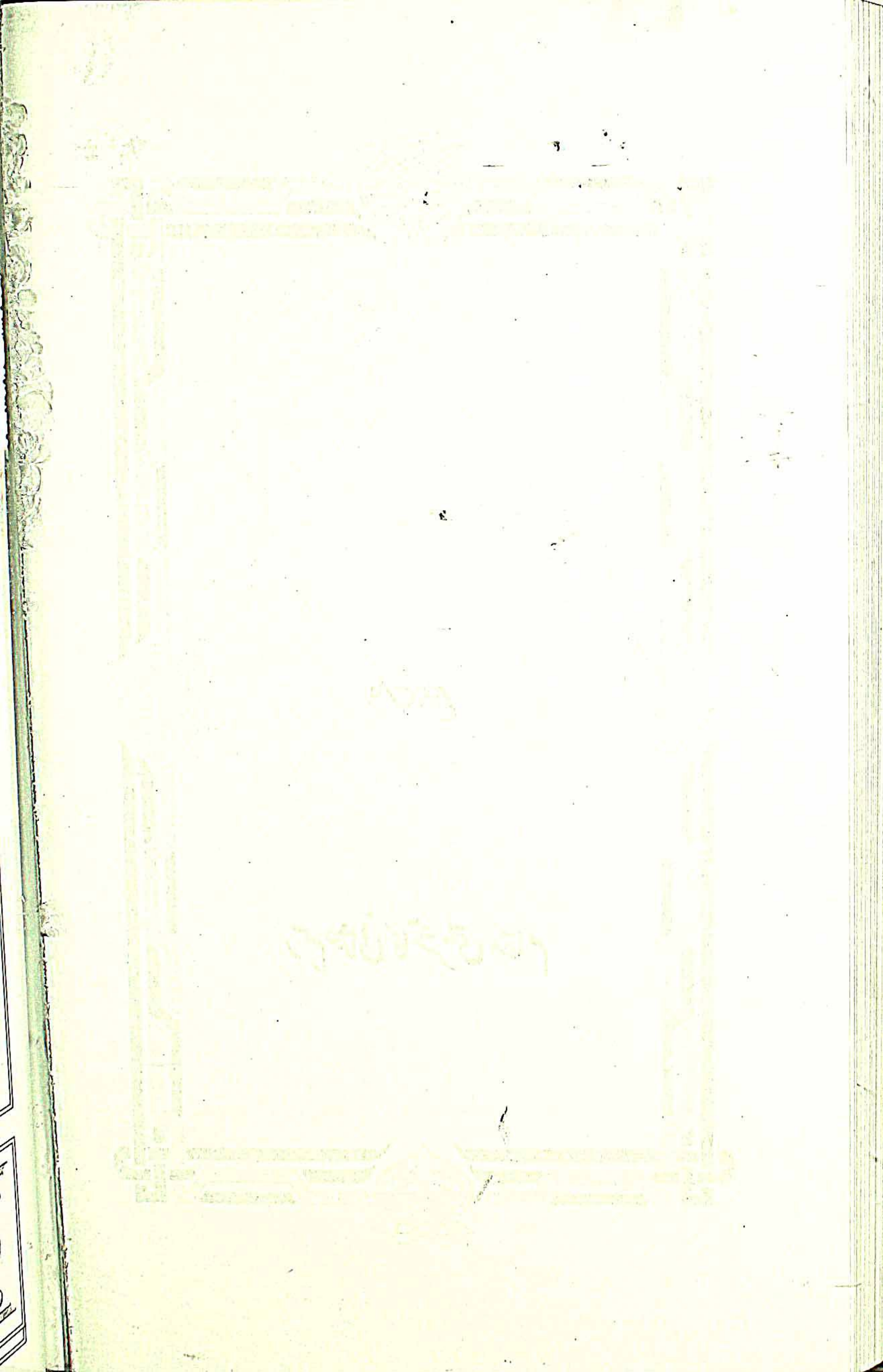
Handwritten text in Urdu script, continuing the list or index.

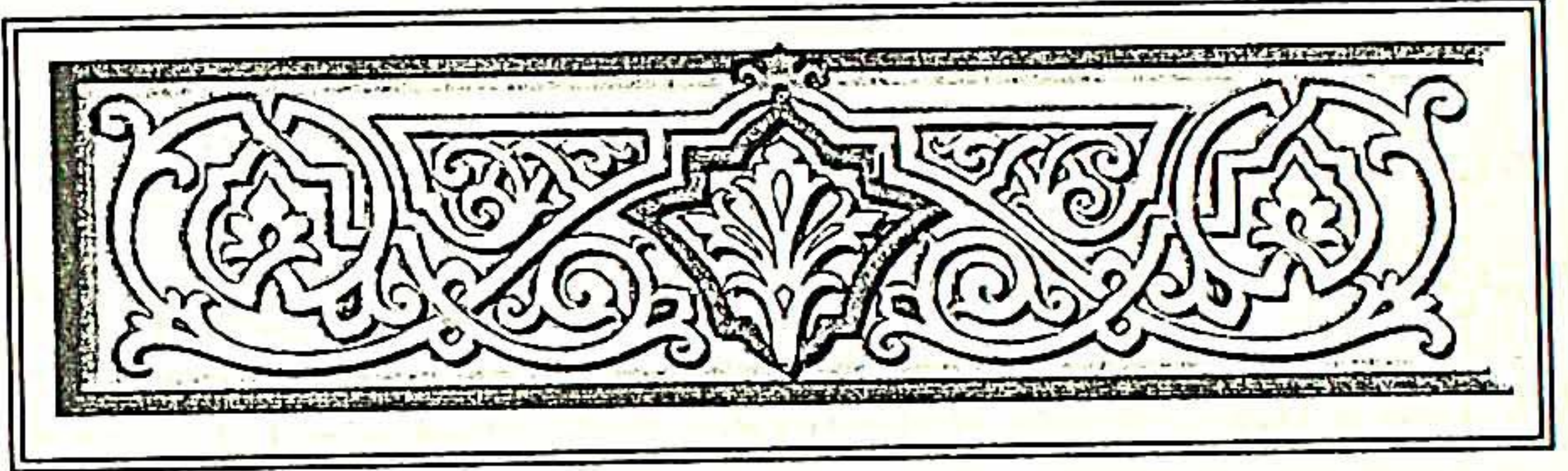
- ...
- ...
- ...
- ...



باب پنجم

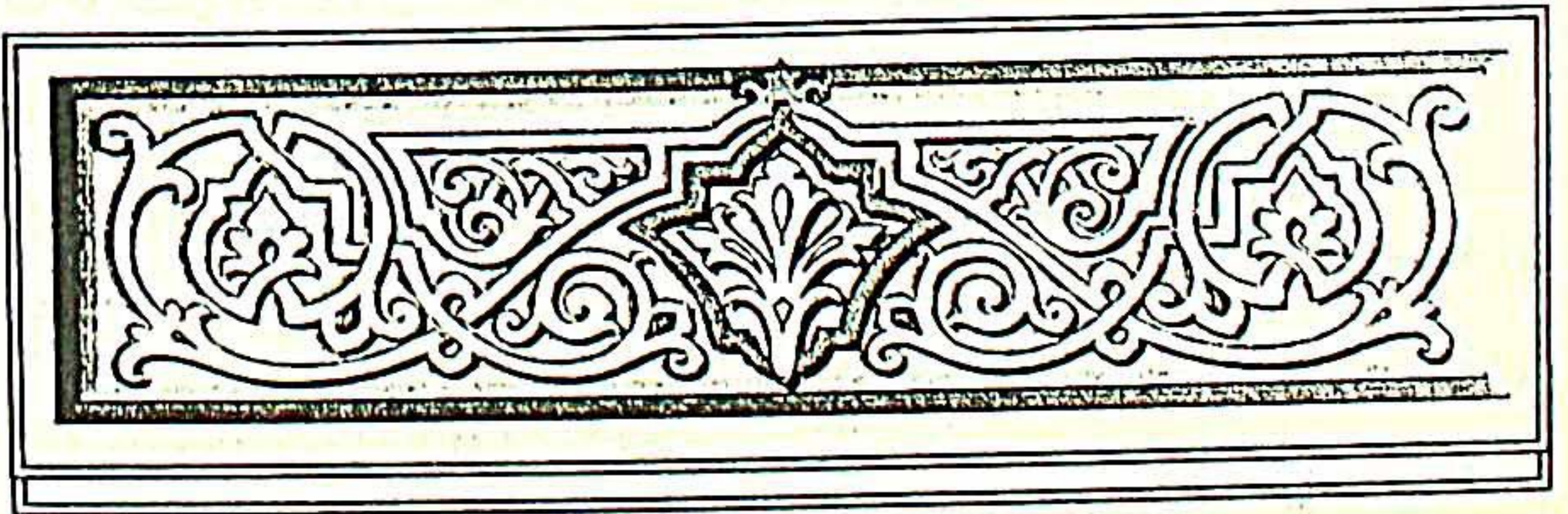
رسم عثمانی کا تشریحی مقام





فصل اول

رسم عثمانی کی توقیفیت



حقیقت یہ ہے کہ رسم عثمانی کے امتیاز کی بنیادی وجہ اس کے وہ اختلافات ہیں جو رسم قیاسی واملائی کے مقابلہ میں منقول ہیں۔ بالفاظ دیگر انہی اختلافات نے رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے راستے جدا جدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ جب دونوں طریقہ ہائے کتابت میں فرق اور اختلاف ظاہر ہوا تو ان کی تحقیق و تفتیش ایک لازمی امر تھا۔ نتیجتاً یہ بحث پیدا ہوئی کہ کیا رسم قرآنی منجانب اللہ ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ ایک کلمہ قرآن مجید میں کسی حرف کے حذف اور دوسرے مقام پر کسی حرف کی زیادتی کے ساتھ لکھا جائے؟ اسی بحث کا دوسرا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ اہل عرب چونکہ اپنے رسم الخط کے لحاظ سے ارتقائی دور میں تھے چنانچہ صحابہ کرام ؓ نے اُس وقت کے رائج رسم کے ساتھ ہی قرآن کی کتابت کی۔ بالفاظ دیگر عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ بسا اوقات کسی کلمہ سے کوئی حرف حذف یا زیادہ کر دیتے تھے۔ دریں اثناء علماء نے کسی ایک راستہ کی افضلیت و فوقیت کی وجوہ تلاش کرنا شروع کیں جس سے رسم عثمانی کے توقیفی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک مستقل بحث معرض وجود میں آئی۔

متأخرین علماء میں مناع القطان ①، طاہر بن عبد القادر الکردی ②، عبد الوہاب حمودہ ③، ڈاکٹر غانم قدوری الحمد ④ اور حافظ احمد یار ⑤ وغیر ہم نے رسم عثمانی کے غیر توقیفی

① مباحث فی علوم القرآن: ص ۱۳۷

② تاریخ القرآن و غرائب رسمہ و حکمہ: ص ۹۸

③ القراءات واللہجات: ص ۱۰۰

④ رسم مصحف: ص ۲۰۳

⑤ قرآن و سنت چند مباحث (۱): ص ۷۶

ہونے کے موقف کو اختیار کیا ہے۔ اس نظریہ اور موقف کی بنیاد علامہ ابن خلدون کا وہ اقتباس ہے جو انہوں نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے:

”ولا تلتفتن فی ذلک إلی ما یزعمہ بعض المغفلین من أنهم كانوا محکمین لصناعة الخط، وأن ما یُتخیل من مخالفة خطوطهم لأصول الرسم لیس كما یُتخیل، بل لکلها وجه..... الخ“ ①

”بعض غافل لوگوں کی طرح اس بات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے کہ وہ (صحابہ) فن کتابت پر عبور رکھتے تھے اسی طرح یہ بات بھی ناقابل التفات ہے کہ ان کے کتابی اختلافات کا تعلق اصول رسم سے ہے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک اختلاف کے پیچھے کوئی وجہ موجود ہے.....“

اس کے علاوہ اس نظریہ میں دلیل کے طور پر پیش کیا جانے والا قاضی ابوبکر الباقلانی کا حسب ذیل اقتباس ہے:

”وأما الكتابة فلم یفرض الله علی الأمة فیها شیئا، إذ لم یأخذ علی کتّاب القرآن وخطّاط المصاحف رسماً بعینه دون غیره أوجبہ علیهم وترک ما عداہ، إذ وجوب ذلک لا یدرک إلا بالسمع والتوقیف. ولیس فی نصوص الكتاب ولا مفہومہ أن رسم القرآن وضبطہ لا یجوز إلا علی وجه مخصوص وجد محدود لا یجوز تجاوزه،..... الخ“ ②

① مقدمہ ابن خلدون: ۷۴۷/۱ و ما بعد

② مناقب العرفان: ۳۷۳-۳۷۴

یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابت میں سے کوئی چیز اہمیت پر فرض نہیں فرمائی اسی لیے قرآن کو لکھنے والے اور مصاحف کے خطاطین نے کسی معین رسم کو اختیار نہیں کیا۔ کیونکہ کسی رسم کا وجوب سماعی و توقیفی نہیں اور نہ ہی کتاب اللہ کی کسی نص سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کسی نص سے اس کا مفہوم نہیں نکلتا کہ قرآنی رسم اور اس کی پابندی کسی مخصوص جہت پر لازمی ہے۔

جمہور علماء سلف کے اقوال کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے رسم قرآنی (عثمانی) کے ثبوت اور فقہی اصولوں کی روشنی میں رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر دلائل پیش خدمت ہیں:

رسم عثمانی کا نظریہ توقیف:

’توقیف‘ وقف سے ہے بمعنی ٹھہراؤ۔ یعنی اوضاع رسمی کا موجد کوئی کاتب وحی نہیں۔ یا یہ لفظ ’وقوف‘ بمعنی شعور و تعلیم سے ہے یعنی یہ تمام رسم امر مشروع ہے۔ شارع ﷺ کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں ہے ①۔ جمہور علماء رسم و قراءات اور فقہاء اسلام کا موقف یہ ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے یعنی اس کے کلمات کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ ﷺ سے توقیفاً ثابت ہے۔ ڈاکٹر لبیب السعید توقیف کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”انہ يتوقف على السماع من رسول الله ﷺ، وليس للعقل

فيه مجال“ ②

یعنی یہ (رسم) رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی بناء پر توقیفی ہے اور اس میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔

① التھانوی: اظہار احمد، الاستاذ الجلیل (م ۱۴۱۲ھ): ایضاح القاصد شرح عقیلة اتراب القاصد فی علم

الرسم: ص ۱۰، قراءات اکیڈمی، لاہور۔ س۔ ن

② الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۳

علامہ طاش کبریٰ زادہ رسم کی توقیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وما زال هذا الرسم سنة متبعة إلى يومنا هذا، وإلى أن يرث الله الأرض ومن عليها لا يخضع للتغيير أو التبديل وذلك لأن (رسوم الهجاء تتغير جرياً على سنة التطور، وتختلف في غيرها من زمن إلى زمن بل من شعب إلى شعب، فصيانه لكتاب الله من عبث العابثين، وإغلاقاً لباب التغيير فيه، وإحداث ما ليس منه

أصبح هذا الرسم العثماني مقدساً لا يمس“ ①

یعنی یہ رسم آج تک قابل اتباع سنت رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے تغیر و تبدل کا ارادہ کرے حالانکہ ہجاء کی کتابت سالوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی اور مختلف زمانوں میں ایک قوم سے دوسری قوم تک منتقلی میں مختلف ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اعدائے قرآن کی تحریفات سے حفاظت کی خاطر کتاب اللہ میں ہر قسم کی تبدیلی یا کسی قسم کی اضافت کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ بایں وجہ رسم عثمانی کو یہ قابل احترام مقام ملا جس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

صفحہ ہستی پر کلام اللہ کا آغاز نزول بھی اس عقدہ کو حل کرنے کیلئے مددگار ثابت ہوتا ہے جب اول ترین وحی ہی علم و قلم کے دستور و قانون کے ساتھ نازل ہوئی۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ابن فارس رسم کے توقیفی اور منجانب اللہ ہونے کے دعویدار ہیں:

”نقوله ان الخط توقيفى لقوله تعالى: عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ

مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ وقال تعالى: ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ“ ②

① مفتاح السعادة: ۲/۲۲۵

② مجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۳..... مقدمہ فضل الدرر: ص ۴..... المقری اظہار احمد اتھانوی: ایضاح المقاصد: ص ۱۱

المقری قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

”معلوم ہوتا ہے کہ نوشت و خواند تمام پیغمبروں کا عمل رہا ہے، اس میں حضرت

ادریس یا حضرت ہود، یا حضرت آدم علیہم السلام ہی کی خصوصیت نہیں لہذا علماء

روایت کا یہ کہنا: ”القرآن قد کتب کلہ بامرہ واملأہ صلی اللہ علیہ وسلم“

(قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اور املاء کرانے سے مرتب ہوا ہے) کوئی

تعبیر مجازی نہیں، سیدھا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے

لکھا گیا اور اس کے رسم و انشاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہوئی۔ ①

علامہ شیخ محمد نجیت اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

”قرآن کا رسم الخط کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہے لہذا تو قیفی ہے۔“ ②

✦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رسم قرآنی کا تقرر:

مسلمانوں کیلئے رسم قرآنی کا بطور ماثور التزام ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی موجودگی میں کاتبین کو وحی املاء کرواتے تھے۔ گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رسم کو نافذ

فرمایا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پورے قرآن

مجید کی کتابت کی۔ لہذا سنت تقریری کے ذریعے اس رسم قرآنی کا ثبوت ظاہر ہے۔ جیسا کہ

ڈاکٹر لبیب السعید رسم عثمانی کے تو قیفی ہونے کے متعلق رقمطراز ہیں:

”وللمسلمین فی وجوب التمسک بالرسم القرآنی الماثور

حجج..... أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان له کتاب یکتبون الوحی،

① ایضاح المقاصد: ص ۱۲۱

② راغب الطباخ: تاریخ افکار و علوم اسلامی: ۱۲۳، مترجم: افتخار بلخی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۸ء

وبحضرته كتبوه كلّه بهذا الرسم..... و كان النبي ﷺ قد أقرّ

هذا الرسم. ①

یعنی مسلمانوں کے لیے ماثور رسم قرآنی کی اتباع کے لئے کئی دلائل ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ایک سے زائد کاتبین وحی تھے جنہوں نے آپ کی موجودگی میں اسی رسم کے ساتھ پورا قرآن لکھا گیا کہ آپ ﷺ نے اس رسم کو مقرر کر دیا۔ علامہ ابوطاہر السندیؒ رسم کی توقیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”إن هذا الرسم الذى كتب به الصحابة القرآن الكريم حظي بإقرار

الرسول ﷺ، وإتباع الرسول ﷺ واجب على الأمة.“ ②

یعنی رسول اللہ ﷺ کے تقرر کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع امت پر واجب ہے۔

حضرت احمد بن مبارکؒ کا اپنے شیخ علامہ عبدالعزیز دباغؒ سے رسم عثمانی کی توقیفیت کی بابت سوال اور ان کا جواب کچھ اس طرح ہے:

”میں نے دریافت کیا کہ کلام اللہ کی اس طریق پر کتابت کا صدور (کہ بعض

حروف کو باوجودیکہ پڑھا نہیں جاتا مگر لکھا جاتا ہے) آنحضرت ﷺ کی طرف

سے ہوا ہے یا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے؟ فرمایا: آنحضرت ﷺ کی طرف

سے ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی طریق پر قرآن مجید لکھنے کا حکم

فرمایا..... قرآن مجید کا یہ رسم الخط توقیفی ہے اور بارگاہ نبوت سے اس کی تعیین

ہوئی ہے، نہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس میں بال برابر دخل ہے نہ کسی اور کا۔ اور

① مجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۶

② صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۸۱

آنحضرت ﷺ ہی نے امر فرمایا کہ فلاں کلمہ میں فلاں حرف کا اضافہ ہوا اور فلاں کلمہ میں حرف کی کمی۔ کہ اس اضافہ و کمی میں وہ اسرار پوشیدہ ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ①

ایک اور استفسار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”پھر میں نے عرض کیا کہ مانا قرآن مجید کا رسم الخط تو قیفی ہے مگر مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر قیاسی رسم پر قرآن مجید کو لکھا جائے اور مثلاً الف زائدہ کو حذف کر دیا جائے تو آخر اس میں حرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کلام اللہ میں بہت کچھ اسرار ہیں اور کتابت کو بھی ان اسرار میں دخل ہے۔ لہذا جس نے تو قیفی رسم کے موافق الف زائدہ وغیرہ کو قائم رکھتے ہوئے الفاظ قرآنی لکھے تو اس نے اسرار کلام الہیہ کا حق ادا کیا اور جس نے اس کو چھوڑ کر قیاسی رسم کے موافق الفاظ لکھے تو اُس نے بعض اسرار کو چھوڑ دیا اور ایسا ہوا گویا کہ اپنی طرف سے الفاظ لکھ رہا ہے نہ کہ وہ الفاظ۔“ ②

ایک جگہ رقمطراز ہیں:

”میں نے کہا کہ اگر یہ رسم الخط تو قیفی ہے اور بذریعہ وحی کے مامور ہے تو الفاظ قرآن کی طرح یہ بھی بطریق تواتر منقول ہونا چاہئے تاکہ نہ اختلاف باقی رہے اور نہ شک و شبہ۔ حالانکہ اس فن کی تمام کتابوں سے ثبوت ملتا ہے کہ رسم الخط خبر واحد کے ذریعہ منقول ہے۔ اور اسی لئے اس میں اختلاف بھی ہوا، ورنہ کیسے ممکن ہے کہ امت محمدیہ وحی الہی کا ذرا سا حصہ بھی ضائع

① مولانا عاشق الہی میرٹھی: تبریز (ترجمہ) ابریز: ص ۱۱۰ و ۱۱۱

② نفس المصدر: ص ۱۱۵

کرے؟ فرمایا: امت نے وحی الہی کو بال برابر بھی ضائع نہیں کیا اور الحمد للہ قرآن مجید بلحاظ الفاظ اور بلحاظ رسم الخط ہر طرح محفوظ ہے۔ کہ اہل عرفان نے جن کو عینی مشاہدہ کی بصیرت حاصل ہے رسم الخط کو محفوظ رکھا (اور لوح محفوظ کی کتابت سے) بال برابر بھی فرق نہ آنے دیا اور ان کا ادراک جو مشاہدہ و معائنہ سے حاصل ہوا ہے، خبر واحد سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ ①

احمد کمال عادل نے بھی رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر عمدہ بحث رقم کی ہے۔ خلاصہ کے طور پر لکھتے ہیں:

”فخلاصة القول: أن الرسم العثماني ظفر بإقرار الرسول وإجماع الصحابة ثم إجماع الأمة والأئمة المجتهدين وأجمعت

الأربعة على ذلك، وبه قال النيسابوري والبيهقي“ ②

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسم عثمانی رسول کریم کے تقرر اور صحابہ کرام، امت، مجتہدین اور ائمہ اربعہ کے اجماع کے بعد قابل اتباع قرار پایا۔

بعض علماء نے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن میں یہ وضاحت ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو کتابت کے طرق اور اس کی تحسین کے ذرائع سکھاتے تھے:

”بل هناك ما يدل على أنه ﷺ كان يرشدهم إلى طريقة

الكتابة ومن ذلك قوله ﷺ لمعاوية بن ابي سفيان رضي الله

① نفس المصدر: ص ۱۱۶

② علوم القرآن: ص ۵۴..... توقیف کے بارے میں علامہ ابن الجزری کے الفاظ ہیں کہ: ”وتلقوه من النبي ﷺ حرفا حرفا، لم يهملوا منه حركة ولا سكونا ولا اثباتا ولا حذفاً، ولا دخل عليهم في شيء منه شك ولا وهم، وكان منهم من حفظ كله ومنهم من حفظ اكثره، ومنهم من حفظ بعضه، كل ذلك في زمن النبي ﷺ“ (النشر: ۶/۱)

عنہما: ((ألق الدواة، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السين، ولا تعور الميم، وحسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحيم، وضع قلمك على أذنك اليسرى، فإنه أذكرك لک ①)) وهذا يدل على أن الرسم توقيفي، وليس للصحابة فيه اجتهاد،

فيجب على الأمة اتباعه وعدم مخالفته“ ②.

یعنی کئی ایک دلائل ایسے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ امور کتابت میں صحابہ کرام کی راہنمائی کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو ارشاد فرمایا کہ دوات ڈالو، قلم کی نوک بناؤ، باء کو کھڑا لکھو، سین کے دندانے بناؤ، ميم کو ٹیڑھا مت کرو، لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو، رحمن کو لمبا کرو، رحیم کو عمدہ بناؤ اور اپنا قلم اپنے بائیں کان پر رکھو گے تو یہ تمہیں زیادہ یاد دلائے گی۔ یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ رسم توقيفی ہے اور اجتهاد صحابہ کو اس میں کوئی دخل نہیں چنانچہ اس رسم کی اتباع امت پر واجب اور اس سے اختلاف ممنوع ہے۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ امی ہونے کی وجہ سے قراءۃ و کتابت سے ناواقف تھے تو رسم قرآنی کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی امیت سے استدلال کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وہی قرآن عطا فرمایا جو کہ لوح محفوظ میں مرقوم و مرسوم ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فقط حفظاً تو قرآن دے دیا جائے لیکن اُس کے رسم و کتابت سے رسول اللہ ﷺ نا آشنا رہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی امیت کے بارے میں علامہ ابن خلف الحسینی رقمطراز ہیں:

① السیوطی: الدر المنثور: ۱۰۱

② صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۷

”فمن جهة الفتح الرباني : كان النبي ﷺ يعرف القراءة

والكتابة ويعرف أكثر منهما“ ①

ابن خلف کے علاوہ علامہ بغوی، ابو ذر ہروی، ابوالفتح نیشاپوری، ابوالولید باجی اور سمنانی کی بھی یہی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبل از بعثت نوشت وخواند سے واقف نہیں تھے لیکن بعد از بعثت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو واقفیت عطا فرمائی۔ ②

✦ اشارة النص سے رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کا ثبوت:

اصولیین کے نزدیک کسی بھی حکم منصوص کی چار وجوہ ہیں: اولاً: اُس پر قرآن یا حدیث کی واضح عبارت موجود ہو، ثانیاً: اُس عبارت سے کوئی ایسا اشارہ ملے جس سے اس حکم کا ثبوت لازم آئے، ثالثاً: کوئی نص اس حکم پر دلالت کرے اور رابعاً: نص، ثابت حکم کی صحت کا تقاضا کرے۔ انہی چار وجوہ کو بالترتیب عبارة النص، اشارة النص، دلالة النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔ جو کہ متعلقاتِ نصوص بھی کہلاتی ہیں۔ جن کی تعریف و توضیح کتبِ اصولِ فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نظام الدین الشاشی عبارة النص اور اشارة النص کی تعریفات میں لکھتے ہیں؛

”فأما عبارة النص فهو ما سيق الكلام لأجله وأريد به قصداً،

وأما اشارة النص فهي ما ثبت بنظم النص من غير زيادة وهو غير

ظاهر من كل وجه ولا سيق الكلام لأجله“ ③

① ارشاد الحیر ان: ص ۲۷

② ایضاح المقاصد: ص ۱۲..... احمد بن المبارک: ابریز: ص ۱۱۴

③ نظام الدین الشاشی: اصول الشاشی مع احسن الحواشی: ص ۲۸ و ۲۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، س۔ ن۔

ملاجیون احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی: نور الانوار: ص ۱۴۷، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی۔ س۔ ن۔

عبارۃ النص اسے کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس کلام کا مقصود کیا ہے اور یہ کلام کیوں کیا گیا ہے؟ اور یہ غرض اشارۃ معلوم نہ ہو بلکہ صراحتاً اور قصداً معلوم ہو رہی ہو اور یہ صفت تمام نصوص میں پائی جاتی ہے۔ اشارۃ النص اسے کہتے ہیں کہ الفاظ نص سے ایک شے اشارۃ مفہوم ہوتی ہو اور متکلم نے اس کے بیان کرنے کو قصد نہ کیا ہو لیکن اس لحاظ سے کہ وہ مفہوم خود بخود ظاہر ہے اسے ظاہر کہیں گے۔ لیکن چونکہ یہ مقصود متکلم نہ تھا اس لئے وہ غیر ظاہری بھی ہے۔ بعینہ اسی طرح کی ایک شخص دوسرے شخص کو دیکھتا ہے جس کی اس کو تلاش تھی لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی کھڑا ہے۔ یہ اسے بھی دیکھ لیتا ہے۔ اول کا دیکھنا مقصود بالذات تھا جو عبارتۃ النص ہے اور دوسرے کو دیکھنا مقصود بالذات تو نہ تھا لیکن دیکھنے سے وہ بھی خارج نہ رہا۔ یہ اشارۃ النص ہوا۔ ①

قراءات کے منزل من اللہ ہونے میں اہل اسلام کے کسی امام یا فقیہ کا اختلاف منقول نہیں۔ باجماع فقہاء قراءات کا منکر دائرۃ اسلام سے خارج ہے کیونکہ جملہ متواتر قراءات منصوص ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بلحاظ تواتر، شہرت یا صحت ثابت ہیں۔ قرآنی رسم میں کوئی ایسا لفظ یا کلمہ موجود نہیں جس میں ایک سے زائد قراءات کا احتمال موجود ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قراءۃ کو اس رسم میں جمع نہ کیا ہو۔ قرآن کے پورے ذخیرۃ الفاظ میں اس کی ایک مثال کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ جن الفاظ قرآنی کے رسم میں قراءات کا اجتماع ہو وہ الفاظ درست ہیں اور ان کا ایسا ہونا ہی ثابت ہے، مثلاً: لفظ ملک کو اگر مالک لکھا جاتا تو اس سے متواتر قراءۃ مَلِکِ متروک ہوتی۔ لیکن اب یہ قراءۃ اس رسم میں جمع ہے تو گویا قراءۃ کا تواتر اور اس کی سند رسم عثمانی کی صحت کی تائید کر رہی ہے بالفاظ دیگر قرآنی کلمات کے رسم کے صحیح ہونے کی بھی وہی سند ہے جو صحت

① مولانا قاری حبیب الرحمن صدیقی: اصول فقہ: ص ۱۵۵، قرآن محل، کراچی، س۔ ن۔

قراءات کی ہے۔ جیسا کہ علامہ کردیؒ، جو کہ رسم عثمانی کی توقیفیت کے زبردست مخالف ہیں، بھی لکھتے ہیں کہ

”فالقراءات مأخوذة من النبی ﷺ مشافہة وسماعاً وليست مستخرجة من رسم المصحف، بل الرسم تابع لها مبنی علیہا“۔^①

یعنی قراءات رسم سے مستخرج ہونے کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے مشافہتہ ثابت اور مسموع ہیں، بلکہ رسم قراءات کے تابع ہے اور قراءات پر مبنی ہے۔

جب رسم عثمانی قراءات کے تابع ہے تو متبوع کی تائید سے تابع کی تائید لازم آتی ہے یعنی اگر متبوع سنداً رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو تابع کا ثبوت بھی بعینہ ہوگا۔ چنانچہ وہ تمام کلمات والفاظ جن میں ایک سے زائد قراءات کا اجتماع ہے وہ، بلحاظ رسم، تائیداً درست قرار پائیں گے اور جب رسم کا ایک حصہ اس طرح صحیح اور درست قرار پاتا ہے تو منصوص کہا جاسکتا ہے جبکہ منصوص حکم کے دیگر اجزاء بھی منصوص قرار پاتے ہیں چنانچہ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قراءات عبارة النص جبکہ رسم قرآنی اشارة النص سے ثابت ہے۔ جو کہ رسم عثمانی کے دلائل توقیف میں سب سے مضبوط دلیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

✦ دورِ صدیقی و عثمانی میں عہدِ نبوی کے مطابق رسم قرآنی کا انتخاب:

رسول اللہ ﷺ نے جس انداز اور رسم میں قرآن کی املاء کروائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے خلاف کوئی دوسرا رسم اختیار کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر رسم قرآن میں حذف و زیادت کی بابت یہ خیال کیا جائے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختراع کردہ ہے تو اس سے بین

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۱۳ و ۱۱۴

الذمتین مجموعہ قرآن مشکوک ٹھہرتا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بذریعہ وحی منزل من اللہ قرآن میں اُس چیز کو شامل کیا جو وحی سے ثابت نہیں۔ اس رائے اور موقف سے نہ صرف التباس فی القرآن لازم آتا ہے بلکہ پوری عمارت اسلام کی بنیاد ہی غیر مستند اور مشکوک ٹھہرتی ہے۔

علامہ محمد بن علی بن خلف الحسینیؒ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”أن أبا بكر كتب القرآن بهذه الهيئة، في صحف، بإشراك الصحابة ورضاهم، ولم يخالفها أحد منهم، وتبعه عثمان، على ملأ من الصحابة، وبرضاهم أيضاً، ثم لم ينقل أن أحد من التابعين وتابعيهم رأى أن يستبدل. في العصور التي تقدمت فيها طرائق الكتابة. بالرسم العثماني رسماً محدثاً. وما دام قد انعقد الإجماع على تلك الرسوم فلا يجوز العدول عنها إلى غيرها، إذ لا يجوز خرق الإجماع بوجه..... ولئن جوزنا لصحابي أن يزيد في كتابته حرفاً ليس بوحي لزمنا أن نجوز لصحابي آخر نقصاً من الوحي، إذ لا فرق بينهما، وحينئذٍ تنحل عقدة الإسلام بالكلية“ ①

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور رضا سے، قرآن کو اسی ہیئت (نبوی) کے مطابق لکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک جم غفیر اور ان کی رضا کے ساتھ اسی رسم مذکور

① الحداد: محمد بن علی بن خلف الحسینیؒ: إرشاد الحيران إلى معرفة ما يجب في رسم القرآن: مطبعة

المعابد بالجمايعة، قاہرہ، ۱۳۳۲ھ..... ابوطاہر السندی: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۷

کی پیروی فرمائی۔ اس پر کوئی روایت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی نے اس رسم قرآنی کو اپنے زمانے میں رائج دیگر طریقہ ہائے کتابت کے ساتھ بدلنے کا خیال کیا ہو۔ چنانچہ ہمیشہ اس رسم پر اجماع قائم رہا ہے جس کی بنیاد پر اس کی مخالفت جائز نہیں کیونکہ اس سے اجماع کی مخالفت لازم آتی ہے۔ (اگر رسم قرآنی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختراع قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ) ہم یہ کہیں کہ کسی صحابی نے قرآن میں ایسا حرف شامل کیا جو وحی سے ثابت نہیں تو اس کا لازمی مطلب ہے کہ کسی دوسرے صحابی نے وحی میں کمی بھی کی، کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ تو اس وقت دین اسلام کی اساس ہی مکمل طور پر مشکوک ٹھہرتی ہے۔

لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف یہ قول منسوب کرنا کہ انہوں نے قرآن مجید میں ناقص رسم کے تحت کتابت کی جیسا کہ ایک مصری متجدد محمد عبد اللطیف نے اپنی کتاب ”الفرقان“ ① میں ایسے ہی اقوال سے اصحاب پیغمبر کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے، سراسر اسلام دشمنی کے مترادف ہے۔ جبکہ علامہ ابن الجزری نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمات کے حوالہ سے امام شافعی کے حسب ذیل الفاظ نقل فرمائے ہیں:

[ہم] ادوا إلینا سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شاهدوہ و الوحی ینزل علیہ فعلموا ما أراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاماً و خاصاً و عزمأ و إرشاداً و عرفوا من سننہ ما عرفنا و جهلنا و ہم فوقنا فی کل علم و اجتهاد و ورع و عقل و أمر استدرک بہ علم و استنبط بہ، و آراؤہم لنا أحمد و أولى بنا من رأینا عند أنفسنا“ ②

① محمد عبد اللطیف: الفرقان: ص ۴۷، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ، ۱۹۳۸ء..... بحوالہ: غانم: رسم المصحف: ص ۲۱۲

② النشر فی القراءات العشر: ۱۷۱

یعنی اصحابِ پیغمبر ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو کما حقہ پہنچایا ہے۔ وہ نزولِ وحی کے عینی شاہد تھے لہذا وہ کسی حکم کی عمومیت و خصوصیت وغیرہ کو بہتر جانتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی اُن سنتوں اور طریقوں سے بھی واقف الحال تھے جن سے ہم متعارف نہیں۔ اس کی بنیاد پر علم، اجتہاد، خشیت، عقلمندی وغیرہ میں ہم سے بدرجہا بہتر تھے۔ چنانچہ ہماری اپنی رائے کی نسبت، صحابہ کرام ﷺ کی رائے ہمارے لیے قابلِ ستائش اور بہتر ہے۔

قاری رحیم بخش رسم عثمانی کی توقیفیت کے متعلق لکھتے ہیں:

”اگر رسم توقیفی نہ ہو تو لازم ساتھ آئے گا کہ..... صحابہ ﷺ نے عدم واقفیت کے سبب ان کے بغیر لکھ دیا، خود بھی ان کلمات پر غلط وقف کرتے رہے اور چودہ سو سال سے قرآء امت بھی اسے غلط پڑھتے آئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے حفاظتِ قرآن کا وعدہ کیا ہے جو عام ہے لہذا یہ وعدہ ایک ایک حرف کی حفاظت کو شامل ہے۔ اگر صحابہ ﷺ کی غلطی تسلیم کی جائے تو حفاظتِ قرآن کا خدائی وعدہ صادق نہیں رہے گا“۔ ①

..... ✦ بعض کلمات کا مختلف مقامات میں مختلف الرسم ہونا:

رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کی ایک دلیل اس کے مختلف الفاظ کا مختلف مقامات میں دو طریقوں سے لکھا جانا ہے۔ نظام الدین نیسا بوریؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وربما كان من دلائل هذه التوقيفية أن الكلمة من القرآن قد

① قاری رحیم بخش: الخط العثماني في الرسم القرآني: ص ۱۰۱، ط ۲، ادارہ نشر و اشاعت اسلامیان،

تُكْتَبُ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ بِرِسْمٍ وَفِي مَوَاضِعٍ أُخْرَى بِرِسْمٍ

آخر، مع أنها هي هي. ①

یعنی رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک کلمہ قرآن میں بعض مقامات میں ایک رسم جبکہ وہی کلمہ دوسرے مقامات پر دوسرے رسم سے لکھا گیا ہے حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے۔ مثلاً کلمہ ”بسم“ سورتوں کے آغاز اور دو آیات بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبِهَا وَمُرْسِنَهَا ② اور وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ③ میں الف کے بغیر جبکہ فَسَبَّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ④ اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ⑤ میں الف کے ساتھ مرسوم ہے۔ اس کی مثالیں گزشتہ باب میں مصاحف کے اختلافی مقامات کے تحت تفصیلاً گزر چکی ہے۔ اگر یہ رسم قیاسی ہوتا تو ہر کلمہ ہر جگہ ایک ہی طرح مرسوم ہوتا اس میں اختلاف نہ رکھا جاتا۔ لہذا بعض حکم و مصالِح کے تحت یہ رسم بعض مقامات میں مختلف رکھا گیا ہے۔

✦ عصر حاضر کے علماء کا فتویٰ:

تمہیدی حصہ میں علماء و سلف کے اجماع پر مختلف اقوال نقل کیے جا چکے ہیں۔ انہی کی پیروی میں جدید علماء کی اکثریت رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کی قائل ہے۔ اس کا مشاہدہ مجمع اللغة العربیة مصر کے دسمبر 1960ء میں رسمِ مصحف کی توقیفیت کے متعلق منعقدہ

① نظام الدین نیسا بوری: الحسن بن محمد الحسین (م ۸۲۸ھ): غرائب القرآن و رغائب الفرقان: المقدمة

السابعة: ۲/۳۲۲، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، قاہرہ، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء

② ہود: ۴۱

③ النمل: ۳۰

④ الواقعة: ۹۶..... الحاقة: ۵۱

⑤ اعلق: ۱

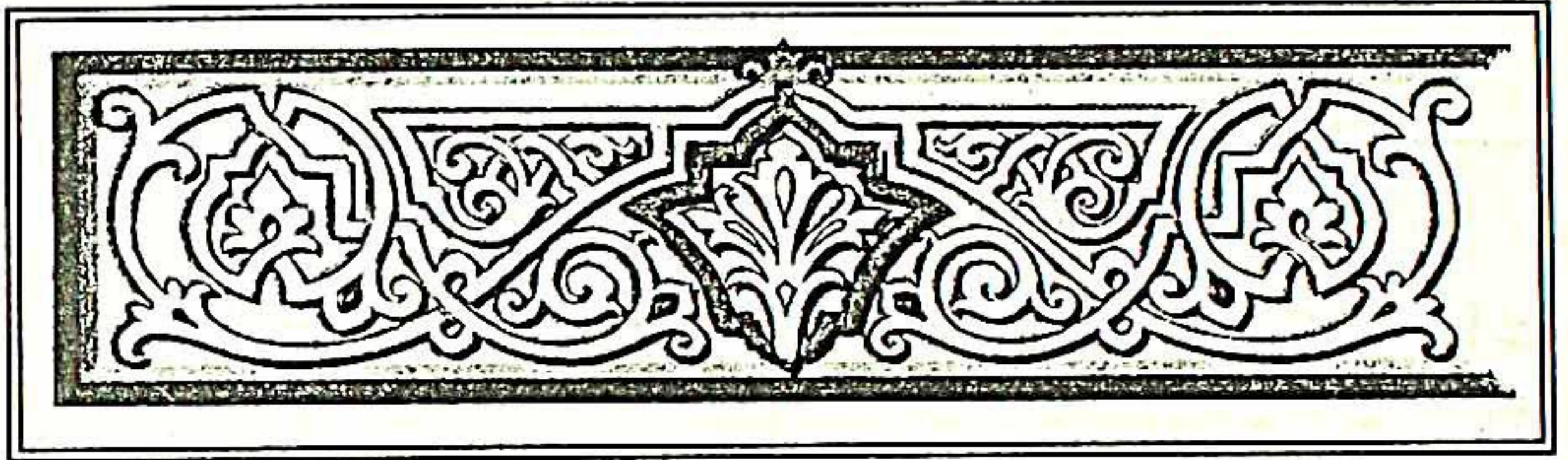
بعض مجالس اور سیمینارز میں کیے گئے اظہارِ خیال سے لگایا جاسکتا ہے:

”عرض مجمع اللغة العربية في بعض جلساته لرسم المصحف ،
فكان الرأي ((الوقوف عند الرسم المعهود ، لأن الرسم العادي
عرضة للتغيير والتبديل في كل عصر ، فلو أبيض هذا لتعدد رسم
المصحف ، وكان مظنة لأن يُعزى إليه الاختلاف ، فحفظ القرآن

وصونه يعني بقاء رسمه على الكتابة الأولى))“ ①

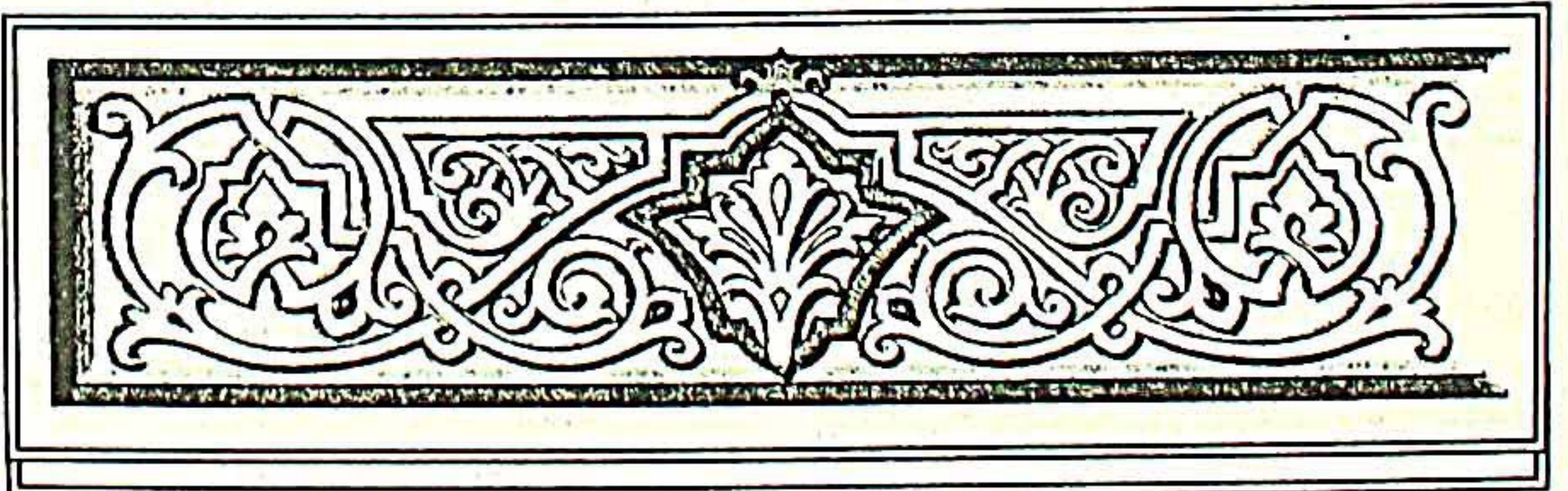
یعنی رسم عثمانی کو تو قیفی ماننے ہی میں امت کے اتحاد کے علاوہ کئی مصالح مضمحل ہیں کیونکہ دورِ
جدید میں ہر رسم اپنی روز افزوں ترقی کے سبب تغیر و تبدل کا محتاج ہے۔ اسی بنیاد پر اگر ہم
متعدد رسومِ مصحف کی اجازت دے دیں تو اس کی وجہ سے قرآنی حفاظت و صیانت میں ایک
ناقابل یقین مشکل درپیش ہوگی۔ چنانچہ مناسب یہی ہے کہ کتبہ اولیٰ کے مطابق ہی رسم
اختیار کیا جائے۔





فصل دوم

رسم عثمانی کا التزام اور اس کی ضرورت و اہمیت



کلمات قرآنیہ کا ایک بڑا حصہ تلفظ کے موافق یعنی قیاسی ہے، لیکن چند کلمات تلفظ کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔ کیا رسم عثمانی اور رسم قیاسی کے مابین فرق و اختلاف باقی رہنا چاہئے؟ یا مصاحف کی کتابت و طباعت میں رسم عثمانی کے قواعد و ضوابط کی پابندی واجب ہے؟ یہ وہ سوال ہیں جنہوں نے علماءِ رسم کے علاوہ مورخین کے زاویہ فکر کو بنیادی طور پر دو طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ کیونکہ لغتِ عربی اور اس کے رسم الخط سمیت، دنیا کی ہر زبان اپنے تطوّر و ارتقاء کا سفر جاری رکھتے ہوئے اپنے اندر کئی تبدیلیوں کی متحمل رہتی ہے اور لازمی نتیجہ کے طور پر اس کا رسم الخط بھی جدت و نشو و نما کا متقاضی رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رسم قرآنی یا رسم عثمانی نے اس عام مروجہ اصولِ نشو و نما کی قبولیت سے ہمیشہ توقف کیا ہے۔

قرآنی رسم کی اسی قدامت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مکتبہ فکر کے نزدیک رسم مذکور میں چونکہ کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں چنانچہ طباعتِ مصاحف میں اسی کی پابندی لازمی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں فکر کا ایک زاویہ یہ بھی تھا کہ مرورِ زمان کے ساتھ زبانوں اور ان کے رسوم الخطوط کی تبدیلی کا لوگوں کے مزاج و فہم پر اثر انداز ہونا ایک لازمی امر ہے لہذا رسم قرآنی کو لوگوں کی آسانی اور مزاج کے موافق بنانے کیلئے قدیم رسم قرآنی میں تبدیلی کی گنجائش موجود رکھتے ہوئے رسم عثمانی کا التزام ضروری نہیں۔ اسی سوچ کے حامل بعض افراد نے قدرے اعتدال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی خلاف ورزی کو 'ضروری' کی بجائے صرف 'جائز' قرار دیا۔

گویا رسم عثمانی کے التزام و عدم التزام کے بارے میں تین مواقف سامنے آئے:

- رسمِ عثمانی کے عدم التزام کا وجوب۔
- رسمِ عثمانی کے عدم التزام کا جواز۔
- رسمِ عثمانی کے التزام کا وجوب۔

← رسمِ عثمانی کے عدم التزام کا وجوب:

اس نظریہ کے مطابق: مصاحف کے دو ربطاعت و کتابت میں خصوصیاتِ رسمِ عثمانی سے پرہیز کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے التزام کی بجائے رائج عربی قواعدِ املاء پر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ عوام کیلئے رسمِ عثمانی کے مطابق مکتوب مصاحف میں قراءتِ قرآن کے لحاظ سے کئی مفاسد ہیں جبکہ خواص کیلئے اس کی گنجائش موجود ہے۔

علماءِ سلف میں سب سے پہلے سلطان العلماء العز بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ) نے

اسی موقف کی بنیاد پر رسمِ عثمانی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی۔ ①

علامہ العز بن عبدالسلام کے اس موقف کو علامہ قسطلانی ② اور علامہ الدمیاطی ③ کے علاوہ علامہ زرکشی نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام: لا تجوز كتابة

المصحف _ الآن _ على الرسوم الأولى باصطلاح الأئمة

لئلا يوقع في تغيير الجهال“ . ④

① قاضی عبدالفتاح نے شیخ حسین والی اور احمد حسن زیات کو بھی اسی نظریہ کے قائلین میں شمار کیا ہے۔..... ملاحظہ ہو: القاضی، عبدالفتاح، تاریخ المصحف الشریف: ص ۸۲، مطبعة المشهد الحسيني، القاهرة

② لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۲۷۹/۱

③ اتحاف فضلاء البشر: ص ۹

④ البرہان فی علوم القرآن: ۳۷۹/۱

یعنی اب قرآن مجید کی کتابت ائمہ رسم کی اصطلاح والے پہلے رسم الخط پر جائز نہیں کیونکہ اس سے جاہل لوگوں کے سنگین غلطی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔
علامہ زرکشی کے موقف کی تحقیق:

الشیخ عزالدین بن عبدالسلام کے اس قول کو ذکر کرنے کی وجہ سے بعض متاخرین مثلاً علامہ عبدالعظیم الزرقانی ①، ڈاکٹر سحیحی صالح ②، ڈاکٹر لیب السعید ③ اور حافظ احمد یار صاحب ④ نے علامہ بدرالدین زرکشی کو بھی اسی مذکورہ رائے کا قائل قرار دیا ہے جو کہ راقم کے نزدیک درست نہیں۔

درحقیقت مذکورہ متعین علامہ عزالدین بن عبدالسلام اور اس پر علامہ زرکشی کے تعقیبی قول اور محاکمہ کے مابین فرق کرنے سے قاصر رہے ہیں اور دونوں اقوال کو ایک ہی سمجھ کر اس پر حکم لگا دیا گیا ہے ⑤۔ علامہ عزالدین کا قول صرف اسی قدر ہے جتنا کہ گزشتہ اقتباس میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کے متصل بعد علامہ زرکشی کے اپنے الفاظ اس طرح ہیں:

”ولکن لا ینبغی اجراء هذا علی اطلاقہ؛ لئلا یؤدی الی دروس

العلم، وشیء حکمتہ القدماء لا یتبرک مراعاتہ لجہل

الجاهلین؛ ولن تخلو الارض من قائم لله بالحجة“ ⑥

یعنی (علامہ عزالدین کے) اس موقف کا اطلاق عمومی طور پر درست نہیں کیونکہ

① دیکھئے: منابل العرفان: ۳۷۸/۱

② مباحث فی علوم القرآن: ص ۲۸۰

③ مجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۲

④ قرآن و سنت چند مباحث (۱): ص ۸۲

⑤ غانم: رسم المصحف: ص ۲۰۱

⑥ مرجع سابق

(مخصوص) جاہلین کے جہل کی وجہ سے علماء سلف کی بیان کردہ حکمتوں کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور اس پر دلائل کے لحاظ سے بھی کمی نہیں۔

علامہ زرکشی کا مذکورہ قول صراحتاً قولِ اول کے خلاف اور متناقض ہے۔ دورانِ طباعت کاتب (Composer) اور مطبع (Press) کیلئے ضروری تھا کہ وہ علامہ زرکشی کے قول کو نئے پیراگراف سے شروع کرتے۔ آئندہ طباعت میں اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ لیکن علامہ زررقانیؒ کے حسبِ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ اور علامہ زرکشیؒ کے اقوال میں تفریق کیے بغیر ان کو ایک ہی موقف و مسلک کا قائل شمار کیا ہے۔ جبکہ درحقیقت ایسا نہیں:

”یمیل صاحب التبیان ومن قبله صاحب البرهان، إلی ما يفهم

من كلامهم العز ابن عبد السلام، من أنه يجوز بل يجب كتابة

المصحف الآن لعامة الناس علی الاصطلاحات المعروفة

الشائعة عندهم.....“ ①

مذکورہ صراحت کے بعد یہ کہنا درست ہوگا کہ علامہ زرکشیؒ بھی رسمِ عثمانی کے التزام کے قائلین میں سے ہیں اور انہوں نے علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

جہاں تک علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ کے موقف و مسلک کا تعلق ہے تو وہ مجتہد اور جید عالم دین ہونے کے لحاظ سے اپنی رائے کے اظہار کا حق محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ وہ امت کے معاملہ میں تیسیر و سہولت کے قائل تھے۔ جیسا کہ علامہ غانم نے اس کا ذکر کیا ہے:

”ولیس غریبا علی الإمام العز مثل هذا الرأي الذی تفرد به فهو

① مناهل العرفان: ۳۷۸/۱

صاحب نظریۃ المصالح، فالشريعة ((کلها مصالح، إقما تدرأ
مفسد أو تجلب مصالح))، وقد أداه اجتهاده أن فی مذهبه
مصلحة وتيسيراً علی الأمة“ ①

یعنی امام عزالدین بن عبدالسلام کی انفرادی رائے کی وجہ سے اُن پر اظہارِ تعجب
نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ نظریۃ مصالح سے واقف کار ہیں اور شریعتِ مصالح سے بھرپور ہے
خواہ وہ مفسد کو دور کرنے کا معاملہ ہو یا کسی مصلحت کے حصول کا۔ انہوں نے اپنے مذہب
کے مطابق مصلحت اور امت پر آسانی کے پیش نظر اجتہادی موقف اختیار کیا ہے۔ ورنہ
متاخرین علماء میں سے کوئی قابلِ ذکر نام ایسا نہیں جس نے اس رائے مذکورہ سے اتفاق کیا
ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق صرف اسی معاملہ پر ممکن ہو سکتا ہے جو اُن کے ہاں متحقق
ہو۔ جیسا کہ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

”ولم یکن ذلک الصحابة کیف اتفق بل علی أمر عندہم

قد تحقق“ ②

چنانچہ رسمِ عثمانی سے پرہیز اور اس کے عدم التزام کا نظریہ صرف علامہ عزالدین
بن عبدالسلام کے ایک قول کے سہارے پر کھڑا ہے جو کہ علماء امت کے اجماع کے مقابلے
میں متروک العمل ٹھہرتا ہے۔

← رسمِ عثمانی کا جواز عدم التزام:

رسمِ عثمانی کے عدم التزام کے متعلق پہلے اور دوسرے نظریہ میں وجوب اور جواز کا

① رسم المصحف: ۲۰۱

② لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۲۸۵/۱

فرق ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے قاضی ابوبکر الباقلائی نے مستعمل طریقہ املاء میں مصاحف کی کتابت کے جواز کا فتویٰ دیا۔ ان کے نزدیک: کسی دلیل قطعی سے امت کیلئے کوئی متعین رسم مخصوص و مشروع نہیں کیا گیا۔ علامہ زرقائی نے الانتصار کے حوالے سے قاضی ابوبکر الباقلائی کا درج ذیل قول نقل کیا ہے اہمیت کے پیش نظر مکمل اقتباس پیش خدمت ہے:

”وأما الكتابة فلم يفرض الله على الأمة فيها شيئاً، إذ لم يأخذ على كتاب القرآن وخطاط المصاحف رسماً بعينه دون غيره أوجبه عليهم وترك ما عداه..... وكان الناس قد أجازوا ذلك وأجازوا أن يكتب كل واحد منهم بما هو عادته، وما هو أسهل وأشهر وأولى، من غير تأثيم ولا تناكر، علم أنه لم يؤخذ في ذلك على الناس حدٌ مخصوص كما أخذ عليهم في القراءة والأذان. والسبب في ذلك أن الخطوط إنما هي علامات ورسوم تجري مجرى الإشارات والعقود والرموز، فكل رسم دالٌّ على الكلمة مفيدٌ لوجه قراءتها تجب صحته وتصويب الكاتب به على أي صورة كانت. وبالجملة فكل من ادعى أنه يجب على الناس رسم

مخصوص وجب عليه أن يقيم لحجة دعواه“ ①

یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابت کی بابت امت پر کوئی چیز فرض نہیں کی کیونکہ قرآن کے لکھنے والے اور خطاط حضرات کیلئے کہیں کسی مخصوص رسم کا وجوب ثابت نہیں کہ وہ اسی کو اختیار کریں اور اس کے علاوہ کسی بھی رسم کو ترک کر دیں..... لوگوں کو اپنے مروجہ رسوم اور طرز ہائے

کتابت میں لکھنے کی آزادی اور اجازت تھی۔ اس میں کسی رسم کا زیادہ آسان، مشہور یا بہتر ہونا وارد نہیں اور نہ ہی کسی رسم کے بارے میں گناہ یا ممانعت وارد ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ لوگوں کو قراءات اور اذان کے برعکس کسی رسم کی تعیین نہیں کی گئی تھی۔ اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ لکھنے کے خط محض اشارات و رموز کے اظہار کی علامات ہوتے ہیں چنانچہ ہر رسم الخط کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی مفید کلمہ پر دلالت کر رہا ہو جو پڑھنے کے قابل ہو یعنی اس کلمہ اور اس کے لکھے جانے کا انداز درست ہونا شرط ہے۔ لہذا جو شخص کسی مخصوص رسم کے وجوب کا دعویٰ کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پختہ دلیل بھی پیش کرے۔

علامہ زرقانی، مذکورہ رائے پر مناقشہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ رائے کئی وجوہ کی بنیاد پر قابل استدلال نہیں۔ مثلاً: علامہ باقلانیؒ کی رائے کے مقابلہ میں سنت اور اجماع صحابہؓ کے علاوہ جمہور علماء کے اقوال التزام موجود ہیں۔ قاضی ابوبکرؒ کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سنت سے ثابت نہیں تو یہ بھی مردود ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب وحی کو اسی رسم کا حکم ارشاد فرمایا، جیسے حضرت زید بن ثابتؓ نے جمع ابی بکرؓ اور پھر جمع عثمانی میں اسی رسم کے موافق کتابت کی جو وہ عہد نبوی میں استعمال کرتے تھے۔ مذکورہ رائے کے ابطال کی تیسری وجہ اجماع صحابہؓ کا انعقاد ہے اس کے بعد کسی ممکنہ صورت کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ہم اجماع صحابہؓ کے خلاف اس کی اجازت دیں۔ ①

علامہ عبدالعزیز دباغؒ نے بھی قاضی ابوبکرؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا:

”قاضی ابوبکرؒ کا یہ کہنا کہ رسم الخط کے اتباع کا وجوب نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ کلام الرسول سے نہ اجماع سے نہ قیاس سے، (لہذا اختیار ہے جس طرح چاہے لکھے) صحیح نہیں ہے۔ کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: جو کچھ بھی تم کو رسول ﷺ دیں

وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آؤ۔ اور یہ واضح ہو چکا کہ رسم الخط تو قیفی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی اصطلاح نہیں ہے (لہذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے اور اس کا لینا واجب ہے)۔ اور اگر یہ شبہ کرو کہ حضرت نے اس طریق پر کتابت قرآن کا حکم نہیں فرمایا، تو آپ کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس طریق پر لکھنا اور حضرت کا اس کو قائم و برقرار رکھنا ہی [سنتِ تقریری کے ذریعے] حکم کے درجہ میں ہے۔ ①

جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ نے بھی علامہ ابو بکر الباقلانیؒ کی رائے کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کتابتِ مصحف میں رسمِ عثمانی کے التزام کا حکم دیا:

”أما ما يراه أبو بكر الباقلاني من أن الرسم العثماني لا يلزم أن يتبع في كتابة المصحف فهو رأي ضعيف. لأن الأئمة في جميع العصور المختلفة درجوا على التزامه في كتابة المصحف، ولأن سدّ ذرائع انفساد. مهما كانت بعيدة. أصل من أصول الشريعة الإسلامية التي تبني الأحكام عليها وما كان موقف الأئمة من الرسم العثماني إلا بدافع هذا الأصل العظيم مبالغة في حفظ القرآن وصونه.“ ②

یعنی بہر حال ابو بکر الباقلانیؒ کی کتابتِ مصحف میں رسمِ عثمانی کا اتباع لازم نہ ہونے کی رائے ضعیف ہے۔ کیونکہ تمام ادوار میں علماء امت نے کتابتِ مصحف کیلئے رسمِ عثمانی کے

① احمد بن المبارک: ابریز (مترجم): ص ۱۱۶

② الدكتور احمد مختار عمر، الدكتور عبدالعال سالم مكرم: معجم القراءات القرآنية: ۴۲/۱ و ۴۳، ط ۱، انتشارات

اسوه (التابعة لمنظمة الاوقاف والشؤون الخيرية)، ايران، ۱۳۱۲ھ/۱۹۹۱ء

التزام کو ہی ترجیح دی ہے۔ ممکنہ فساد کے اسباب کا تدارک ہی شریعت کا اصل الاصول ہے جس پر احکام کا مدار ہے۔ بعینہ رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں ائمہ کا موقف بھی قرآن کی حفظ و صیانت کے اسی مقصدِ عظیم کے دفاع کیلئے ہے۔

علماء کے مذکورہ اقوال کے علاوہ مصری مجلسِ فتویٰ کی صراحت کے بعد قاضی ابوبکر الباقلائیؒ کے موقف کے جواز اور اس سے استدلال کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ قاضی ابوبکر الباقلائیؒ کے علاوہ علامہ ابن خلدون نے بھی رسم عثمانی کی مخالفت کو جائز قرار دیا ہے۔ مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

”ولا تلتفتن فی ذلک الی ما یزعمہ بعض المغفلین من أنهم کانوا محکمین لصناعة الخط، وأن ما یتخیل من مخالفة خطوطهم

لأصول الرسم لیس كما یتخیل، بل لکلها وجه..... الخ“ ①

لیکن علماء رسم نے علامہ ابن خلدون کی رائے سے بھی اتفاق نہیں کیا۔ اسکی صراحت کرتے ہوئے علامہ المارغنیؒ لکھتے ہیں:

”لا یجوز لأحد أن یطعن فی شیء مما رسمه الصحابة فی المصاحف، لأنه طعن فی مجمع علیه، ولأن الطعن فی الكتابة كالطعن فی التلاوة وقد بلغ التهور ببعض المؤرخین الی أن قال فی مرسوم الصحابة ما لا یلیق بعظیم علمهم الراسخ وشریف مقامهم الباذخ فإیاک أن تغتر به“ ②

یعنی کسی شخص کے لئے مصاحف میں صحابہ کی طرف سے اختیار کیے گئے رسم کے بارے میں

① مقدمہ ابن خلدون: ۷۴۷/۱ و ما بعد

② دلیل الحیر ان: ص ۲۶

اعتراض کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کے بارے میں طعن کرتا ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے۔ کیونکہ کتابت میں طعن دراصل تلاوت یعنی متن پر طعن ہے۔ مشہور مؤرخ کا یہ کہنا کہ صحابہ کی کتابت اور ان کے مقام و مرتبہ اور بزرگی و شرف میں مناسبت نہیں، حد سے تجاوز کرنا ہے۔

تطبیقی رائے:

مذکورہ بالا دو مختلف آراء اور دو طرفہ دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک تیسری فکر بھی سامنے آتی ہے جس میں قاضی ابوبکر الباقلائیؒ اور علامہ ابن خلدون کی آراء کے ساتھ جمہور کی رائے کو اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ خواص اور اہل علم کیلئے تو اس کا التزام ضروری ہے لیکن عوام کے لئے رسم عثمانی کی بجائے مروجہ رسم میں مصاحف کی کتابت و طباعت جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ الدمیاطیؒ نے اس رائے کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”ورأى بعضهم قصر الرسم بالاصطلاح العثماني على مصاحف

الخواص، وإباحة رسمه للعوام، بالاصطلاحات الشائعة بينهم“ ①

علامہ ابوطاہر السندیؒ اس نظریہ کے قائلین کا موقف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وذهب بعض المتأخرين وبعض المعاصرين الى وجوب كتابة

المصاحف للعامة بالقواعد الإملائية، ولكن تجب المحافظة

عندهم على الرسم العثماني القديم كأثر من الآثار

الإسلامية النفيسة الموروثة عن السلف الصالح، فمن ثم

تكتب مصاحف لخواص الناس بالرسم العثماني“ ②

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۹

② صفحات في علوم القراءات: ص ۱۸۰

یعنی بعض متاخرین اور دورِ حاضر کے محققین نے قواعدِ املائی کے عام قواعد کے تحت مصاحف کی کتابت کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن ان کے نزدیک قدیم رسمِ عثمانی کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ ماثور اور پرانے اسلامی آثار میں سے سلفِ صالح کی ایک نفیس علامت ہے۔ چنانچہ خاص لوگوں کیلئے رسمِ عثمانی کے مطابق ہی مصاحف لکھے جائیں۔ علامہ عبدالعظیم الزرقانیؒ اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”وهذا الرأي يقوم على رعاية الاحتياط للقرآن من ناحيتين:

۱. ناحية كتابته في كل عصر بالرسم المعروف فيه إبعاد

للناس عن اللبس والخلط في القرآن.

۲. وناحية إبقاء رسمه الأول المأثور، يقرؤه العارفون به ومن

لا يخشى عليهم الإلتباس“ ①

غالباً اسی نظریہ سے متاثر ہونے اور اسی رفعِ التباس کی بناء پر ہی اہل مشرق (ایشیائی ممالک) میں بہت سی چیزوں میں رسمِ عثمانی سے بالفعل (عملاً) خلاف ورزی کا رواج ہو گیا ہے جبکہ اہل مغرب (افریقہ) میں رسمِ عثمانی کا التزام تا حال موجود ہے کیونکہ وہ مسلکِ مالکی کے خواہاں ہیں اور اس بارے میں امام مالکؒ کا واضح قول ثابت ہے اور افریقہ اور مغرب میں زیادہ تر فقہ مالکی کا اتباع کیا جاتا ہے۔ ②

اہل مشرق (خصوصاً برصغیر پاک و ہند) میں کتابتِ مصاحف کے دوران رسمِ عثمانی کی خلاف ورزی کی زیادہ مثالیں ملتی ہیں اس کی بڑی وجہ نقل صحیح کا التزام کرنے کی بجائے حافظہ و قیاس سے کام لینا ہے۔ پیشہ ورانہ عجلت بھی اس کا باعث بنتی ہے جس

① مناب العرفان: ۳۸۵/۱

② ملخص از: حافظ احمد یار: قرآن و سنت چند مباحث (۱): ص ۸۵

کا بڑا سبب کتاب مصاحف کی (رسم عثمانی سے) کم علمی اور کتابت کی ماہرانہ نگرانی اور پڑتال کا فقدان ہے۔ مصاحف کے مُصَحِّحین حضرات بھی رسم کی اغلاط سے یا تو خود بے خبر ہوتے ہیں یا رسم کی بجائے حرکات کی اغلاط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ نظریاتی حد تک لوگ ہمیشہ رسم عثمانی کے التزام کے قائل رہے ہیں بلکہ محتاط کاتب نقل صحیح کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ منقول عنہ نسخہ میں ہی اغلاط موجود ہوں۔ ①

دورِ حاضر میں رسم عثمانی کی بجائے رسمِ املائی میں کتابتِ مصاحف کے جواز کی سب سے بڑی وجہ عوامی سہولت بیان کی جاتی ہے، لیکن جن لوگوں نے دورِ حاضر میں، عوام کی سہولت کی خاطر، جدید رسمِ املائی کے مطابق مصاحف کی کتابت و طباعت کو ضروری قرار دیا ہے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ التباس و اشتباہ عوام کی بجائے پڑھے لکھے طبقہ کے مسائل میں سے ہے کیونکہ عوام کیلئے مشابہت و تلقی ضروری ہے۔ مشابہت و تلقی کے بغیر عام آدمی رسمِ املائی کو بھی غلط طریقہ پر ادا کر سکتا ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ احمد یار لکھتے ہیں:

”عوام کی بجائے عرب ممالک کے خواندہ لوگوں کے لئے رسم الخط کی ثنویت (روزمرہ میں رسم قیاسی اور تلاوت میں رسم عثمانی سے واسطہ پڑنا) التباس اور صعوبت کا باعث بنتی ہے۔ ورنہ دنیا میں لاکھوں (بلکہ شاید) کروڑوں ایسے مسلمان ہیں جو اسی رسم عثمانی کے مطابق لکھے ہوئے مصاحف سے اپنے علاقے میں رائج علاماتِ ضبط کی بنا پر ہمیشہ درست تلاوت کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں ”عوام“ کا نام تو محض ایک نعرہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ ضرورت تو پڑھے لکھے عربی دانوں کو رسمِ قرآن

سے شناسا کرنے کی ہے۔ رسم قرآنی کو ترک کر دینا اس کا کوئی علاج نہیں۔

بلکہ اس کے مفاسد بہت زیادہ ہیں جبکہ رسم عثمانی کے التزام میں متعدد علمی اور

دینی فوائد کا امکان غالب ہے۔^①

لہذا مناسب ہے کہ عوام الناس کو رسم عثمانی اور اس کے رموز و فوائد اور خصوصیات سے

روشناس کرایا جائے اور سرکاری سرپرستی میں اس کے انتظامات ترتیب دیے جائیں۔ اس کا

ایک حل وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”مگر جدید اور قیاسی املاء کے عادی خواندہ لوگوں کے لئے رسم قرآنی میں کیسے

سہولت پیدا کی جائے؟ اس سوال کا ایک جواب تو دقت نظر سے اختیار کردہ

علامات ضبط کا نظام ہے۔ دوسرا علاج اس کا الازہر والوں نے ۱۳۶۸ھ میں

ایک دوسرے فتویٰ کی صورت میں دیا جس کی رو سے یہ جائز قرار دیا گیا کہ

اصل متن تو رسم عثمانی کے مطابق ہی رہے مگر نیچے ذیل (فٹ نوٹ) کے طور پر

”مشکل“ کلمات کو جدید املاء یا رسم معتاد کی شکل میں الگ بھی لکھ دیا جائے۔

چنانچہ عبد الجلیل عیسیٰ کے حاشیہ کے ساتھ ”المصحف المیسر“ اسی اصول

پر علماء الازہر کی نگرانی میں تیار ہو کر شائع ہوا تھا۔ یہ بھی اس مسئلہ کا ایک عمدہ حل

ہے۔ تاہم غالباً پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں یہ پڑھے لکھے عربوں کا مسئلہ

کا حل ہے۔ ہمارے ہاں رسم عثمانی کا مکمل التزام درکار ہے۔^②

رسم عثمانی کے متعلق مذکورہ دونوں نظریہ ہائے عدم التزام کا رد کرتے ہوئے علامہ السندي

لکھتے ہیں:

① نفس المصدر: ص ۸۷

② نفس المصدر: ص ۹۷ و ۹۸

”أما ما ذهب إليه أصحاب المذهبين الآخرين ، فيمكن الرد عليهم: ۱. فيهما مخالفة لإجماع الصحابة والتابعين وأهل القرون المفضلة. ۲. القواعد الإملائية العصرية عرضة للتغيير والتبديل في كل عصر، وفي كل جيل، فلو أخصعنا رسم القرآن الكريم لتلك القواعد لأصبح القرآن عرضة للتحريف فيه. ۳. الرسم العثماني لا يُوقع الناس في الحيرة والإلتباس، لأن المصاحف أصبحت منقوطة مشكلة بحيث وُضعت علامات تدل على الحروف الزائدة، أو الملحقة بدل المحذوفة، فلا مخافة على

وقوع الناس في الحيرة والإلتباس“ ①

یعنی مؤخر الذکر دونوں مذاہب کے قائلین کا رد ممکن ہے: اولاً: رسم عثمانی کی مخالفت میں صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور پہلے ادوارِ مقدسہ کے اجماع کی مخالفت لازم آتی ہے۔ ثانیاً: جدید قواعدِ املائیہ ہر زمانہ اور ہر نسل میں تغیر و تبدل کا شکار رہے ہیں۔ اگر ہم قرآنی رسم کو ان قواعد کے مطابق لکھنے کی اجازت دے دیں تو اس سے قرآن میں تحریف کا باب کھل جائیگا۔ ثالثاً: التباس اور لوگوں کی پریشانی کا باعث رسم عثمانی نہیں کیونکہ اب مصاحف منقوٹ ہیں اور ایسی علامات وضع ہو چکی ہیں جو کہ زائد یا محذوف حرف کے بدلے اضافی حروف پر دلالت کرتی ہیں۔ لہذا اب لوگوں کی پریشانی اور التباس کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔

مفتی محمد شفیعؒ عوام الناس کی اس مشکل کے بارے میں لکھتے ہیں:

① صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۸۲

”الغرض اول تو یہ مشکلات محض خیالی ہیں ان کو مشکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے اور بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو ہر مشکل کا ازالہ ضروری نہیں۔ یوں تو نماز روزہ وغیرہ، ارکانِ اسلام سب ہی کچھ نہ کچھ مشکل اپنے اندر رکھتے ہیں“۔^①
علامہ ابو ہشام رقمطراز ہیں:

”علماء کا اس بات پر اجماع ہونے کے بعد کہ رسم مصحف تو قیفی ہے اور اسمیں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ایک یہ رائے بھی سامنے آئی کہ رسم عثمانی کو دیگر آثارِ قدیمہ کی طرح محفوظ کر لیا جائے اور عام لوگوں کی آسانی کے لئے قرآن کو ان کے معروف رسم الخط میں لکھا جائے۔ اس رائے کے مطابق کچھ عملی کوششیں کی گئیں۔ مثلاً: بچوں کے لئے ایسے سپارے چھاپے گئے جن میں ہر آیت رسم عثمانی کے ساتھ ساتھ عام رسم الخط میں بھی لکھی گئی تھی۔ بظاہر تو یہ بات بہت فائدہ مند تھی لیکن یہ الٹا بوجھ بن گئی اور زیادہ غلطیاں ہونے لگیں۔ لہذا اس رائے کو ترک کر دیا گیا“۔^②

رسم عثمانی کے متجدد مخالفین:

دیگر اسلامی احکام میں مدلل بحث و تہیص کی طرح رسم عثمانی کے التزام اور عدم التزام کے معاملہ میں بھی علماء سلف میں سے جنہوں نے اس کے التزام سے اختلاف کیا انہوں نے یقیناً اپنے ایمان کو بچانے کے ساتھ ساتھ قرآنی رسم کے خصائص و فوائد سے ہر گز انکار نہیں کیا چہ جائیکہ وہ رسم عثمانی پر طعن و تشنیع کریں۔ لیکن بد قسمتی سے چند متجددین نے

① حضرت مولانا محمد شفیع: جواہر الفقہ: ۶/۱، ط ۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

② قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۴

رسم عثمانی میں خامیوں کی تلاش شروع کی اور اس کو ناقص قرار دینے کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف بھی ناگفتہ بہ باتیں منسوب کی ہیں۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ غانم قدوری لکھتے ہیں:

”.....فإن طائفة من المحدثين تنسب إلى العلم أطلقت ألسنتها

تصف الرسم بما نجل الرسم والصحابة الذين كتبوه عن مجرد

ذكره، وهو إن دل على شيء، فإنما يدل على الجهالة في العلم

والبلادة في الذهن والقصور في الإدراك، إن لم يدل على

سوء النية وخبث القصد والعداء لكتاب الله العزيز“ ①

ان متجددین میں دو (۲) نام سرفہرست ہیں:

.....عبد العزيز فهمي المصري:

مصری متجدد عبدالعزیز فہمی نے ”الحروف اللاتينية لكتابة العربية“ کے نام سے کتاب لکھی جس کو مطبعة مصر نے 1944ء میں قاہرہ سے شائع کیا۔ مذکورہ کتاب میں مصنف نے رسم مصحف پر دل کھول کر اعتراضات کیے ہیں اور رسم مصحف کو ”بدائية سقيمة قاصرة“ ﴿ص ۲۱﴾ جیسے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۲۳ پر رسم عثمانی کو غیر معقول قرار دیتے ہوئے ”سخيف“ (بعيد از عقل و کمزور) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

”أقرر بأني لست مكلفًا باحترام رسم القرآن، ولست الغي

عقلي لمجرد أن بعض الناس أو كلهم يريدون إلغاء عقولهم،

ولا يميزون بين القرآن العظيم كلام الله القديم وبين رسمه

السخيف الذي هو من وضع المؤمنين القاصرين ①.

مزید بر آں عبدالعزیز فہمی نے رسم عثمانی کونعوذ باللہ ایک بیماری قرار دیا ہے جس نے جدید عربیت کے حُسن کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

”إنه سرطان أزمّن، فشوّه منظر العربية، وغشّى جمالها، ونفّر

منها الولي القريب والخاطب الغريب، وإذ أقول (سرطان) فإني

أعنى ما أقول، كالسرطان حسًا ومعنى“ ②.

..... ابن الخطيب محمد محمد عبد اللطيف:

رسم مصحف کے جدید معترضین میں سے دوسرا بڑا نام ابن الخطیب محمد محمد

عبد اللطیف کا ہے جس نے ”الفرقان“ نامی کتاب تصنیف کی۔ جس کو پہلی بار دارالکتب

المصریہ نے قاہرہ سے 1948ء میں شائع کیا۔ موصوف لکھتے ہیں:

”لما كان أهل العصر الأول قاصرين في فن الكتابة، عاجزين

في الإملاء، لأمتهم وبدواتهم، وبعدهم عن العلوم والفنون،

كانت كتابتهم للمصحف الشريف سقيمة الوضع غير محكمة

الصنع، فجاءت الكتبة الأولى مزيجاً من أخطاء فاحشة

ومناقضات متباينة في الهجاء والرسم“ ③.

① مرجع سابق

② مرجع سابق

③ الفرقان: ص ۵۷..... بحوالہ: مرجع سابق

یعنی ”عصر اول کے لوگ، اپنے اُن پڑھ اور بدوی ہونے کے لحاظ سے، فنِ کتابت سے قاصر اور علوم و فنون سے بے بہرہ تھے۔ مصحف میں کی گئی ان کی کتابت، وضع کے اعتبار سے سقیم اور مہارت کے اعتبار سے غیر محکم ہے۔ لہذا پہلی کتابت کے ہجاء و رسم میں فاحش اغلاط اور متباین مناقضات شامل ہیں۔“

ڈاکٹر لیب السعید، ابن الخطیب کا ایک اقتباس یوں نقل کرتے ہیں:

” (إنه) یقلب معانی الألفاظ ، ویشوہها تشویہا شنیعاً، ویعکس معناها

بدرجة تکفر قاریه، وتحرّف معانیه، وفضلاً عن هذا ، فإن فیہ تناقضاً

غریباً و تنافراً معیاً لا یمکن تعلیلہ، ولا یستطاع تأویلہ“ ①

یعنی یہ رسم الفاظ کے معانی کو بدلنے کا سبب ہے، شکل و صورت کے لحاظ سے بُرا، معنی کو اس حد تک بدلنے والا کہ اس کا پڑھنے والا کافر ٹھہرے اور اس کے معنی بدل جائیں۔ مزید برآں اس رسم میں عجیب و غریب قسم کا تناقض و اختلاف پایا جاتا ہے جو اتنا معیوب ہے کہ اس کی تعلیل ممکن نہیں اور نہ ہی کسی تاویل کی استطاعت ہے۔

جولائی 1948ء میں صدر جامعۃ الازہر کی زیر نگرانی تین علماء کی قائمہ کمیٹی نے

اکتالیس (۲۱) صفحات پر مشتمل ایک فیصلہ صادر فرمایا جس میں مذکورہ کتب پر پابندی اور ان

کو ضبط کرنے کا حکم دیا گیا۔ ② کیونکہ وہ اسلامی اصول جن پر احکام کا مدار ہے، کی

پاسداری اور اس کی مخالفت کا سدّ باب ضروری ہے۔ ③

① الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۳

② غانم قدوری: رسم المصحف: ص ۲۱۲

③ الجمع الصوتی الاول: ص ۳۰۱

← رسم عثمانی کا التزام:

رسم عثمانی کے مجمع علیہ ہونے میں کسی کا اختلاف منقول نہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی کتابت کرتے ہوئے بارہ ہزار (12,000) صحابہ رضی اللہ عنہم نے اتفاق رائے سے اس رسم کو صحیح اور درست قرار دیا ①۔ مصر کے شیخ القراء محمد بن علی حداد نے اپنے رسالہ ”النصوص الجلیلة“ میں رسم عثمانی کے اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت کیا ہے اور اسی بنیاد پر امت مسلمہ کا بھی اتفاق ہے کہ مصاحف عثمانیہ کے رسم کی پیروی واجب ہے۔ لکھتے ہیں:

”اجمع المسلمون قاطبة علی وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان و منع مخالفتہ (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر ووجه وجوبه ما تقدم من اجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثني عشر ألفاً و الإجماع حجة حسبما تقرر فی اصول الفقه ﴿النصوص الجلیلة: ص ۲۵﴾“ ②

علامہ المارغنی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد اور ان کے اجماع کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

”وقد أجمعوا عليه وهم رضي الله عنهم اثنا عشر ألفاً فيجيب عليها اتباعهم وتحرم علينا مخالفتهم في ذلك“ ③

غانم قدوری نے امام اللیب کا الدرۃ الصقیلہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے:

① رسم المصحف: ص ۱۹۹..... الکردی: تاریخ القرآن: ۱۰۳

② مفتی محمد شفیع: جواہر الفقہ: ۸۵/۱

③ دلیل الحیر ان: ص ۲۵

”فما فعله صحابي واحد فلنا الأخذ به والإقتداء بفعله والاتباع

لأمره، فكيف وقد اجتمع على كتاب المصاحف حين كتبه

نحو اثني عشر ألفاً من الصحابة رضی اللہ عنہم أجمعين؟“ ①

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق خلفاء راشدین مہدیین ﷺ کی سنت بھی قابل

اتباع ہے اور اس کی پیروی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ دلیل مذکور کی بنیاد پر، چونکہ رسم عثمانی

صحابہ ﷺ کا مجمع علیہ ہے لہذا اس کی اتباع اور اقتداء کا حکم تمام دیگر نظریات کے مقابلہ میں

راجح ہے۔ علامہ ابوطاہر السندیؒ رسم عثمانی پر لوگوں کے تعامل کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”.....وتقلدت الأمة رسمها، واشتهرت كتابتها بالرسم

العثماني، وأجمع الصحابة رضی اللہ عنہم على ذلك الرسم

ولم ينكر أحد منهم شيئاً منه وإجماع الصحابة واجب الإتيان.

ثم استمر الأمر على ذلك، والعمل عليه في عصور التابعين

والأئمة المجتهدين، ولم ير أحد منهم مخالفة وفي ذلك

نصوص كثيرة لعلماء الأئمة“ ②

یعنی امت نے اسی رسم کی تقلید کی ہے اور اس کتابت کی شہرت رسم عثمانی کے ساتھ ہوئی۔

صحابہ کرام ﷺ کا اس رسم پر اجماع ہوا اور ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور صحابہ

کرام ﷺ کا اجماع واجب الاتباع ہے۔ پھر یہی طریقہ رائج رہا اور تابعین اور ائمہ مجتہدین

کے ادوار میں اسی پر عمل رہا اور کسی نے اس معاملہ میں اختلاف کا خیال نہیں کیا۔ اس پر علماء

امت کے بہت سے اقوال موجود ہیں۔

① رسم المصحف: ص ۱۹۹

② صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۸

رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی قرآن مجید کی ہونیوالی کتابت ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے قابل عمل تھی۔ انہی خصوصیات رسم کے ساتھ عہد صدیقی اور پھر عہد عثمانی میں بھی مصاحف تیار کروائے گئے۔ چنانچہ اسلام کے سنوآت اولیٰ میں لوگوں کیلئے کتابت مصحف کا معیار رسم عثمانی تھا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین نے ہمیشہ رسم عثمانی کی موافقت کو ہی معیار سمجھا۔ ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں:

”ولولا اعتیاد الناس لذلك في هذه الأحرف الثلاثة
(الصلوة، الزكوة، والحيوة) وما في مخالفة جماعتهم لكان أحب
الأشياء إلى أن يكتب هذا كله بالألف“ ①

ایک عرصہ تک اسی طرح معاملہ چلتا رہا یہاں تک کہ علماء لغت نے فن رسم کیلئے ضوابط کی بنیاد رکھی اور قیاسات نحویہ و صرفیہ اس غرض سے وضع کر دیے گئے تاکہ نظام کتابت اور تعلیمی سلسلہ میں کسی غلطی یا شبہ کا احتمال باقی نہ رہے۔ قواعد ہجاء، قواعد املاء، علم الخط القیاسی و الاصطلاحی یہ وہ سب نام تھے جو ان قواعد کیلئے وضع کیے گئے۔ لوگوں نے لکھنے میں پرانے ہجاء کلمات کو رفتہ رفتہ ترک کر دیا لیکن مصاحف میں موجود الفاظ باتمامہ اپنی اسی ہیئت و صورت میں رہے جس میں انہیں عہد عثمانی رضی اللہ عنہم میں لکھا گیا تھا۔ اس پر ابن درستیہ کی عبارت واضح طور پر دلالت ہے جو انہوں نے اپنی تصنیف الکتاب کے مقدمہ میں درج کی ہے۔ فرماتے ہیں:

”ووجدنا كتاب الله جل ذكره لا يقاس هجاؤه، ولا يخالف
خطه، ولكنه يتلقى بالقبول على ما أودع المصحف، ورأينا
العروض أنما هو إحصاء ما لفظ به من ساكن ومتحرك،

وليس يلحقه غلط، ولا فيه اختلاف بين أحد“ ②

① ادب الکاتب: ص ۲۵۳

② کتاب الکتاب: ۱۳۵

مذہبِ اربعہ میں رسمِ عثمانی کا التزام:

مذہبِ اربعہ کے تمام فقہاء نے مصحف کی کتابت اور طباعت میں رسمِ عثمانی کے التزام کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس کی مخالفت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اس پر علماء کا اجماع منقول ہے کہ رسمِ عثمانی کی مخالفت جائز نہیں: ”ولا مخالف له في ذلك من علماء الأئمة“^①۔ علامہ الحداد کے بقول ہمیشہ علماء کا رسمِ عثمانی پر اجماع رہا ہے اور اس کی مخالفت کو اجماع سے روگردانی تصور کیا ہے۔

”وما دام قد انعقد الإجماع على تلك الرسوم فلا يجوز

العدول عنها ألى غيرها، إذ لا يجوز خرق الإجماع بوجه“^②۔

ڈاکٹر لیب السعید نے رسمِ عثمانی کے التزام پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے:

”والفقهاء مجمعون ، أو كالمجمعين على هذا الرسم“^③۔

علامہ جبرئیل نے ”روضۃ الطرائف فی رسم المصاحف فی شرح

العقيلة“ میں ائمہ اربعہ کا یہی موقف نقل کیا ہے۔^④

1۔ امام مالک کا مسلک: وقت کے گزرنے کے ساتھ کتابتِ مصحف میں جب رسمِ

عثمانی سے مختلف صورتِ کلمات کا دخول شروع ہوا تو امام مالک (۹۵ھ-۱۷۹ھ) سے استفتاء

① مرجع سابق..... السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱۳۶/۳ (تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم)

..... صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۸

② إرشاد الحیران: ص ۴۱

③ الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۸

④ احمد بن المبارک: اللابریز: ص ۵۹، ط ۱، المطبعة الازہریة، مصر، ۱۳۰۶ھ..... الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۰۴

..... المقری اظہار احمد تھانوی: ایضاح المقاصد: ص ۱۱..... صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۹

ہوا۔ جس کو علامہ دانیؒ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”.....فقيل له : أريت من استكتب مصحفاً اليوم أتری أن يكتب

على ما أحدث الناس من الهجاء اليوم؟ فقال: لا أرى ذلك،

ولكن يكتب على الكتابة الاولى“ ①

یعنی امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی شخص لوگوں میں موجودہ مروّجہ ہجاء پر مصحف کی

کتابت کر سکتا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اُسے طریقہ سلف پر چلنا چاہئے۔

امام مالکؒ کے اس قول کے متصل بعد علامہ دانیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے اس قول

سے کسی نے اختلاف نہیں کیا:

”ولا مخالف له في ذلك من علماء الامة“ ②

امام سخاویؒ نے امام مالکؒ کے قول پر ”والذی ذهب الیه مالک هو الحق“ کے الفاظ

سے تبصرہ کیا ہے۔ ③

2- امام احمد بن حنبلؒ کا قول: رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں امام احمد بن

حنبلؒ (۱۶۳ھ-۲۴۱ھ) کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

”تحرم مخالفة مصحف الإمام في واوٍ أو ياءٍ أو ألفٍ أو غير ذلك“ ④

ڈاکٹر عبدالوہاب محمودہ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فإذا عرفنا أن الإمام مالكا ولد سنة ۵۹۳ وتوفي سنة ۱۷۹ هـ

① المقنع: ص ۹-۱۰

② مرجع سابق

③ مناهل العرفان: ۳۷۲/۱

④ مرجع سابق..... البرهان في علوم القرآن: ۳۷۹/۱

علی الصحیح، وأن الإمام أحمد ولد سنة ۱۶۴ ھ وتوفی سنة ۲۴۱ ھ فهمنا أن الأمة فی القرنین قد أدركت مخالفة الرسم العثماني لقواعد کتاباتهم، ورغبوا فی كتابة المصاحف علی القواعد الكتابية، فاستفتوا الإمام مالكا فلم یفتهم بجواز ذلك، وما علينا إلا اتباعهم والإقتداء بهم“ ①

یعنی ہم جانتے ہیں کہ امام مالکؒ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ھ میں وفات ہوئی اور امام احمدؒ ۱۶۴ ھ میں پیدا جبکہ ۲۴۱ ھ میں فوت ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہی لوگوں نے قواعد کتابت میں رسم عثمانی کی مخالفت شروع کر کے عام قواعد کتابت پر مصاحف کی کتابت کی طرف رغبت کی۔ جب امام مالکؒ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے عام قواعد کتابت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اب ہمارے اوپر ان کا اتباع اور ان کے قول کی پیروی لازم ہے۔

3- مسلک شافعیہ:

”وجاء فی حواشی المنهج فی فقه الشافعية مانصه: كلمة الربا

تكتب بالواو والألف كما جاء فی الرسم العثماني، ولا تكتب

فی القرآن بالیا أو الألف لأن رسمه سنة متبعة“ ②

یعنی فقہ شافعیہ کی کتاب منہج کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ رَبٌّ کاللفظ واو اور الف کے ساتھ (الربوا) لکھا جاتا ہے جیسا کہ رسم عثمانی میں وارد ہے۔ قرآن میں کہیں بھی یہ کلمہ یاء (الربی) یا الف کے ساتھ (الربا) لکھا ہوا نہیں کیونکہ یہی سنت ہے۔

① القراءات واللبجات: ص ۱۰۲

② مناهل العرفان: ۳۷۲/۱

4- مسلک حنفیہ:

”وجاء في المحيط البرهاني في فقه الحنفية مانصه: إنه ينبغي

ألا يكتب المصحف بغير الرسم العثماني“ ①

یعنی محیط البرہانی میں وارد ہے کہ مصحف کو رسم عثمانی کے علاوہ لکھنا جائز نہیں۔

مذکورہ بالا اقوال اس بات کے شاہد ہیں کہ مسالک اربعہ کے تمام فقہاء رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں ایک جیسا موقف رکھتے ہیں۔

التزام رسم پر اقوال سلف:

علامہ عبدالواحد بن عاشر الاندلسی اپنی تصنیف ”تنبیہ الخلان علی الاعلان

بتکمیل مورد الظمان“ کا آغاز درج ذیل خطبہ سے فرماتے ہیں:

”الحمد لله الذي رسم الآيات القرآنية. على نحو ما في

المصاحف العثمانية، الواجب اتباعها في رسم كل قراءة

متواتر عن خير البرية“ ②

قول باری تعالیٰ ﴿وَقَالُوا مَا لِهذا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ③ کی تفسیر میں علامہ

زمخشری لکھتے ہیں:

① مرجع سابق

② الشیخ عبدالواحد بن عاشر الاندلسی: تنبیہ الخلان علی الاعلان بتکمیل مورد الظمان:

ص ۱۷، ط ۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۱۵ھ/۱۹۹۵ء نوٹ: مذکورہ کتاب علامہ المارغنی کی تصنیف

”دلیل الحیران“ کے آخر میں بھی منسلک ہے ﴿

③ الفرقان: ۷

”وقعت اللام في المصحف مفصولة عن هذا خارجة عن

أوضاع الخط العربي وخط المصحف سنة لا تغير“ ①

یعنی مصحف میں حرف لام (ل) کلمہ ’ہذا‘ سے علیحدہ لکھا گیا ہے جو عام خطِ عربی سے معدوم ہے۔ خطِ مصحف سنت کی حیثیت رکھتا ہے جس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ سیوطی نے امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) کا شعب الایمان میں وارد قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”من كتب مصحفاً فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به

هذه المصاحف، ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوا شيئاً،

فإنهم كانوا أكثر علماء، وأصدق قلباً ولساناً، وأعظم أمانة منّا.

فلا ينبغي أن نظن بأنفسنا استدرأكا عليهم“ ②

یعنی جو شخص بھی مصحف لکھے تو اسے چاہئے کہ وہ سلف صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے ہجاء کا لحاظ رکھے، ان کی مخالفت نہ کرے، کسی چیز کو ان کی کتابت کے ساتھ تبدیل نہ کرے کیونکہ وہ علم، قلب و لسان کی سچائی اور ایمانداری میں ہم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ علامہ قسطلانی نے بھی اسی قول کو ذکر کیا ہے۔ ③

محمد غوث الدین ارکائی نے رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں مولانا علی القاری کا حسب ذیل قول نقل کیا ہے:

① جار اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزختری (م ۵۳۸ھ): الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل

وعیون الاقاریل فی وجوه التأویل: ۲۰۹/۳، ط ۲، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، القاہرۃ، ۱۹۵۳ء

② الاتقان فی علوم القرآن: ۱۳۶/۳..... البرہان فی علوم القرآن: ۳۷۹/۱..... الکردی: تاریخ القرآن

وغرائب رسمه وحكمه: ص ۱۰۳

③ لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۲۷۹/۱

”والذی ذهب الیہ مالک هو الحق، إذ فیہ بقاء الحالة الأولى،
إلی أن تعلمها الطبقة الأخرى بعد الأخرى، ولا شک أن هذا
هو الأخرى، إذ فیہ خلاف ذلك، تجهیل الناس بأولية ما فی
الطبقة الأولى“ ①

یعنی امام مالک کی رائے ہی درست ہے کیونکہ اس میں ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کے سیکھنے
میں رسم کی اولین حالت کی بقاء ہے اور بلاشبہ یہی مناسب ہے۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں
(آج سے) زیادہ جہالت تھی۔

طباعت و کتابت قرآن میں رسم عثمانی کے التزام پر علامہ زرکشی کی رائے ہے کہ:
”وبمعناه بلغنی عن أبی عبید فی تفسیر ذلك: وتروی القراء لم
يلتفتوا إلى مذهب العربية فی القراء ة إذا خالف ذلك الخط
المصحف، وإتباع الحروف المصاحف عندنا كالسُنن القائمة
التي لا يجوز أن يتعدّاها“ ②

یعنی امام ابو عبید کی یہی تفسیر ہم تک پہنچی ہے۔ آپ نے قراء کو دیکھا ہوگا کہ جب کوئی قراءت
رسم مصحف کے خلاف ہو تو وہ اس کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ مصاحف عثمانیہ کے حروف
کی پیروی ہمارے نزدیک پختہ سنت ہے جس کی مخالف ہرگز جائز نہیں۔
علامہ نظام الدین نیشاپوری التزام رسم کے بارے میں فرماتے ہیں:

”إن الواجب علی القراء والعلماء وأهل الكتاب أن يتبعوا هذا

① محمد غوث ناصر الدین محمد نظام الدین الناطلی الارکانی: نثر المرجان فی رسم نظم القرآن: ۱۰۷، مطبعة عثمان

پریس، حیدرآباد دکن، ۱۳۱۳ھ

② البرہان فی علوم القرآن: ۳۸۰

الرسم في خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت، وكان أمين رسول الله ﷺ و كاتب وحيه، و عليم من هذا العلم، بدعوة النبي ﷺ ما لم يعلم غيره، فما كتب شيئاً من ذلك إلا لعلّة لطيفة و حكمة بليغة“ ①

یعنی مصحف لکھنے کے لیے قراء اور علماء پر اس رسم کا اتباع لازم ہے کیونکہ یہی وہ رسم ہے جس کو امین رسول اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر کسی کی نسبت اس سے مکمل طور پر واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے جو بھی لکھا وہ کسی لطیف علت اور بلیغ حکمت کی بنیاد پر ہی لکھا ہے۔

علامہ ابوطاہر السندی نے رسم عثمانی کے التزام کی چار وجوہ بیان فرمائی ہیں:

”الراجع من ذلك قول الجمهور، وذلك لوجوه: ۱. إن هذا

الرسم الذي كتب به الصحابة القرآن الكريم حظي بإقرار

الرسول ﷺ، واتباع الرسول ﷺ واجب على الأمة.

۲. أجمع عليه الصحابة ولم يخالفه أحد منهم، و كان هذا

الانجاز الكبير الأمة لقوله ﷺ: (عليكم بسنتي وسنة الخلفاء

الراشدين المهديين من بعدى...) ۳. أجمعت عليه الأمة منذ

عصور التابعين، وإجماع الأمة حجة شرعية، وهو واجب

الاتباع لأنه سبيل المؤمنين، قال تعالى: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ

وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ۴. للرسم العثماني فوائد

① غرائب القرآن و رغائب الفرقان: ۴۰/۱

مہمہ، و مزایا کثیرہ، خاصۃً اُنہِ یحوی علی القراءات المختلفة،
والأحرف المنزلة، ففي مخالفتہ تضيع لتلك الفوائد
وإهمال لها“ ①

یعنی جمہور کا مذہب التزام رائج ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:
اولاً: کہ رسول اللہ ﷺ کے تقرر کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی رسم میں قرآن مجید کی
کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع امت پر واجب ہے۔
ثانیاً: اسی رسم پر عہدِ خلفاء میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہوا، کسی ایک صحابی سے بھی
اس کی مخالفت منقول نہیں۔ چنانچہ خلفاء راشدین کا اتباع بھی امت پر واجب ہے کیونکہ
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”تم پر میری اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین مہدیین کی
سنت لازم ہے“۔

ثالثاً: زمانہ تابعین سے امت کا اسی رسم پر اجماع ہے۔ امت کا اجماع حجت شرعی
اور مسلمانوں کیلئے واجب العمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ جس نے ہدایت واضح
ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے سے ہٹ کر چلا تو ہم اس کو
اسی طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔
رابعاً: رسم عثمانی میں بہت سے اہم فوائد شامل ہیں خصوصاً یہ کہ رسم عثمانی میں مختلف قراءات
اور منزل من اللہ حروف شامل ہو سکتے ہیں۔ اس رسم کی مخالفت سے یہ تمام فوائد متروک ہو
جاتے ہیں۔

التزام رسم عثمانی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ کردی لکھتے ہیں:

”فخلاصة ما تقدم أن الواجب علينا اتباع رسم المصحف“

العثماني وتقليد أئمة القراءات خصوصاً علماء الرسم منهم ،
والرجوع إلى دواوينهم العظام كالمقنع لأبي عمرو الداني
والعقيلة للشاطبي ، فإن أئمة القراءات المتقدمين قد حصروا
مرسوم القرآن الكريم كلمة كلمة على هيئة ما كتبه الصحابة
في المصاحف العثمانية ، ونقلوا ذلك بالسند المتصل عن
الثقات العدول الذين شاهدوا تلك المصاحف ① .

یعنی ہماری گزشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسم مصحفِ عثمانی کے ساتھ ساتھ ائمہ قراءات
خصوصاً علماء رسم کا اتباع ہم پر واجب ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس معاملہ میں ہم
ان کی عظیم تصانیف کی طرف رجوع کریں جیسے علامہ دائی کی المقنع اور علامہ شاطبی کی
تصنيف العقيلة وغيره۔ بے شک متقدمین ائمہ قراءات نے قرآنی کلمات میں سے ایک
ایک کلمہ کا رسم اور اس کے احکام بیان کیے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحفِ عثمانیہ میں
ان کلمات کو کتابت فرمایا۔ مزید برآں قراء نے ثقہ و عادل اور مصاحفِ عثمانیہ کے عینی
شاہدین سے سند متصل کے ساتھ اس رسم کو نقل فرمایا۔

فقہاء اور مفسرین کے علاوہ اہل لغت نے بھی ہمیشہ رسمِ عثمانی کے التزام کو اختیار
کیا ہے اور اسی کا حکم دیا ہے۔ ڈاکٹر لیب السعید نے "دار الکتب والونشائو القومية
قاهرہ" میں موجود علامہ ابوالبقاء العکبری کے مخطوط "اللباب فی علل البناء
والإعراب" کے ورق: ۳۰ سے اُن کا ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ اہل لغت کی ایک جماعت
بھی یہی سمجھتی ہے کہ کلمہ کی کتابت اُس کے تلفظ کے مطابق ہونی چاہیے لیکن قرآنی رسم اس
سے مستثنیٰ ہے:

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۱۱

” ذهب جماعة من أهل اللغة إلى كتابة الكلمة على لفظها إلا

في خط المصحف ، فإنهم اتبعوا في ذلك ، ما وجدوه في

الإمام . والعمل على الأول“ . ①

رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں محقق مناع القطان کی رائے حسب ذیل ہے:

”والذى أراه أن الرأي الثانى هو الرأي الراجح، وأنه يجب

كتابة القرآن بالرسم العثمانى المعهود فى المصحف..... ولو

أبيحت كتابته بالاصطلاح الأملائي لكل عصر لأدى هذا إلى

تغيير خط المصحف من عصر لآخر، بل إن قواعد الإملاء

نفسها تختلف فيها وجهات النظر فى العصر الواحد، وتتفاوت

فى بعض الكلمات من بلد آخر“ . ②

یعنی میرے خیال میں التزام رسم عثمانی کی رائے راجح ہے اور اب قرآن مجید میں رسم عثمانی

کے مطابق کتابت ہونی چاہئے۔ اگر مروجہ املائی کتابت کے ساتھ قرآن مجید لکھنے کی

اجازت دے دی جائے تو ہر زمانہ میں قرآن مجید کا رسم دوسرے زمانہ سے مختلف ہوگا، بلکہ

قواعد املائی خود ایک ہی زمانہ میں مختلف جہات سے متغیر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک شہر

کے مصاحف کے کلمات دوسرے شہر کے مصاحف سے مختلف ہوں گے۔

مذکورہ اقوال کے علاوہ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ جس طرح دیگر اسلامی علوم اور ورثہ

کی حفاظت مسلم معاشرہ پر ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید سے منسوب ایک رسم اور طرز کتابت

کی حفظ و صیانت بطریق اولیٰ لازمی امر ہوگا۔ اس کے بارے میں حافظ احمد یار قمطراز ہیں:

② الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۸

① مباحث فی علوم القرآن: ص ۱۳۹

”یہ حفاظتِ ورثہ والی بات جذباتی ہی نہیں اپنے اندر ایک تہذیبی بلکہ قانونی اہمیت بھی رکھتی ہے۔ برسبیل تذکرہ مصر کے ایک ناشر کے خلاف رسمِ قیاسی کے ساتھ لکھا ہوا ایک مصحف چھاپنے پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے ناشر کے خلاف فیصلہ دیا اور نسخہ کی ضبطی کا حکم جاری کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں ایک ”نقطہ توجہ“ یہ لکھا کہ ((آثارِ سلف کی حفاظت ترقی یافتہ اقوام کا فریضہ اولین ہے))۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز شیکسپئر (یا دوسرے قدیم شعراء مثل چوسر وغیرہ) کا کلام انہی کے زمانے کے ہجاء وغیرہ کے ساتھ چھاپنا ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ کسی طابع یا ناشر کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ تین چار سو سال میں انگریزی زبان بدل کر کچھ سے کچھ ہو چکی ہے تو پھر قرآن کے بارے میں یہ اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟“ ①۔

دورِ جدید کے علماء کے فتاویٰ جات:

مصری تحقیقی جریدے ”المنار“ نے 1909ء میں محمد رشید رضا کا فتویٰ شائع کیا جس میں ملا صادق الایمان نقوی القرزانی، جو کہ روسی ممالک میں طباعتِ مصاحف کے سلسلہ میں رسمِ مصاحف کی کمیٹی کے تفتیشی سربراہ تھے، نے حسبِ ذیل استفتاء کیا:

”هل يجب اتباع الرسم العثماني في كتابة المصحف؟ أم هل تجوز مخالفته للضرورة التي من أمثلها: كلمة (ء اتن) في الآية ٣٦ من سورة النمل، حيث كُتبت في المصحف العثماني بغير ياء بعد النون. و كلمات: (الأعلام) و (الأحلام) و (الأقلام) و

① قرآن و سنت چند مباحث (۱): ص ۹۵، ۹۶

(الأزلام) و (الأولاد)، حيث كُتبت أيضاً في بعض المصاحف

ب حذف (الألف) بعد اللام؟ ①

یعنی کیا مصحف کی کتابت کے دوران رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے؟ کیا کسی ضرورت کے تحت اس کی مخالفت جائز ہے؟ مثلاً: کلمہ (ء اتن) مصحف عثمانی میں نون کے بعد بغیر یاء کے

لکھا ہے۔ اسی طرح دیگر کلمات مثلاً: (الأعلام) و (الأحلام) و (الأقلام) و (الأزلام)

و (الأولاد) وغیرہ بعض مصاحف میں الف کے بعد لام کے حذف کے ساتھ مرسوم ہیں۔

اس کے علاوہ سائل نے، محولہ بالا الفاظ قرآنی میں الف کے بارے میں یہ

وضاحت پیش کی کہ روسی شہر پیٹرز برگ (پتربورج) کے ”مکتبہ امپراطوریہ“ میں محفوظ

مصحف عثمانی میں ان تمام الفاظ (الأعلام)، (الأحلام)، (الأقلام)، (الأزلام) اور

(الأولاد) میں الف محذوف ہیں۔ ②

امام محمد رشید رضا نے پانچ نکات پر مشتمل جو جواب صادر فرمایا اس کو من و عن پیش کیا جاتا ہے:

”﴿ا﴾ أن الاسلام يمتاز على جميع الاديان بحفظ أصله منذ

الصدر الأول، وأن التابعين وتابعيهم وائمة العلم أحسنوا

باتّباع الصحابة في رسم المصحف، وعدم تجويز الكتابة بما

استحدثت الناس من فنّ الرسم، وإن كان أرقى مما كان عليه

الصحابة، إذ لو فعلوا لجاز أن يحدث اشتباه في بعض

الكلمات باختلاف رسمها وجهل أصلها.

﴿ب﴾ وأن الاتباع في رسم المصحف يفيد مزيد ثقة

① مجمع الصوتی الاول: ص ۳۰۲

② فتاویٰ امام محمد رشید رضا: ۷۸۹/۲، بحوالہ: مرجع سابق

واطمئنان فی حفظہ کما ہو، وفی إبعاد الشُّبہات أن تحوم
حولہ، وفی حفظ شیء من تاریخ الملة وسلف الأمة کما ہو.

﴿ج﴾ وانه _ کنص الفتوی _

﴿د﴾ وأن ما احتج به العز بن عبد السلام لما رآه من (عدم
جواز كتابة المصاحف الآن على المرسوم الاوّل خشية
الالتباس، ولئلا يوقع في تغيير من الجهال) ليس بشئ، لأن
الاتباع إذا لم يكن واجباً في الأصل _ وهو ما لا
ينكره _ فترك الناس له لا يجعله حراماً أو غير جائز لما
ذكره من الالتباس.

﴿ه﴾ وأن الحلّ لكل العقد في مشكلات الرسم التي تواجه
السائل هو في الرجوع إلى طبعة المصحف الصادرة في سنة
١٣٠٨ هـ من مطبعة محمد أبي زيد بمصر، فقد توقف على
تصحيح هذه الطبعة وضبطها الشيخ رضوان بن محمد
المخلائى أحد علماء هذا الشأن وصاحب المصنفات فيه،
والذى وضع للطبعة مقدمة شارحة ونافعة. ①

یعنی ﴿ا﴾..... بنیاد کی حفاظت کے اعتبار سے بھی دین اسلام دیگر مذاہب سے ممتاز ہے۔
تابعین اور تبع تابعین کے علاوہ دیگر اہل علم نے رسم مصاحف میں صحابہ کے اتباع کی شاندار
مثال رقم کی ہے۔ اسی طرح کسی نئے رسم کتابت کی عدم تعین جیسا کہ کچھ لوگوں نے اس
مسئلہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ صحابہ کا اختیار کردہ رسم ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ ایسے رسم میں (بعد کے

لوگوں کے لئے) اختلافِ رسم اور کسی حرف کے اصل سے عدم واقفیت کی بناء پر شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ﴿۲﴾..... رسمِ مصحف کا اتباع قرآن کی حفاظت کے حوالے سے یقین اور اطمینان میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ شبہات کو بھی دور کرتا ہے کہ اس میں ملتِ اسلامیہ کے تاریخ اور ائمہ سلف کے ورثہ کی حفاظت کا احساس جھلکتا ہے۔ ﴿۳﴾..... یہ رسم ایک فتویٰ کی مانند ہے جس پر عمل ضروری ہے۔ ﴿۴﴾..... عز بن عبد السلام کا یہ کہنا کہ التباس اور جاہل لوگوں کا خیال کرتے ہوئے آج کے دور میں پہلے رسم کے مطابق مصاحف لکھنا جائز نہیں، کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ لوگوں کا کسی چیز کو ترک کرنا یا اسے مشکل خیال کرنا اس کو حرام یا ناجائز نہیں کر دیتا۔ ﴿۵﴾..... رسمِ عثمانی کی پیچیدگیوں کا حل مصر کے مطبعہ محمد ابی زید نے ۱۳۰۸ھ میں ایک مصاحف کی اشاعت سے پیش کر دیا جس کی طرف سائل نے اشارہ کیا ہے۔ لہذا رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں شبہات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

رسمِ مصحف کے متعلق، ابن الخطب کی تصنیف الفرقان کے سلسلہ میں صفر ۱۳۶۸ھ کے مجلہ الازھر 1937ء میں صادر ہونے والے مصری فتویٰ میں حسب ذیل الفاظ بھی تھے:

”أن المصاحف __ وخاصة في العصر الحديث __ مضبوطة بالشكل التام، ومذيلة ببيانات إرشادية تيسر للناس __ إلى حد ما __ قراءة الكلمات المخالفة في رسمها للإملاء العادي، ثم إن رسم المصحف العثماني لا يخالف قواعد الإملاء المعروفة إلا في كلمات لا يصعب على أحد __ إذا لقنها __ أن ينطق بها صحيحة“ ①

① نفس المصدر: ص ۳۰۳

یعنی دورِ حاضر میں خصوصاً تمام مصاحفِ حرکات و اعراب کے لحاظ سے مکمل ہیں اور عام املاء سے مخالف کلماتِ قرآنیہ کے بارے میں لوگوں کی آسانی کیلئے ممکنہ وضاحتی بیانات سے پر ہیں۔ مزید برآں مصحفِ عثمانی کا رسم سوائے چند کلمات کے عام قواعدِ املاء کے موافق ہے، تو ان چند کلمات کا کسی سے سیکھ کر ادا کرنا کچھ مشکل نہیں۔

علامہ محمد بن حبیب اللہ ^{لشقیطی} لکھتے ہیں:

”والذی اجتمعت علیہ الأمة: أن من لا يعرف الرسم المأثور

يجب علیہ أن لا یقرأ فی المصحف، حتی یتعلم القراءة علی

وجہها، ویتعلم مرسوم المصحف“ ①

یعنی اس بات پر علماء امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص قدیم رسمِ قرآنی سے واقفیت نہ رکھتا ہو وہ مصحف سے دیکھ کر تلاوت نہ کرے یہاں تک کہ وہ قراءت کے ساتھ ساتھ مصاحف کے رسم کے بارے میں بھی تعلیم حاصل کرے۔

حافظ احمد یار جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”الازہر کی مجلس فتویٰ کی طرف سے ۱۳۵۵ھ میں (بذریعہ مجلۃ الازہر) یہ

فتویٰ جاری ہوا تھا کہ رسمِ عثمانی کی پابندی کے بغیر قرآن کریم کی طباعت

ناجائز ہے۔ اس کے بعد سے طباعتِ مصاحف میں اس التزام کے بارے

میں ایک تحریک سی پیدا ہو گئی ہے“ ②

مفتی ہند مولانا محمد غنی (معدنی) نے ایک استفتاء کا جواب حسب ذیل الفاظ سے ارشاد فرمایا:

① محمد بن حبیب اللہ ^{لشقیطی}: ایفاظ الأعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الإمام:

ص ۱۶، ط ۱، مطبعة المعابد بالجماہلیۃ قاہرہ، مصر، ۱۳۲۵ھ

② قرآن و سنت چند مباحث (۱): ص ۹۷

”فإن الكتابة بخلاف المصاحف العثمانية بدعة مذمومة وفعل

شنيع باتفاق الأمة“ ①

یعنی مصاحف عثمانیہ (کے رسم) کے خلاف (مصاحف کی) کتابت، باتفاق امت قابلِ مذمت بدعت اور برا کام ہے۔ الغرض علماء سلف کی طرح دورِ جدید کے جید علماء و محققین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ دورِ حاضر میں مصاحف کی کتابت و طباعت کے دوران رسمِ عثمانی کا اتباع ہی لازمی و ضروری ہے۔ عربی زبان کے علاوہ دیگر لغاتِ عالم میں قرآن مجید کی کتابت (Transliteration) دورِ حاضر کا ایک توجہ طلب مسئلہ ہے۔ چنانچہ آئندہ بحث میں اس مسئلہ کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

عجمی لغات میں کتابتِ مصحف اور اس کا حکم:

عربی رسم الخط کے علاوہ دیگر زبانوں اور ان کے رسم الخط میں قرآنی کتابت کو جمہور نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ رسمِ عثمانی کا عدم التزام ہے کیونکہ اگر قرآن مجید کو کسی عجمی رسم الخط میں لکھا جائے تو اس سے کئی حروف و کلمات کا سقوط لازم آتا ہے جو کہ قراءۃ قرآن کیلئے کسی طور جائز نہیں۔

مثلاً: اگر قرآن مجید کو انگریزی زبان میں Transliteration کے ساتھ لکھا جائے جیسے: وَالضُّحٰی کو Wa zu ha لکھنا۔ مثال مذکور میں حرفِ Z عربی ہجاء میں سے ذ، ز، ض کی آواز دیتا ہے۔ عربی حروف کے مخارج سے واقف یا کسی استاذ کے سامنے زانوائے تلمذ طے کرنے والا شخص جانتا ہے کہ ذ، ز اور ض تینوں کے مخارج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جبکہ غیر عربی زبان میں عربی حروف ہجاء کے مخارج کا لحاظ رکھنا ناممکن ہے:

”و كيف يمكن كتابته او ترجمته حرفيا باللغات الأجنبية

ومخارج حروفها ليست كمخارج الحروف العربية، وعدد

حروف هجائها قد يزيد عنها وقد ينقص“ ①

یعنی عجمی لغات میں قرآن کی کتابت اور اس کا حروف کے اعتبار سے ترجمہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ جبکہ ان اجنبی لغات کے مخارج حروف عربی حروف کے مخارج کی طرح نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی یہ کم ہو جاتے ہیں۔

اس طرح اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھ دیا جائے تو یہ تجوید کی اصطلاح میں ”لحن جلی“ کہلاتی ہے۔ نیز کسی حرف کے بدلنے سے معنی کی تبدیلی لازم آتی ہے جو سخت ترین تحریف قرآن ہے ②۔ جمہور فقہاء اسلام نے مذکورہ اور ان جیسی دیگر مکروہات کی بنیاد پر قرآن مجید کو دیگر زبانوں میں لکھنے کی ممانعت بیان فرمائی ہے۔

غیر عربی میں کتابت قرآن کی ممانعت کے حوالے سے خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بھی موجود ہے جس میں مختلف زبانوں کے التباس سے قرآن کریم کو محفوظ کہا گیا ہے۔ امام ترمذی نے روایت کو نقل کیا ہے:

”هو جبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط

المستقيم وهو الذي لا تزيغ به الأهواء ولا تلتبس به الألسنة

ولا تشعب منه العلماء ولا يخلف عن كثرة الرد ولا تنقضي

عجائبه“ ③

① تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحكمه: ص ۱۶۶

② مفتی محمد شفیع: جواہر الفقہ: ص: ۸۷

③ السنن: ۱۱۴۲، مطبع مجتہبائی لاہور، پاکستان

علامہ کرڈی نے غیر عربی میں قرآنی کتابت و قراءۃ کو ناجائز قرار دینے پر ائمہ کا اتفاق ذکر کیا ہے:

”اتفقت الأئمة على عدم جواز ترجمة القرآن و كتابته

وقراءته بغير العربية، لأن ذلك يؤدي إلى التحريف

والتبديل بلا شك“ ①

یعنی قرآن مجید کے غیر عربی میں ترجمہ، کتابت اور قراءۃ کے عدم جواز پر ائمہ کا اتفاق ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بغیر کسی شک کے تحریف و تبدیل لازم آتی ہے۔

محقق مشہور، امام حنفی ناصف (۱۸۶۰ء-۱۹۱۹ء)، تاریخ رسم المصحف

میں رسم الملائی کے مطابق کتابت قرآن کے قائلین پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”إذا سلم كلام هؤلاء العلماء __ أن يذهب غيرهم إلى

استحسان كتب المصاحف بالحروف اللاتينية، وآخرون

إلى اختصاره، وآخرون إلى إرجاعه للغة العامية ليعم نفعه،

إلى غير ذلك من الرقاعات والمخرفة، وماذا بعد الحق

إلا الضلال؟“ ②

یعنی اگر ان (رسم عثمانی کے مخالف) علماء کی بات کو تسلیم کر لیا جائے یا مصاحف کو لاطینی حروف یا اختصار کے ساتھ یا پھر ان کے مطابق عوامی نفع کے لئے مقامی زبانوں میں لکھنے کی اجازت دے دی جائے جیسا کہ تعویذ وغیرہ لکھے جاتے ہیں تو پھر حق کے بعد گمراہی ہی باقی رہ جائے گی۔

① تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحكمه: ص ۱۶۶ و ۱۶۷

② حنفی ناصف: تاریخ المصحف: مقدمہ کتاب فی قواعد رسم المصحف: ۲۰۳/۸۳ (الجزء

الثانی)، ۸ ربيع الاول ۱۳۵۲ھ

مفتی محمد شفیعؒ کا رسالہ "تحذیر الانام عن تغیر رسم الخط من مصحف الامام مذکورہ عنوان پر جامع تصنیف ہے جس میں عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں قرآن مجید کی کتابت (Transliteration) کے تفصیلی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ دراصل ٹائل زبان میں ترجمہ قرآن کے بارے میں استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ مفتی صاحبؒ غیر عربی میں کتابت قرآن کے بارے میں صحابہؓ کا طرز عمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان سب مشکلاتِ مزعومہ کے باوجود صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہیں یہ تجویز نہیں کیا کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر ان لوگوں کو دیا جاوے۔ بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اُس کے رسم الخط کی بھی مصحفِ عثمانی کے موافق حفاظت کرنا ضروری سمجھا۔ اور ان مشکلات کو حفاظتِ مذکورہ کے مقابلہ میں ناقابلِ التفات قرار دیا“۔ ①

رسمِ عثمانی کے التزام اور اجماعِ امت سے استدلال کرتے ہوئے غیر عربی میں کتابت قرآن کی حرمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم و واجب ہے، اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو، قرآن کی کتابت جائز نہیں۔ مثلاً اوائل سورت میں بسم اللہ کو مصاحفِ عثمانیہ میں بحذفِ الف لکھا گیا ہے اور اُقرأ بِاسْمِ رَبِّكَ میں بِشکلِ الف ظاہر کیا گیا ہے۔ اگرچہ پڑھنے میں دنوں یکساں بحذفِ الف پڑھے جاتے ہیں مگر باجماعِ امت اسی

① حضرت مولانا محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ: ۷۶/۱

کی نقل و اتباع کرنا ضروری ہے۔ اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے“۔ ①

مصحفِ عثمانی کی حجیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”..... قرآن محفوظ وہی ہے جو مصحفِ امام اور مصحفِ عثمانی کہلاتا ہے۔ جو چیز اُس میں نہیں وہ قرآن نہیں اور جو چیز اس میں ہے وہ نہ مٹائی جاسکتی ہے اور نہ اُس میں کوئی ادنیٰ تغیر کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ یہی راز ہے اُس اجماع کا جو اوپر نقل کیا گیا کہ مصحفِ عثمانی کے رسم خط کی بھی حفاظت واجب ہے“۔ ②

حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کے بعد حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا ازالۃ الخفاء (۲۶۱) کے حوالہ سے ایک اقتباس نقل کیا ہے:

” لہذا محققین علماباں رفتہ اند کہ در صلوات وغیراں خواندہ نشود مگر قراءت متواترہ و قراءت متواترہ آن ست کہ در دے دو شرط نہم آیند یکے آں کہ بسلسلہ روایت آں ثقہ عن ثقہ تا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسد نہ مجرد محتمل خطے، دوم آن کہ خط مصاحف عثمانیہ محتمل آن باشد زیرا کہ چوں صورت حفظ آں تدوین بین اللوحین و جمع است براں مقرر شد ہرچہ غیر آن ست غیر محفوظ است غیر قرآن ست لان اللہ تعالیٰ قال: وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ وَقَالَ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ..... الخ“۔ ③

① نفس المصدر: ۷۸۱

② نفس المصدر: ۷۹۱

③ مرجع سابق

یعنی محققین علماء کا خیال ہے کہ نمازوں وغیرہ میں قراءات متواترہ کے علاوہ اور کوئی قراءت نہیں کی جاسکتی۔ قراءات متواترہ سے مراد وہ قراءات ہیں جو (عربیت کی موافقت کے ساتھ) مزید شرائط یعنی ثقہ روات کے ذریعے اس کی سند کا صحابہ رضی اللہ عنہم تک اتصال اور مصاحف عثمانیہ کے خط کے مطابق ہوں۔ کیونکہ جو چیز بھی بین اللوحین جمع ہے وہ انہی کے مطابق ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز قرآن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ** **وَقَالَ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ**۔

مفتی صاحب نے صاحب نور الايضاح علامہ حسن ثرنبلالی کے ایک رسالہ ”**النفخة القدسية في احكام قراءه القرآن و كتابته بالفارسية**“ کا ذکر کیا ہے جس میں مصنف نے مذاہب اربعہ: حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب و لازم ہے، غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے۔ ① اس کے بعد علامہ حسن کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے، جس کے چند جملے حسب ذیل ہیں:

”وأما كتابة القرآن بالفارسية فقد نص عليها في غير ما كتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الامام المرغيناني في كتابه التنجيس والمزيد ما نصه ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع..... ويحرم ايضاً كتابته بقلم غير العربى“ ②

① نفس المصدر: ص ۸۰

② نفس المصدر: ص ۸۲ و ۸۳

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فقہ حنبلی کے مشہور امام، ابن قدامہ کی تصنیف المغنی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”اور حنابلہ کے مشہور فقیہ و امام ابن قدامہ کی کتاب مغنی کی حواشی میں اس کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دنیا میں آیا اور رسول کریم نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک واقعہ بھی اس کا مذکور نہیں کہ آں حضرت نے عجمیوں کی وجہ سے اُس کا ترجمہ کر کے بھیجا ہو یا عجمی رسم خط لکھوایا ہو۔ آں حضرت کے مکاتیب جو ملوک عجم کسریٰ و قیصر و مقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے جن میں سے بعض کے نوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں، اُن کو دیکھا جاسکتا ہے کہ نہ اُن میں عجمی زبان اختیار کی گئی نہ عجمی رسم خط اختیار کیا گیا“۔ ①

دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء کے ایک فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”۱۳۵۹ھ میں جب جمعیت تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ ناظر باغ کانپور سے قرآن مجید کو ہندی رسم الخط میں شائع کرنے کی یہ تجویز ہوئی تو علماء نے مخالفت کی۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس وقت استفتاء اس کے بارہ میں آیا۔ اُس وقت احقر دارالعلوم کی خدمت فتویٰ انجام دیتا تھا۔ اس سوال کی اہمیت کے خیال سے احقر نے دارالعلوم کی مجلس علمی کے مشورہ میں رکھا۔ مجلس علمی کے صدر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے قلم سے اس پر مضمون ذیل تحریر فرمایا“۔ ②

① نفس المصدر: ۸۴/۱

② نفس المصدر: ۸۹/۱

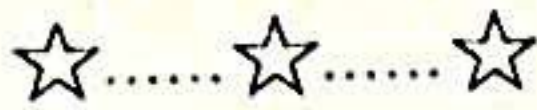
پھر اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی تحریر نقل کی ہے:

”ہندی رسم الخط میں بہت سے وہ حروف نہیں جو کہ عربی زبان اور قرآن میں پائے جاتے ہیں اور اسی لئے ہندی میں ان کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی گئی ہے۔ مثلاً: (ذ، ز، ظ، ض) کو ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے حالانکہ ان حروف کے فرق سے معانی بدل جاتے ہیں اس لئے قرآن مجید کو رسم الخط ہندی میں لکھنا تحریف ہوگا جو قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

(۱۲ شعبان ۱۳۵۹ھ)۔“ ①

مذکورہ فتویٰ میں حضرات ذیل شریک تھے:

- ۱۔ حضرت مولانا سید حسین احمد (مدنی) صاحب: صدر مدرس دارالعلوم دیوبند
 - ۲۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین احمد صاحب: محدث دارالعلوم
 - ۳۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی: شیخ الحدیث والفسیر صدر مہتمم دارالعلوم
 - ۴۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحب: مہتمم دارالعلوم
 - ۵۔ حضرت مولانا اعجاز علی صاحب: مدرس دارالعلوم ②
- فقہائے اسلام کے اقوال کی روشنی میں عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرآن مجید کی کتابت تحریف کے زمرہ میں آتی ہے جس کی بنا پر غیر عربی میں قرآن مجید کی کتابت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔



① مرجع سابق

② مرجع سابق

رسم عثمانی سے اختلاف اور اس کے انکار کا حکم:

کتابت و طباعتِ مصحف میں رسم عثمانی کی ضرورت و افادیت کے پیش نظر کچھ قدیم و جدید فقہاء و علماء نے رسم عثمانی کے مخالف پر فتویٰ کفر نافذ فرمایا ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاضؒ، کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں:

”أجمع المسلمون أن من نقص حرفاً قاصداً لذلك أو بدله بحرف مكانه أو زاد فيه حرفاً مما لم يشمل عليه المصحف الذي وقع عليه الإجماع وأجمع على أنه ليس من القرآن عامداً لكل هذا أنه كافر“ ①

علامہ گردی نے الشیخ محمد العاقب الشنقیطیؒ کا ایک قطعہ بھی نقل کیا ہے۔ ②

رسم الكتاب سنة متبعةٌ كما نحا أهل المناحي الأربعة
لأنه إمام بأمر المصطفى أو باجماع الراشدين الخلفاء
وكل من بدل منه حرفاً بآء بكفر أو عليه أشفا ②

لیکن جس طرح دیگر فقہی و شرعی اباحت میں بین الائمة و السلف اختلاف موجود رہا ہے، اسی طرح التزام رسم کو بھی انہی مسائل حقہ پر قیاس کرتے ہوئے اس کے منکر کو کافر قرار دینا مناسب نہیں۔ کیونکہ فروعی معاملات میں تنقید و تحقیق کی حدود میں رہتے ہوئے اختلاف رائے کا حق بہر حال موجود ہے۔ ڈاکٹر لیب السعید اس پر اپنے رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

① منقول از: الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۰۵

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

”..... أن بعض العلماء يذهب الى تكفير المخالفين في الرسم الاصطلاحى المصحف، نقرر أننا نخالف ذلك الرأى، ونرى أن الأمر لا يستدعى هذا التكفير، طالما أن العلماء اختلفوا فى هذه المسألة منذ قديم، وقد سار على هذا القضاء العربى

الحديث أيضاً“ ①

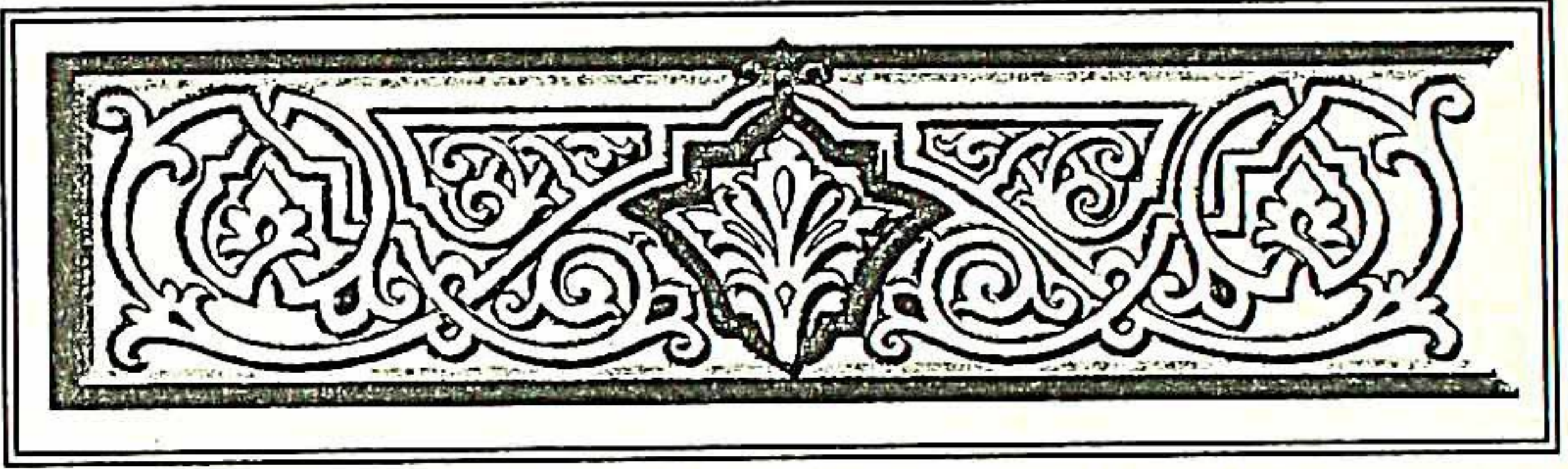
یعنی بعض علماء نے رسم اصطلاحی کے مخالفین پر تکفیر کا حکم لگایا ہے لیکن ہم اس رائے کے حق میں نہیں اور ہمارا خیال ہے کہ

یہ معاملہ ایسا نہیں جس میں کسی پر فتویٰ کفر لگایا جائے، کیونکہ قدیم علماء کے مابین بھی یہ اختلاف موجود رہا ہے اور اسی طرح اب دور حاضر کے ماہرین بھی اس میں اختلاف رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔

اگرچہ رسم عثمانی کے منکر پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی کہ کوئی اس رسم پر تنقید و تشنیع کا ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے رسم مذکور کے تقدس کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیار حق شخصیات پر حرف آئے۔

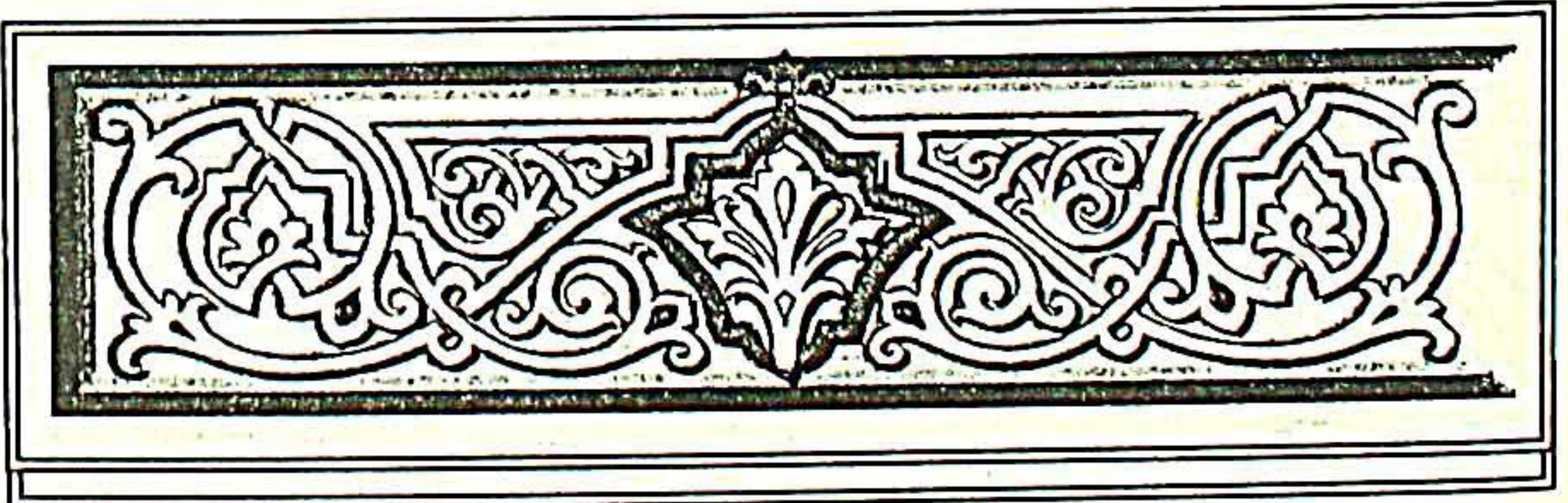


Handwritten text in Urdu script, appearing as bleed-through from the reverse side of the page. The text is mostly illegible due to fading and bleed-through.



فصل سوم

رسم عثمانی پر ہونے والے شبہات کا نقد و تجزیہ



گزشتہ باب میں ”اختلاف المصاحف“ کے تحت مسلم مفکرین و علماء کی کتب کی ایک فہرست پیش کی جا چکی ہے۔ مستشرقین نے ”اختلاف المصاحف“ کے میدان کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے اور اسی کی بنیاد پر علوم قرآنیہ میں رخنہ اندازی، شکوک و شبہات کی بھرمار اور عقائد کے تزلزل جیسے مقاصدِ مزمومہ کے حصول کی کوشش کی گئی ہے بایں وجہ مستشرقین ہمیشہ ایسی روایات کی تلاش میں رہے ہیں۔ اس ضمن میں، ان روایات کی سندی تحقیق اور اضطراب فی الہمتن جیسے اہم معاملات سے لاعلمی کے ساتھ ساتھ ان روایات کے بارے میں مسلم مفکرین اور علماء رسم و قراءات کے اقوال کو یک مشت پس پشت ڈال دیا گیا ہے تاکہ استشراتی مقاصد کے حصول اور قرآن حکیم کے متعلق پیدا کیے جانے والے غلط تاثر میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی جاسکے۔

مستشرقین اور متجددین کے لیے اس راستہ اور منہج کا آغاز مشہور مستشرق نولڈ کے T. Noeledeke (1836ء تا 1930ء) نے کیا۔ اس کی مشہور تالیفات میں: قواعد اللغة العربية (۱۸۹۶ء)، القواعد السریانیة (۱۸۸۸ء)، تقاریب اللہجات (۱۸۷۵ء)، تاریخ القرآن (۱۸۶۰ء) اور دراسة المعلقات الخمس و تاریخ الجاہلیة (۱۸۷۹ء) قابل ذکر ہیں۔^①

نولڈ کے بعد اُس کے پیروکار گولڈزیہر (Gold Zhir) نے مذاہب التفسیر الاسلامی نامی کتاب میں اختلاف قراءات کو رسم مصحف پر محمول کیا ہے اور رسم

① نجیب العقیقی: المستشرقون: ۲/۳۸۷، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۶۵ء

مصحف پر کئی اعتراضات بھی کیے ہیں۔ جن کی تفصیل گزشتہ ابواب میں ”رسم مصحف اور اختلاف قراءات“ کے ذیل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

مشہور مستشرق آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) نے **Materials**

For the History of the Text of the Quran سے موسوم

کتاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب مصاحف کے اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کو محرف و مبدل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اہمیت کے پیش نظر ان صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے نام درج کیے جاتے ہیں جن کی طرف جیفری نے مستقل مصاحف منسوب کیے ہیں:

- (۱) ابن مسعود، (۲) ابی بن کعب، (۳) علی بن ابی طالب، (۴) ابن عباس، (۵) ابو موسیٰ
- الاشعری، (۶) حفصہ، (۷) انس بن مالک، (۸) عمر بن الخطاب، (۹) زید بن ثابت،
- (۱۰) ابن الزبیر، (۱۱) عائشہ، (۱۲) سالم مولیٰ ابی حذیفہ، (۱۳) ام سلمہ، (۱۴) عبید بن
- عمیر، (۱۵) الاسود بن یزید، (۱۶) علقمہ، (۱۷) حطان، (۱۸) سعید بن جبیر، (۱۹) طلحہ،
- (۲۰) عکرمہ، (۲۱) مجاہد، (۲۲) عطاء بن ابی رباح، (۲۳) ربیع ابن ایشم، (۲۴) اعمش،
- (۲۵) جعفر الصادق، (۲۶) صالح بن کیسان، (۲۷) حارث بن سوید۔ [رضی اللہ عنہ]..... ①

مذکورہ مستشرقین کے علاوہ 1914ء میں الفونس منجانا (Alphonse

Mingana) (۱۸۸۱ء-۱۹۳۷ء) اور آجنس سمتھ لیویس (Agnes Smith

Lewis) کی متفقہ تصنیف **"Leaves From Three Ancient**

Qurans Possibly pre-Othmanic with a list of

their Variants" کے نام سے چھپی۔ ”أوراق من ثلاثة مصاحف قديمة“

① دیکھئے: Arthur Jeffery: Materials for the history of the Text

يمكن أن تكون سابقة للمصحف العثماني، مع قائمة بما فيا من اختلافات“ کے نام سے اس کا عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ الفونس منجانا کی ایک اور کتاب

**"An Anceint Syriac Translation of The Kuran,
Exhibiting new Verses and Variants"**

(ترجمہ سریانیہ قدیمہ للقرآن تعرض آیات جدیدہ و اختلافات) (بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ①)

مذکورہ تصنیفات کا تعارف اسلئے پیش کیا گیا کیونکہ رسم مصحف پر اعتراضات کے حوالہ سے یہ کتب شہرت کی حامل ہیں۔ مستشرقین کے علاوہ ابن الخطیب محمد محمد عبد اللطیف کی زہر آلود تصنیف ”الفرقان“ اور عبد العزیز فہمی کی ”الحروف اللاتینیہ لکتابہ العربیہ“ بھی اہم ہیں۔ موخر الذکر دونوں کتابوں کا تعارف گزشتہ فصل میں پیش کیا جا چکا ہے۔

صحابہ کرام ﷺ سے منسوب بعض روایات، رسم عثمانی کے متعلق شبہات کا باعث بنی ہیں جن سے رسم عثمانی میں خطا کے وقوع کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ایسی تمام روایات سنداً و متناً مضطرب اور قابل تاویل ہیں۔ انہی روایات کی بنیاد پر بعض مستشرقین نے قرآن کے اسلوب تحریر کے اختلاف سے متعلق شبہات و اعتراضات کا ایک سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ درحقیقت مذکورہ روایات حد درجہ ضعیف کی حامل ہیں بلکہ ان میں بعض ایسی ہیں جو قطعی موضوع اور زنادقہ کی فتنہ پروری ہیں۔

ان روایات کے اسنادی ضعیف کو علماء رسم نے واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ممکنہ تاویلات بھی کی ہیں کہ اگر کوئی متعصب مستشرق یا ملحد اسنادی اضطراب کو تسلیم نہ

① الجمع الصوتی الاول: ص ۳۲۲ و ۳۳۳

کرے تب بھی ان روایات سے رسم عثمانی میں شبہات و اعتراضات کے وقوع کا مکمل سد باب ہو سکے۔

فصل ہذا میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایسی تمام روایات کے اجمالی تعارف کے ساتھ ان کا نقد و تجزیہ اس طور واضح کیا جائے تاکہ متعلقین فن، ان شبہات کے معیار سے آگاہ و آشنا ہو سکیں۔ مزید براں اس یقین کے اثبات میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ رہے کہ اللہ رب العزت نے فرقان حمید کی حفاظت کے لیے ایسے اسباب کا انتظام فرمایا، جن کے اہتمام کے بعد قرآن مجید میں لحن و سقم کا وجود تو گنجا اس کا تصور بھی فعل شنیع سمجھا جائے۔ رسم عثمانی کے متعلق وجہ اعتراض بننے والی روایات کے بارے میں علامہ سیوطی نے بڑے جامع انداز میں مناقشہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”وہذہ مشکلات جدّاً، کیف یظن بالصحابۃ انہم یلحنون فی الکلام، فضلاً عن القرآن، وہم الفصحاء اللدّ۔ ثم کیف یظن بہم ثانیاً فی القرآن الذی تلقوه من النبی ﷺ کما أنزل، وحفظوه وضبطوه و اتقنوه۔ ثم کیف یظن بہم ثالثاً اجتماعہم کلہم علی الخطأ و کتابتہ ثم کیف یظن بہم رابعاً عدم تنبہہم و رجوعہم عنہ۔ ثم کیف یظن بعثمان انہ ینہی عن تغیرہ۔ ثم کیف یظن أن القراءۃ استمرت علی مقتضی ذلک الخطأ، وهو مروی بالتواتر خلفاً عن سلف، هذا مما یتحیل عقلاً و شرعاً و عادیۃ“ ①

یعنی ایسی تمام روایات بہت زیادہ مبہم ہیں کیونکہ

① الاتقان فی علوم القرآن: ۲۷۰/۲

۱..... یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت فصیح و بلیغ ہونے کی وجہ سے قرآن اور اس کے علاوہ بھی اپنے کلام میں غلطیاں کرتے ہوں؟

۲..... یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید، جس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہہ بعینہہ اسی طرح حاصل کیا جس طرح وہ نازل کیا گیا پھر اس کو یاد کیا اس کی حفاظت کی، میں لحن باقی رکھا ہو؟

۳..... یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی کتابت میں غلطی پر اکٹھے ہو گئے ہوں؟

۴..... یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی خطا اور غلطی پر متنبہ نہ ہوں یا اس سے رجوع نہ فرمائیں؟

۵..... یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ خطا کے وقوع کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے درست کرنے سے منع فرما دیا ہو؟

۶..... یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ رسم عثمانی میں موجود خطا پر ہی تمام قراءات جاری رہی ہوں حالانکہ وہ علماء سلف سے تواتر اثبات ہوں؟

ان تمام باتوں کی بنیاد پر ایسی تمام روایات کی صحت اور اعتماد عقلاً، شرعاً اور عادتاً محال ہے۔



○..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول ”إن فيه لحناً وستقيمه العرب“ کی تنقیح و تنقید:

رسم عثمانی پر ہونے والے اعتراضات میں سب سے بنیادی اعتراض و شبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول ہے جس کا مفہوم ہے کہ مصحف عثمانی کی تیاری کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض حروف میں لحن اور غلطی کو دیکھا لیکن اہل عرب اور ان کی زبان پر اعتماد کرتے ہوئے کاتبین کو اس کے باقی رکھنے کا حکم دیا۔ اسی روایت کی بنیاد پر متجددین میں ابن الخطیب محمد محمد عبداللطیف نے الفرقان ① میں رسم عثمانی پر اعتراضات کیے ہیں اور قرآن کو مبدل قرار دیتے ہوئے معجزہ قرآن کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ ذیل میں اس روایت کے مختلف طرق اور اس کی حقیقت درج کی جاتی ہے:

کتاب المصاحف میں ابن ابی داؤد اس روایت کو مختلف طرق ② سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

”حدثنا عبد الله..... عن عبد الأعلى بن عبد الله بن عامر القرشي قال:

لما فرغ من المصحف أتى به عثمان فنظر فيه فقال: قد أحسنتم

وأجملتم أرى فيه شيئاً من لحن ستقيمه العرب بالسنتها“ ③

① ابن الخطیب: الفرقان: ص ۹۰.

② ابن ابی داؤد کے ان طرق میں یونس بن حبیب عن بکار بن بکر قال حدثنا اصحابنا عن ابی عمرو عن قتادة أن عثمان لما رفع اليه المصحف قال: ان فيه لحناً ستقيمه العرب بالسنتها کی روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ قتادہ کا حضرت عثمان سے سماع ثابت نہیں..... القراءات واثربا فی التفسیر والاحکام: ص ۳۵۲

③ کتاب المصاحف: ص ۴۱..... محمد بن عمر بن سالم نے اس روایت کو حسن لغیرہ کہا ہے (القراءات واثربا فی التفسیر والاحکام: ص ۳۵۲)

یعنی مصحف سے فراغت کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا البتہ اس میں کہیں کہیں لحن رہ گیا ہے لیکن اس کو عربوں کی زبان درست کر دے گی۔ اسی روایت کو امام ابو عبیدہ (م ۲۲۴ھ) نے فضائل القرآن میں عکرمہ کی سند سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”لما كتبت المصاحف عرضت على عثمان فوجد فيها حروفاً من اللحن، فقال لا تغيروها، فإن العرب ستغيرها__ أو قال ستعربها__ بالسنتها، لو أن الكاتب من ثقيف والملي من هذيل لم توجد فيه هذه الحروف“ ①

علامہ الدانی نے روایت مذکور کی مندرجہ ذیل سند ذکر کی ہے:

”حدثنا خلف بن إبراهيم المقرئ قال حدثنا أحمد بن محمد المكي قال حدثنا علي بن عبد العزيز قال حدثنا القسم بن سلام قال حدثنا حجاج عن هرون قال أخبرني الزبير بن الخريت عن عكرمة قال:..... الخ“ ②

اسی روایت کو ابو بکر الانباری (م ۳۲۷ھ) نے عبد الاعلیٰ بن عبد اللہ بن عامر کے طریق سے، ابو بکر بن اشثہ (م ۳۶۰ھ) نے تکی بن یحییٰ (م ۱۲۹ھ) کے طریق سے روایت کیا ہے ③۔ علامہ الدانی (م ۴۲۴ھ) ④ نے بھی اس روایت کو بمعہ مناقشہ نقل کیا

① فضائل القرآن: ص ۳۷

② لمقنع: ص ۱۲۰ و ۱۲۱

③ السیوطی: الاتقان: ۲/۲۷۰

④ لمقنع: ص ۱۱۹

ہے۔ روایت مذکورہ پر تنقید کرتے ہوئے علامہ دانی رقمطراز ہیں:

”..... إذ ظاهر يدل على خطأ الرسم؟ قلت: هذا الخبر عندنا لا يقوم بمثله حجة ولا يصح به دليل من جهتين: إحداهما أنه مع تخلیط في إسناده، واضطرب في ألفاظه مرسل، لأن ابن عمرو وعكرمة لم يسمعا من عثمان شيئا ولا رأياه، وأيضاً فإن ظاهر ألفاظه ينفي وروده عن عثمان رضي الله عنه لما فيه من الطعن عليه مع محله من الدين ومكانه من الإسلام وشدة اجتهاده في بذل النصيحة واهتباله بما فيه الصلاح للأمة فغير متمكن أن يتولى لهم جمع المصحف مع سائر الصحابة الأخيار الأتقياء الأبرار نظراً لهم ليرتفع الاختلاف في القرآن بينهم ثم يترك لهم فيه مع ذلك لحنا وخطأ يتولى تغييره من يأتي بعده ممن لا شك أنه لا يدرك مداه ولا يبلغ غايته من شاهده هذا ما لا يجوز لقائل أن يقوله ولا يحل لأحد أن يعتقده“ ①

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ روایت، رسم میں خطا کے وجود پر دلالت نہیں کرتی؟ تو میرے خیال میں خبر مذکورہ ہمارے لیے دو لحاظ سے قابل حجت نہیں۔ اول کہ اس روایت کی سند اور اس کے الفاظ میں اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ ابن عمر اور عکرمہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز سماعت نہیں کی۔ مزید براں روایت مذکورہ کے الفاظ بظاہر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دین اسلام میں مقام و مرتبہ اور شدت اجتهاد کے ساتھ اصلاح امت کے جذبہ کی وجہ سے، اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ جب

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگ و پاکباز ہستیوں کی موجودگی میں کسی غلطی کو قرآن میں باقی رہنے دیا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے اختلاف رائے نہ کیا ہو۔ معترض کیلئے ایسا کہنا اور پھر اس پر یقین کرنا کسی طور درست اور جائز نہیں۔

روایت مذکورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر بھی غیر مستند ٹھہرتا ہے:

1- ظاہر روایت کے اعتبار سے:-

..... اس کی سند ضعیف، مضطرب اور منقطع ہے۔ ①

..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کیلئے 'المصحف' الامام اس لئے تیار کروایا تھا تا کہ لوگ اس کی اقتداء کریں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ 'الامام' میں کسی غلطی کو دیکھنے کے بعد اس کو یہ کہہ کر ترک کر دیا ہو کہ اہل عرب کی زبان اس کو درست کر لے گی؟ جب قرآن مجید کو لکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اپنے تقویٰ و فصاحت کے باوجود اس خطا کو درست نہیں کر سکے تو اہل عرب کیسے درست کر سکتے ہیں؟

..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ایک مصحف تیار نہیں کروایا، بلکہ چھ مصاحف تیار کروانے کے بعد مختلف شہروں کو روانہ فرمائے۔ معترضین کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے مصاحف کی نشاندہی کریں جن میں یہ خطا باقی رہی ہے۔ اگر تمام میں خطا کا وقوع ہوا ہے تو یہ محال ہے کہ تمام لوگوں نے اس سے اتفاق کر لیا ہو۔ اور اگر بعض مصاحف کو مخصوص کیا جائے تو یہ باقی مصاحف کی صحت تسلیم کرنے کی دلیل ہے۔ جبکہ کسی معترض نے خطا سے پر کسی مصحف کی نشاندہی نہیں کی۔

1۔ بالفرض، اگر روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے:-

..... تو مذکورہ روایت کو کسی مضمّر مزیا اشارہ پر محمول کیا جاسکتا ہے، یعنی لحن سے مراد مضمّر

اشارہ ہے۔ جیسے: الکتب، الضبرین وغیرہ۔ ①

..... لحن سے مراد وہ اختلاف ہے جو کسی کلمہ کے تلفظ اور رسم میں موجود ہو۔

جیسے: ”بأيدٍ“، ”لا اذبحنه“ کو اگر ظاہر خط کے مطابق پڑھا جائے تو یہ لحن کہلائے گا۔ ②

روایت کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں اس کی توجیہ ذکر کرتے ہوئے علامہ دانی لکھتے ہیں:

”فإن قال: فما وجه ذلك عندك لو صح عن عثمان رضي الله

عنه؟ قلت: وجهه أن يكون عثمان رضي الله عنه أراد باللحن

المذكور فيه التلاوة دون الرسم إذ كان كثير منه لو تلى على

حال رسمه لا نقلب بذلك معنى التلاوة وتغيرت الفاظها، ألا

ترى..... ﴿الربوا﴾ وشبهه لو تلاه تال لا معرفة له بحقيقة

الرسم على حال صورته في الخط لصير الإيجاب نفيًا ولزاد

في اللفظ ما ليس منه ولا من أصله“۔ ③

یعنی (بالفرض والمحال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس قول کے ثبوت کی صورت میں روایت

مذکورہ کی کیا توجیہ ہوگی۔ تو میرے خیال میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لحن مذکور سے مراد تلاوت

میں لحن کا وقوع مراد لیا ہے نہ کہ رسم و کتابت میں لحن۔ کیونکہ اگر اسی رسم میں تلاوت کی جائے

تو اس سے تلاوت میں الفاظ بدل سکتے ہیں جیسے: ”الربوا“ وغیرہ۔ اگر کوئی قاری تلاوت

① مرجع سابق..... السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۲۷۰

② مرجع سابق

③ لمقنع: ۱۲۰

کرے اور وہ رسم کی حقیقت سے واقف نہ ہو تو وہ اس میں ایسے لفظ کی زیادتی کرے گا جو کہ اصلاً اس کلمہ میں نہیں۔ جیسے: ”لَا أَوْضَعُوا“ وغیرہ۔

لحن سے مراد ”لحن فی القراءة“ یا ”لحن فی اللغة“ ہے نہ کہ ”لحن فی الرسم“۔ اور ”لحن فی القراءة“ کو اہل عرب اپنی لغت اور زبان کے بل بوتے پر درست کر سکتے تھے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

”و ثمة تأويل للعبارة المنسوبة إلى عكرمة وسعيد بن جبیر
 _ على فرض صحتها _ هو أن هذين كانا يريدان بكلمة
 (لحن) القراءة واللغة . والمعنى : أن في القرآن ورسم المصحف
 وجهها في القراءة لا تلين به السنة العرب جميعاً، ولكنها لا
 تلبث أن تلين به أسنتهم جميعاً بالمران، وكثرة تلاوة القرآن
 بهذا الوجه“ ①

زیر بحث روایت کے الفاظ ”لو أن الكاتب من ثقیف والملی من ہذیل
 لم توجد فيه هذه الحروف“ ② یعنی اگر قبیلہ ثقیف یا ہذیل کا کوئی شخص اس کی کتابت
 کرتا تو یہ ان حروف میں لحن موجود نہ رہتا، کی تاویل میں علامہ دانی لکھتے ہیں:

”قلت: معناه أي لم توجد فيه مرسومة بتلك الصورة المبنية
 على المعاني دون الألفاظ المخالفة لذلك، إذ كانت قريش
 ومن ولي نسخ المصاحف من غيرها قد استعملوا ذلك في
 كثير من الكتابة، وسلکوا فيها تلك الطريقة، ولم تكن ثقیف

① روح المعانی: ۲۹۱/۱..... لیب السعید: الجمع الصوتی الاول: ص ۳۲۷..... مناهل العرفان: ۳۸۰/۱

② کتاب المصاحف: ص ۴۲

وہذیل مع فصاحتها يستعملان ذلك، فلو أنهما وليتا من أمر
المصاحف ما وليه من تقدم من المهاجرين والأنصار لرسمتا
جميع تلك الحروف على حال استقرارها في اللفظ
ووجودها في المنطق دون المعاني والوجوه، إذ ذلك هو
المعهود عندهما والذي جرى عليه استعمالهما، هذا تأويل

قول عثمان عندي لو ثبت وجاء مجيء الحجة“ ①

یعنی ان قبائل کی کتابت میں ایسے حروف، الفاظ کی بجائے معانی کے لحاظ سے مٹی و مرسوم نہ
ہوتے کیونکہ اہل قریش اور مصاحف کو لکھنے والے ذمہ داران حروف کی مذکورہ صورت کو ہی
اپنے روزمرہ خط و کتابت میں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ نسخ مصاحف کا یہ کام اگر ان
قبائل کے سپرد کیا جاتا جیسا کہ مہاجرین و انصار نے کیا، تو یہ ان تمام حروف کو تلفظ کے اعتبار
سے باقی رکھتے جو کہ بولنے میں موجود ہوتے کیونکہ ان کے ہاں یہ ایسے ہی مستعمل تھے۔
علامہ ابو بکر الانباری نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اقوال پر تنقید کی
ہے۔ فرماتے ہیں:

” (ا) إنه لا تقوم بها حجة ، لأنها منقطعة غير متصلة.

(ب) وما يشهد عقل بأن عثمان — وهو الإمام الأمة الذي هو
إمام الناس في زمنه و قدوته — يجمعهم على المصحف الذي
هو الإمام، فيتبين فيه خللاً، ويشاهد في خطه زللاً، فلا يصلحه.
كلا ، والله ! ما يتوهم عليه هذا ذو إنصاف وتمييز

(ج) ولا يُعتقد أنه آخر الخطأ في الكتاب ليصلحه من بعده،

وسبیل الجائین بعده، البناء علی رسمه، والوقوف عند حکمہ.
 (د) ومن زعم أن عثمان أراد بقوله: ((أرى فيه لحناً)): أرى في
 خطه لحناً إذا أقمناه بالسنننا..... كان لحن الخط غير مفسد ولا
 محرف __ من جهة تحريف الألفاظ، وإفساد الإعراب __ فقد
 أبطل ولم يصب، لأن الخط ينبئ عن النطق، فمن لحن في كتبه
 فهو لا حن في نطقه. ولم يكن عثمان ليؤخر فساداً في هجاء
 الألفاظ القرآن من جهة كتب ولا نطق. ومعلوم أنه كان مواصلاً
 لدرس القرآن، متفقاً لألفاظه، واقفاً على ما رسم في المصاحف
 المنفذة إلى الأمصار والنواحي. ①

یعنی اولاً: روایت مذکورہ منقطع اور غیر متصل ہونے کی وجہ سے قابلِ حجت نہیں۔ ثانیاً: اس
 بات کو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ اپنے دورِ مقدس میں لوگوں کے امام
 ہوں وہ ایسے مرکزی مصحف پر لوگوں کو جمع کر دیں جبکہ ان پر اس مصحف میں خلل کا وقوع
 واضح ہو چکا ہو اور انہوں نے اس کے خط میں کمی بھی ملاحظہ کی ہو پھر اس کی اصلاح نہ فرمائی
 ہو۔ بخدا ہرگز ایسا ممکن نہیں اور ہر منصف مزاج شخص ایسا وہم نہیں کر سکتا۔ ثالثاً: یہ اعتقاد نہیں
 رکھا جاسکتا کہ کتابت کی خطا کو بعد والے لوگوں کیلئے چھوڑ دیا گیا ہو اور اسی رسم پر بنیاد رکھتے
 ہوئے اسی پر قائم رہنے کا حکم دیا جائے۔ رابعاً: کسی کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول لحن سے لحن کا
 عمومی معنی مراد لینا بھی درست نہیں نیز خط میں پایا جانے والا لحن الفاظ کی تحریف اور اعراب
 کے بگاڑ کا باعث نہیں۔ کیونکہ خط، نطق پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت
 کی طرف سے لحن باقی رکھا اور نہ ہی نطق کے اعتبار سے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن

① السیوطی: الاتقان: ۲/۲۷۰..... لیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۴۵

کے الفاظ اور امصار و اطراف میں بھیجے جانے والے رسم سے واقف تھے۔

حٰن والی روایت کی بنیاد پر اعتراض کرنے والے مستشرقین و متجددین کے جواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بن ہانی کی حسب ذیل روایت بھی پیش کی جاتی ہے:

”کنث عند عثمان وهم يعرضون المصاحف، فأرسلني بكتف

شاةٍ إلى ابن كعب، فيها: ﴿لَمْ يَتَسَنَّ﴾، وفيها: ﴿لَا تَبْدِيلَ

لِلْخَلْقِ﴾، وفيها: ﴿فَأَمْهَلُ الْكَافِرِينَ﴾. قال: فدعا بالدواة،

فمحا أحد اللامين، فكتب: ﴿لِخَلْقِ اللَّهِ﴾، وكتب: ﴿فَمَهَّلِ﴾،

وكتب: ﴿لَمْ يَتَسَنَّ﴾، ألحق فيها الهاء“ ①

یعنی مصاحف کی تیاری کے وقت، میں (عبداللہ بن ہانی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے بکری کا ایک شانہ دے کر حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، جس پر الفاظ ﴿لَمْ يَتَسَنَّ﴾، ﴿لَا تَبْدِيلَ لِلْخَلْقِ﴾، ﴿فَأَمْهَلُ الْكَافِرِينَ﴾ لکھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن کعب نے دوات منگوانے کے بعد ﴿لَا تَبْدِيلَ لِلْخَلْقِ﴾ سے ایک لام مٹایا اور ﴿لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ ② لکھا، اس کے علاوہ ﴿فَأَمْهَلُ الْكَافِرِينَ﴾ کو ﴿فَمَهَّلِ الْكَافِرِينَ﴾ ③ لکھا، اور ﴿لَمْ يَتَسَنَّ﴾ کے آخر میں ہاء کا اضافہ کر کے ﴿لَمْ يَتَسَنَّ﴾ ④ لکھا۔

① مراجع سابقہ

② الروم: ۳۰

③ الطارق: ۱۷

④ البقرة: ۲۵۹

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جہاں بھی کسی قسم کا لحن یا اس کا امکان دیکھا تو اُسے فوراً درست کروایا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی احتیاط کو دیکھتے ہوئے یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے مصحفِ امام میں اثباتِ لحن کے باوجود اس کو اسی طرح باقی رہنے دیا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع اور تائید میں ہونے کے باوجود، درج بالا روایت کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ ابن ہانی کی یہ روایت بھی روافض و منافقین کی ایجاد کردہ ہے کیونکہ یہ روایت، دراصل، جمعِ صدیقی پر اعتراض اور اس کو ناقص ثابت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ واضح مطلب ہے کہ اگر ہم اس کو درست تسلیم کر لیں تو ہمیں اس روایت میں مذکور الفاظِ قرآنی کے بارے میں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ الفاظِ مصحفِ صدیقی میں غلط رقم تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو بعد میں درست کروایا۔ حالانکہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ مصاحف کی تیاری کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا مصدر یہ مصحفِ صدیقی ہی تھا۔ یہ درحقیقت مسلمانوں کے اجماع کو مکمل طور پر سبوتاژ کرنے کی کوشش ہے جس کو کسی صورت قبول نہیں کیا جاسکتا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر لیب السعید لکھتے ہیں:

”هذا، ونحن لا نصدق رواية عبد الله بن هاني، ولو أنها تدافع عن عثمان المتهم بأنه رأى لحناً في القرآن فلم يصححه: فهذه الرواية تطعن جمع ابى بكر فى الصميم، ذلك أن الكلمات المقول بأن عثمان بعث بها إلى ابى بن كعب ليرى فيها رأيه أما أن تكون فى الجمع البكرى وإما أن لا تكون: فإن كانت فيه، وعلى الصواب، فلماذا يلمس لها عثمان رأى بن كعب؟ وإن كانت غير موجودة فيه، أو كانت موجودة ولكن على خطأ،

فالمعنى أن الجمع البكرى ناقص أو خاطئ، وهذا ما يناقض
 إجماع المسلمين على سلامة هذا الجمع من كل الوجوه
 سلامة مطلقة، وعلى أنه الأصل الوثيق لجمع عثمان. ①
 حضرت عثمان رضي الله عنه کی طرف منسوب ان منقطع السند اور وہی روایات کے بارے میں علامہ
 آلوسی فرماتے ہیں:

”فلعمري إن هذا يستحيل عقلاً وشرعاً وعادة، فالحق أن
 ذلك لا يصح عن عثمان والخبر ضعيف مضطرب منقطع.
 وقد أجابوا عنه بأجوبة لا أراها تقابل مؤنة نقلها.“ ②
 یعنی بخدا یہ عقلاً، شرعاً اور عادتاً محال ہے۔ درحقیقت حضرت عثمان رضي الله عنه سے ایسی بات
 منسوب کرنا درست نہیں اور روایت بھی ضعیف، مضطرب اور منقطع ہے۔ علماء نے اس کے
 مفید جوابات دیے ہیں۔

عقلی طور بھی یہ محال ہے کہ حضرت عثمان رضي الله عنه نے لحن والے مصاحف مختلف
 شہروں کی طرف روانہ کیے ہوں اور پھر کسی شہر کے لوگوں کے ساتھ ساتھ صحابہ میں سے بھی
 کسی نے ان مصاحف پر نکتہ چینی نہ کی ہو اور اس کو خاموشی کے ساتھ قبول کر لیا ہو!!۔ اس کی
 وضاحت ابن ابی داؤد نے بھی کی ہے کہ لحن سے مراد لغت کا لحن ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ
 تمام عرب کسی لحن کو درست تسلیم کر لیں یا جن کی طرف ایسے مصاحف ارسال کیے گئے اور وہ
 بغیر کسی تعارض کے اس کو جائز قرار دیں۔

”قال ابوبكر بن ابى داؤد هذا عندى يعنى بلُغْتِها وإلا لو كان

① مجمع الصوتی الاول: ص ۳۳۶

② روح المعانی: ۲۹/۱

فیه لحن لا یجوز فی کلام العرب جمیعاً لما استجاز أن یبعث

به إلى قوم یقرأونه“ ①

ایک اور مقام پر ابن ابی داؤد لکھتے ہیں:

”ولا یجوز أن یجتمع أهل الأمصار کلها، وأصحاب النبی

ﷺ معهم علی الخطأ وخاصة فی کتاب اللہ عزوجل“ ②

یعنی یہ ممکن نہیں کہ تمام شہروں کے لوگ کسی خطا پر مجتمع ہو جائیں، نیز تمام اصحاب

رسول ﷺ بھی اکٹھے کسی خطا پر، خصوصاً کتاب اللہ کے معاملہ میں، جمع ہوں۔

☆.....☆.....☆

○..... حجاج بن یوسف کی طرف ”مصحف میں گیارہ حروف بدلنے کا“ منسوب قول

اور اس کی تحقیق:

ابن ابی داؤد نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے:

”حدثنا عبد اللہ، حدثنا أبو حاتم السجستانی، حدثنا عباد بن

صہیب، عن عوف بن أبی جمیل أن الحجاج بن یوسف غیر

فی مصحف عثمان أحد عشر حرفاً.....“ ③

یعنی عوف بن ابی جمیل سے روایت ہے کہ حجاج بن یوسف نے مصحف عثمان ﷺ میں گیارہ

حروف بدلے۔ یہ گیارہ حروف درج ذیل ہیں:

① کتاب المصاحف: ص ۴۱

② نفس المصدر: ص ۸۷

③ نفس المصدر: ص ۵۹

نمبر	سورہ و آیت	تبدیلی سے پہلے صورتِ آیت	تبدیلی کے بعد صورتِ آیت
1	البقرة ۲: ۲۵۹	لَمْ يَتَسَنَّ وَ انْظُرْ	لَمْ يَتَسَنَّهُ وَ انْظُرْ
2	المائدة ۵: ۴۸	شَرِيعَةً وَ مِنْهَا جَاءَ	شَرِيعَةٌ وَ مِنْهَا جَاءَ
3	يونس ۱۰: ۲۲	هُوَ الَّذِي يُنْشِرُكُمْ	يُسِيرُكُمْ
4	يوسف ۱۲: ۴۵	أَنَا آتِيكُمْ بِتَأْوِيلِهِ	أَنَا أَنْبِئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ
5	المؤمنون ۲۳: ۸۵، ۸۷، ۸۹	سَيَقُولُونَ لِلَّهِ	آخِرَىٰ دُونَكَ اللَّهُ، اللَّهُ لَكَهَا۔
6	الشعراء ۲۶: ۱۱۶	مِنَ الْمُخْرَجِينَ	قِصَّةَ نُوحٍ فِي الْمَرْجُومِينَ لَكَهَا۔
7	الشعراء ۲۶: ۱۶۷	الْمَرْجُومِينَ	قِصَّةَ لُوطٍ فِي الْمُخْرَجِينَ لَكَهَا۔
8	الزخرف ۴۳: ۳۲	نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعَايِشَهُمْ	مَعِيشَتَهُمْ
9	محمد ۴۷: ۱۵	مِنْ مَاءٍ غَيْرِ يَاسِينُ	مِنْ مَاءٍ غَيْرِ ءَ اِسْنِ
10	الحديد ۵۷: ۷	وَ اتَّقُوا لَهُمُ أَجْرَ كَبِيرٍ	وَ انْفَقُوا لَهُمْ
11	التكوير ۸۱: ۲۴	وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينِ	بِضَنِينِ

مذکورہ روایت کے ظاہر الفاظ اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ حجاج بن یوسف نے ان حروف کو تبدیل کیا۔ بایں وجہ بعض مصنفین نے اس روایت کے ابطال اور تردید میں بے

شمار اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ جیسا کہ الدکتور عبدالعال سالم مکرم نے ”القرآن الکریم
 و اثره فی الدراسات النحویة ①“ میں اس بحث کو اسی تنقیدی انداز سے رقم کیا
 ہے۔ اس کے علاوہ محمد بن عمر بن سالم نے القراءات و اثرها فی التفسیر
 والأحكام میں اس کی روایت کو باطل قرار دیا ہے ②۔ لیکن روایت کے پس منظر اور
 محرکات کی تحقیق کے بعد اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت و تحسین کی بابت، حجاج بن یوسف کی مساعی و خدمات کے
 نتیجہ میں مصاحف کے خط میں نقط و اعجام کا ایک مربوط نظام تکمیل پذیر ہوا۔ حجاج بن یوسف
 سے منسوب قول کی وضاحت اور اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ابن قتیبہ، عاصم الجحدری
 سے روایت نقل کرتے ہیں:

”وکان الحجاج وکل عاصماً هذا، وناجیة بن رمح، وعلی بن
 أصمع بتتبع المصاحف، وأمرهم أن یقطعوا کل مصحف
 و جدوه مخالفاً لمصحف عثمان و یعطوا صاحبه ستین درهما،
 خبرنی بذلك أبو حاتم عن الأصمعی، قال و فی ذلك بقول
 الشاعر:

والا رسوم الدار قفرا كأنه کتاب محاه الباهلی ابن اصمعا“ ③
 یعنی حجاج بن یوسف نے عاصم، ناجیہ بن رمح اور علی بن اصمغ کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ

① عبدالعال سالم مکرم: القرآن الکریم و اثره فی الدراسات النحویة: ص ۳۲، ۳۳

دارالمعارف، مصر، ۱۹۶۸ء

② القراءات و اثرها فی التفسیر و الاحکام: ص ۳۶۱

③ تاویل مشکل القرآن: ص ۳۷

مصاحف کی تحقیق کریں۔ حجاج نے اُن کو مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالف ہر مصحف کے تلف کرنے کا حکم دیا۔ جس شخص کے پاس ایسا مصحف ہو اس کو بدلے میں ساٹھ درہم ادا کیے جائیں۔

درج بالا روایت اس بات کی طرف مشیر ہے کہ حجاج بن یوسف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہوئے مصاحف کے مطابق ہجاءِ کلمات کی درستگی اور محافظت پر یقین رکھتا تھا اور اس نے ایسے انتظامات کیے جن سے مصحفِ عثمانی کے رسم کا التزام ضروری ہو سکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک مصحف کوفہ کی طرف روانہ کیا تو اس وقت وہاں موجود صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حکم سے بعض لوگوں نے مصحفِ عثمانی کی تقلید سے انکار کیا، اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس فیصلہ سے رجوع سے ثابت ہے، لیکن کچھ مصاحف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حکم سے باقی رہنے والے کلمات بعینہ اسی طرح باقی تھے۔ حجاج بن یوسف کے اس اقدام کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ ایسے مصاحف کو تلف کر دیا جائے جن کی بنیاد پر آئندہ قرآن مجید میں اختلافات کا سلسلہ قائم ہونے کا امکان ہو۔ حجاج کا یہ طریقہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت کی پیروی تھی کہ جس خوف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو ایک مصحف پر مجتمع کیا اسی کام کی تکمیل حجاج نے کی۔ بلکہ حجاج نے ایسے لوگوں، جو اپنا مصحف تبدیل کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، کو ساٹھ درہم کی ادائیگی کا بھی حکم دیا۔ چنانچہ اس حقیقت کے پیش نظر حجاج کے نام سے گیارہ حروف کی تبدیلی کا قول معتبر نہیں بلکہ حجاج نے چند مصاحف میں ان گیارہ حروف کی تصحیح کا انتظام کیا۔

حجاج سے متعلق مروی روایات میں لفظ ”غَیْر“ استعمال کیا گیا ہے۔ تو یہ تغیر اصلاح سے غلطی کی طرف نہیں بلکہ غلطی سے اصلاح کی طرف ہے۔ کیونکہ اگر اس غلطی کو

باقی رکھا جاتا تو آئندہ حالات میں قرآن کے متنازعہ ہونے میں کسی قسم کا شک باقی نہیں تھا۔ غانم قدوری لفظ ”غیر“ کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

”وإذا نظرنا في نص الرواية نجد أنها تذكر لفظ (غير) أي بدل، ولا يشترط أن يكون التغيير من الصواب الى الخطأ بل قد يكون من الخطأ الى الصواب، ويكون الخطأ دافعاً للتغيير الى الصواب، والخطأ المتوقع في هذه الحالة هو أن بعض المصاحف كتبت فيها حروف على نحو ما يوجد في قراءة ابن مسعود مما يخالف المصحف العثماني“ ①

مذکورہ گیارہ حروف میں سے اکثر حروف مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں موجود تھے۔ جیسے: 1. ﴿يَتَسَنَّنٌ﴾ ② 2. ﴿شَرِيْعَةٌ﴾ ③ 8. ﴿مَعَايشُهُمْ﴾ ④، 11. ﴿بِظَنِيْنٍ﴾ ⑤۔ حرف نمبر 3 اور 5 مصاحف ائمہ میں مختلف طور پر مرسوم تھے۔ اور باقی حروف میں بھی قراءات وغیرہ کا اختلاف موجود ہے۔ اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصحف عثمانی میں یہ گیارہ مقامات مختلف فیہ تھے۔

حجاج کے اس اقدام کو امام ابو بکر الباقلائی کا قول مزید تقویت بخشتا ہے جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حجاج مصاحف کے معاملہ میں سب سے سخت حاکم تھا، کیونکہ لوگ اپنے

① رسم المصحف: ص ۷۱۲..... محمد بن عمر بن سالم نے بھی اسی قسم کے معنی لکھے ہیں ملاحظہ ہو: القراءات

واثرہانی التفسیر والاحکام: ص ۳۶۲

② دیکھئے:

Jeffery: Materials..., p.31

③ نفس المصدر: p.39

④ نفس المصدر: p.89

⑤ نفس المصدر: p.87

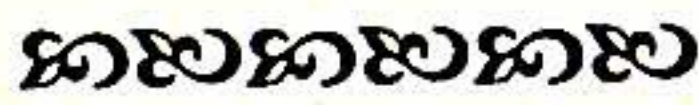
مصاحف میں بعض منسوخ التلاوة آیات لکھتے تھے۔ بایں وجہ حجاج نے بصرہ کے حفاظ اور خطاطین کی طرف حاضری کا حکم نامہ بھیجا۔ اہل بصرہ کے مستند قراء میں سے ابوالعالیہ (م ۹۰ یا ۹۶ھ)، نصر بن عاصم الجحدری، ابن اصم، حسن اور مالک بن دینار حاضر خدمت ہوئے تو حجاج نے آل عثمان رضی اللہ عنہم سے مصحف عثمانی منگوا کر مذکورہ پانچوں اشخاص کو حکم دیا کہ اپنے مصاحف اس کے مطابق درست کرو۔ چنانچہ انہوں نے گیارہ حروف کو اس مصحف عثمانی کے مطابق درست کیا۔ علامہ غانم قدوری نے مذکورہ روایت کو ”نکت الانتصار“ کے حوالے سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”وقد روى أن الحجاج قدم العراق ولم يكن أحد من الأمراء أشد نظراً في المصاحف منه، وكان الناس يكتبون في مصاحفهم أشياء، كانوا يكتبون (الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة) و(ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربكم في مواسم الحج)، وأشياء غير هذا، فبعث الحجاج إلى حفاظ البصرة وخطاطها فجمعهم عنده ثم أدخل عليه منهم خمسة: هم أبو عالية، ونصر بن عاصم الجحدري وابن اصم ومالك بن دينار، وبعث الحجاج فأتى بمصحف عثمان، وهو عندئذ عند آل عثمان فقال لهؤلاء الخمسة، اكتبوا المصاحف واعرضوا وصيروا فيما اختلفتم فيه إلى قول هذا الشيخ يعني الحسن، فغيروا أحد عشر حرفاً بأمر الحسن والجماعة المذكورة“ ①

مذکورہ روایت سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ گیارہ حروف میں کی گئی

① رسم المصحف: ۷۱۵ و ۷۱۶

تبدیلی، مکمل طور پر مصحفِ عثمانی کی روشنی میں انجام پائی۔ مزید براں حجاج نے یہ کام، علومِ قرآنیہ میں مہارت رکھنے والے، بصرہ کے مشہور ائمہ کی قائم کردہ کمیٹی کے اعتماد سے انجام دیا۔ کیونکہ عاصم الجذریؒ کا شمار قراءات و رسم کے علماء میں ہوتا تھا جبکہ مالک بن دینارؒ (م ۱۲۷ھ) خوبصورت خط کے مالک تھے جو کہ اجرت پر مصاحف کی کتابت کیا کرتے تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ حافظہ والے تھے ①۔ امام حسنؒ اپنے زمانہ میں علم و عمل کے لحاظ سے بصرہ کے امام تھے ②۔ ابو العالیہؒ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، ان کے بارے میں ابن ابی داؤد کا قول ہے کہ ”لیس أحد بعد الصحابة أعلم القرآن منه“ ③۔ چنانچہ مذکورہ بحث سے حجاج کے گیارہ حروف بدلنے کے متعلق روایت کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اس میں تغیر کا لفظ اصلاح کے معانی میں استعمال ہوا ہے اور بعض مصاحف میں موجود غلطی کی اصلاح بھی مصحفِ عثمانی کی روشنی میں کی گئی۔ لہذا حجاج بن یوسف کی طرف یہ قول منسوب کرنا کہ اُس نے موجودہ قرآن مجید میں کسی قسم کی تبدیلی کی ہے، کسی طرح بھی درست نہیں۔



○..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ”مصحف میں کتاب کی غلطی“ سے متعلق قول اور اس کی تحقیق:

حضرت ہشامؒ اپنے والد حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

① ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۳۶/۲

② نفس المصدر: ۲۳۵/۱

③ نکت الانصار: ص ۳۹۷۔ بحوالہ: غانم: رسم المصحف: ص ۷۱۶

انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ﴿إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ ①﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ②﴾، ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّبِئُونَ ③﴾ میں قرآنی لحن کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! یہ کُتّاب کا کام ہے جنہوں نے کتاب اللہ میں غلطی کی ہے۔ روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”حدثنا عبد الله، حدثنا عمرو بن عبد الله الأديوي، حدثنا أبو

معاوية، عن هشام بن عروة، عن أبيه قال: سألت عائشة عن

لحن القرآن، ﴿إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾، وعن قوله ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا

وَالصَّبِئُونَ﴾، فقالت: يا ابن اختي هذا عمل الكتاب أخطأوا

في الكتاب“ ④

اس روایت کو ابن ابی داؤد نے ہشام بن عروہ اور سعید بن جبیر

(۲۵ھ-۹۵ھ) کے علاوہ زبیر ابو خالد کی سند سے بھی نقل کیا ہے۔ ⑤، جبکہ امام الفراء ⑥،

امام ابو عبید ⑦ اور علامہ دانی ⑧ نے ہشام بن عروہ کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ محمد بن عمر بن

③ المائدة: ۷۳

② النساء: ۱۶۲

① طہ: ۶۳

④ کتاب المصاحف: ص ۴۳

⑤ نفس المصدر: ص ۴۲ و ۴۳

⑥ الفراء: ابوزکریا الفراء تخی بن زیاد (م ۲۰۷ھ): معانی القرآن: ۱۰۶/۱، (تحقیق: احمد یوسف نجاتی و

محمد علی النجار)، ط ۱، دارالکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء

⑦ فضائل القرآن: ص ۲۲۹

⑧ المقتنع: ۱۲۲

سالم بازمول نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ①۔ لیکن اس روایت کے ایک راوی ابو معاویۃ الضریر کے بارے میں امام احمد بن حنبل ② نے ”ربما دلّس“ کے الفاظ جبکہ علامہ ابن حجر العسقلانی ③ نے ”کان مُرَجِّئاً خَبِيثاً“ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

روایت مذکورہ کی تحقیق سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ”لحن“ کے مفہوم کی تخصیص کی جائے۔ چنانچہ اہل لغت نے مادّہ لحن کے ضمن میں ”الخطأ فی الأعراب، واللغة، والغناء، والفتنة، والتعريض، والمعنى“ وغیرہ معانی نقل کیے ہیں ④۔ یعنی اعراب میں غلطی کے ساتھ لغوی غلطی، کو بھی لحن کہا جاتا ہے۔ روایات میں مذکور تمام الفاظ میں پایا جانے والا لحن لغت اور قراءۃ کے اعتبار سے ہے۔

لحن کا ایک اور معنی ’لہجہ‘ بھی ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اقرأوا القرآن بألحان العرب“ یعنی قرآن کو اہل عرب کے لہجہ میں پڑھو۔ دوسری روایت میں ہے ”بلحون العرب وأصواتها وإياكم ولحون أهل الفسق وأهل الكتابین“ ⑤ یعنی قرآن کو اہل عرب کے لہجہ میں پڑھو اور

① محمد بن عمر بن سالم بازمول: القراءات واثرها فی التفسیر والاحکام: ۳۵۰/۱، ط، دارالبحرۃ للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

② احمد بن حنبل (۱۶۲ھ-۲۴۱ھ): کتاب العلل و معرفة الرجال: ۲۴۱/۱، انقرہ، ۱۹۶۳ء

③ ابن حجر العسقلانی: شہاب الدین ابوالفضل احمد (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ): تہذیب التہذیب:

۱۳۸/۹، ۱۳۹، مطبعة دائرة المعارف النظامية، حیدرآباد دکن، ۱۳۲۵ھ-۱۳۲۷ھ

④ ابن منظور: لسان العرب: مادّہ لحن..... ابن درید: ابوبکر محمد بن الحسن (۲۲۳ھ-۳۲۱ھ): الجمهرة اللغة:

۱۹۲/۲، ط، دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد، ۱۳۳۵ھ..... الازہری: ابو منصور محمد بن احمد

(۲۸۲ھ-۳۷۰ھ): تہذیب اللغة: ۶۱/۵، قاہرہ، ۱۹۶۷ء

⑤ غانم: رسم المصحف: ص ۲۱۹

فاسقوں اور اہل کتاب کے لہجہ سے بچو۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اِنَا لِنَرْغَبُ عَنْ كَثِيرٍ مِنْ لِحْنِ أَبِي يَعْنِي لُغَةَ أَبِي ①۔ یعنی ہم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اکثر لغت اور لہجہ کو چھوڑ دیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں بھی لہجہ اور لغت مراد ہے۔

مَسْئُولٌ عَنْهَا تَيْنِوَالْفَاظُ ﴿اِنْ هَذَا لَسِحْرَانِ﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾، اور ﴿وَالصَّبِئُونَ﴾ رسم کے اعتبار سے بالکل درست اور رسم عثمانی کے قواعد کے عین مطابق ہیں۔ جیسا کہ علامہ غانم ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”وَأول هذه الحقائق هي أن الكلمات موضع السؤال قد جاءت صحيحة في رسمها جارية على قواعد الهجاء، فكلمة ﴿هَذَا﴾ في الآية الأولى الواردة في الخبر جاءت على وفق القاعدة التي جرى عليها الرسم العثماني من حذف ألف (ها) التي للتنبيه ووصلها بما يليها من اسم الإشارة أو نحوه، وحذف الألف من (ذان) على نحو حذفها من كل مثني، ام كلمة (المقيمين) في الآية الثانية فهي من حيث رسمها، على ما هي عليه، صحيحة، مثل ما رسم في المصحف (المؤمنين) والمسلمين)، وكذلك بالنسبة لكلمة (الصَّبِئُونَ) في الآية الثالثة التي رسمها على مثال (الْخَطِئُونَ“ ②.

یعنی اولاً یہ حقیقت ہے کہ سوال میں مذکور تمام کلمات رسم کے مطابق صحیح ہیں اور قواعد ہجاء میں

① کتاب المصاحف: ۴۱

② رسم المصحف: ص ۲۲۰

اسی طرح جاری ہوتے ہیں۔ پہلی آیت میں ﴿هَذَانِ﴾ کا کلمہ رسم عثمانی کے قاعدہ حذف کے مطابق ہے جس میں ہائے تنبیہ کے الف کو حذف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ﴿ذَانِ﴾ میں تنبیہ کا الف حذف ہے۔ دوسری آیت میں ﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾ کا کلمہ بھی رسم عثمانی میں دیگر کلمات مثلاً: الْمُؤْمِنِينَ اور الْمُسْلِمِينَ کی طرح درست مرسوم ہے۔ اسی طرح ﴿الضَّيْبُونَ﴾ کا لفظ الْخَطِئُونَ کی طرح صحیح ہے۔

مزید برآں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے یہ صراحت کہیں مذکور نہیں کہ

انہوں نے ان کلمات کو ﴿وَالْمُقِيمُونَ﴾ اور ﴿الضَّيْبِينَ﴾ پڑھا ہو۔ ①

نحوی تعلیلات ② کے علاوہ اختلاف قراءات کے حوالے سے اگر مذکورہ کلمات

کا جائزہ لیا جائے تو قراء کے مابین ان کلمات کی قراءات میں بھی فرق ہے۔ مثلاً ﴿إِنْ﴾

هَذَانِ لَسَاحِرَانِ ﴿ میں چار قراءات ہیں؛ اول: ﴿إِنَّ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾ یعنی ”اِنَّ“ کے

نون کو مشدداور ”هَذَانِ“ کے نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ یہ امام نافع کی

قراءة ہے۔ دوم: ﴿إِنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾ جیسا کہ یہ امام ابن کثیر کی قراءت ہے، جس

میں ”اِنَّ“ کو مخفف اور ”هَذَانِ“ کے نون کو مشدداور پڑھا گیا ہے۔ سوم: ﴿إِنْ هَذَانِ

لَسَاحِرَانِ﴾ قراءت حفص کے مطابق دونوں نون مخفف ہیں۔ چہارم: ﴿إِنْ هَذَيْنِ

لَسَاحِرَانِ﴾ امام ابو عمرو کی قراءت کے مطابق ہے۔ ③

﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾ کے کلمہ میں جمہور کا یائے منصوبہ والی قراءت پر اتفاق ہے۔ مگر

یونس اور ہارون نے ابو عمرو کی واو کے ساتھ ﴿وَالْمُقِيمُونَ﴾ قراءت نقل کی ہے۔ ④۔ جبکہ

① الزرقانی: مناهل العرفان: ۳۸۱/۱

② مفید نحوی تعلیلات کے لئے ملاحظہ ہو: لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۲۹ وما بعد

③ الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص ۲۰۴

④ نفس المصدر: ص ۱۹۶

عاصم الجحدری نے رسماً ﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾ کو یاء کے ساتھ رکھا ہے اور قراءۃ واؤ کے ساتھ کی ہے ①۔ مزید براں ﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾ کو منصوب لکھنے میں حکمت یہ ہے کہ یہاں ان لوگوں کی خصوصیت سے تعریف کرنا مقصود ہے جو نماز پڑھتے ہیں۔ نصب اظہار مدح میں ہے اور عربی میں یہ قاعدہ عام ہے ②۔

﴿الضَّئِبُونَ﴾ کو بھی جمہور قراء نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے لیکن ابن محیسن اور بعض روایات کے مطابق عاصم الجحدری کی قراءۃ یاء کے ساتھ ﴿الضَّئِبِينَ﴾ ہے ③۔ چنانچہ مذکورہ چاروں کلمات کی قراءۃ اور اس کا رسم جمہور علماء رسم و قراءۃ کے ہاں متواتر منقول ہے۔ اس صورت میں یہ محال ہے کہ کسی کاتب نے قراءۃ یا ان کے رسم میں کسی قسم کی خطا کی ہو ④۔

اس کے علاوہ علماء نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں تاویل بھی کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول 'خطا' سے مراد اولیٰ اور بہتر کے انتخاب کے معاملہ میں ہے کہ ا حرف سب سے دوسری وجہ کو اگر لکھا جاتا تو یہ بہتر ہوتا۔ ورنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے عظیم قدر و منزلت، وسعت علم، معرفت لغت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ذی وقار شخصیت ہونے کی حیثیت سے یہ محال ہے کہ انہوں نے بارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر گفت و شنید کے ذریعہ ان کے اجماع اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کاوش پر تنقید کرتے ہوئے اسے غلطی قرار دیا ہو۔ جیسا کہ علامہ دانی فرماتے ہیں:

① ابن خالویہ: مختصر فی شواذ القرآن من کتاب البدیع: ص ۳۰، مطبعة الرحمانیہ، مصر، ۱۹۳۲ء

② مولانا محمد حنیف ندوی: مطالعۃ قرآن: ص ۲۶۶

③ الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص ۲۰۲

④ غانم: رسم مصحف: ص ۲۲۰ تا ۲۲۳۔

الکاتب ﴿ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا ﴾ ①۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا ﴾ ②۔ کو کاتب کی خطا، قرار دیتے تھے اور اس کی جگہ ﴿ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا ﴾ پڑھتے تھے۔ اس روایت کو ابو عبید نے فضائل القرآن ③ میں، اور علامہ ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر ④ میں صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہ روایت صحیح ہے ⑤۔ لیکن اس روایت کے بارے میں علامہ ابن جریر الطبری کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”وہذا خبر غیر صحیح عن ابن عباس وغیرہ، فإن المصاحف الإسلام کلها قد ثبت فیها: ((حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا))، وصح الإجماع منها، من لدن مدة عثمان، فہی التي لا يجوز خلافها، وإطلاق الخطاء والوهم علی الکتاب فی لفظ أجمع الصحابة علیہ قول لا یصح عن ابن عباس“ ⑥۔

یعنی یہ روایت ابن عباس یا ان کے علاوہ کسی شخص سے منقول نہیں کیونکہ مصاحف لکھے جا چکے تھے اور ((حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا)) کے بارے میں بھی اجماع واقع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے آج تک کسی سے اس کے خلاف پڑھنا منقول نہیں۔ صحابہ کرام کے مجمع علیہ کسی لفظ میں

① محمد بن عمر بن سالم: القراءات واثربانی التفسیر والاحکام: ص ۳۵۱

② النور: ۲۷

③ فضائل القرآن: ص ۲۶۳

④ الطبری: ابو جعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ): جامع البیان فی تفسیر القرآن: ۱۰۹/۱۸، المطبعة

الکبریٰ الامیریہ، قاہرہ، مصر، ۱۳۲۳ھ-۱۳۲۹ھ

⑤ القراءات واثربانی التفسیر والاحکام: ص ۳۵۱

⑥ الطبری: ۲۱۳/۲

مصاحف لکھنے والوں پر وہم یا غلطی کا اطلاق درست نہیں۔

علامہ قرطبی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کی تکذیب کرتے ہوئے تقریباً یہی الفاظ استعمال کیے ہیں ①۔ علامہ زرقانی اس شبہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ونجیب (اولاً) بما أجاب به ابو حيان إذ يقول ما نصه: أن من روى عن ابن عباس انه قال ذلك فهو، طاعن في الإسلام ملحد الدين، وابن عباس برئ من ذلك القول. (ثانياً) بما أخرجه ابن ابي حاتم وابن الأباري في المصاحف وابن جرير وابن مردويه عن ابن عباس أنه فسّر ((تَسْتَأْنِسُوا)) فقال: أي تستأذنون من يملك الإذن من أصحابها يعني اصحاب البيوت. (ثالثاً) أن القراء لم يرووا غير قراءة ((تَسْتَأْنِسُوا)) فلو كان ذاك النقل صحيحاً عن ابن عباس لنقلوا عنه أنه قرأ ((تستأذنون)). (رابعاً) إذا سلمنا للحاكم أن هذا الخبر صحيح عن ابن عباس، فإننا نرده، برغم دعوى هذه الصحة، لأنه معارض للقاطع المتواتر وهو قراءة ((تَسْتَأْنِسُوا))، والقاعدة أن معارض القاطع ساقط، وأن الرواية متى خالفت رسم المصحف فهي شاذة لا يلتفت إليها ولا يُعَوَّل عليها.“ ②

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کا جواب ہم چار طریقوں سے دے

① القرطبي: ابو عبد الله محمد بن احمد الانصاري: (م ۶۷۱ھ): الجامع لأحكام القرآن: ۱۲/۲۱۳،

دار الكتب المصرية، قاہرہ، ۱۹۵۰ء

② مناهل العرفان: ۳۸۲/۱

سکتے ہیں:

(۱)..... ابو حیان کے قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف ایسا قول منسوب کرنے والا دراصل اسلام کو مطعون کرنے والا اور ملحد ہے، جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس قول سے بری ہیں کہ انہوں نے اس کو کاتب کی خطا قرار دیا ہو۔

(۲)..... جیسا کہ ابن ابی حاتم اور ابو بکر الانباری نے ”مصاحف“ اور ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ((تَسْتَأْنِسُوا)) کی تفسیر میں ((تستاذنوا)) کے الفاظ فرمائے ہیں۔ جس سے گھر والوں میں اجازت دینے کا مالک مراد ہے۔

(۳)..... قراء میں سے کسی نے اس کے علاوہ کوئی قراءت نقل نہیں، اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح پڑھا ہوتا تو قراء کے ہاں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت مشہور و منقول ہوتی۔

(۴)..... روایت کی صحت کے ثبوت کے باوجود اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے مقابلہ میں مجمع علیہ اور متواتر کلمہ قرآنی ((تَسْتَأْنِسُوا)) منقول ہے۔ لہذا متواتر کے مقابلہ میں خبر واحد معمول بہ نہیں بن سکتی۔

.....
 ←..... 2. ﴿مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ﴾ ① کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے:

”فی قوله تعالى: (مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ) أنه قال: هي خطأ من

الكاتب، هو أعظم من أن يكون نوره مثل نور المشكاة، انما

ہی: (مثل نور المؤمن كمشكاة) ①.

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول (مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ) کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا نور کسی طاق میں سامنے سے بڑا ہے اس سے مراد مومن کا نور ہے اور آیت دراصل یوں ہے: (مثل نور المؤمن كمشكاة)۔

اس روایت کا جواب دیتے ہوئے ابن اشنہ کا قول ہے:

”أخطأوا في الاختيار وما هو الأولى لجمع الناس عليه من

الأحرف السبعة، لأن الذي كُتِبَ خطأً خارجاً عن القرآن“ ②.

یعنی کُتاب نے احرفِ سبعہ میں سے اولیٰ کے اختیار کرنے میں غلطی کی ہے، نہ کہ وہ کچھ لکھ دیا ہے جو کہ قرآن سے خارج ہے۔

لیکن اس اور اس جیسی تمام روایات میں ایسی تاویلات کے ساتھ ساتھ اس کا سب سے مضبوط پہلو یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ایسے تمام اقوال تفسیری اقوال ہیں جو کہ خبر واحد کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے مجمع علیہ اور متواتر منقول قرآنی کلمات کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ڈاکٹر لبیب السعید نے بھی اس کی صراحت کی ہے:

”فالكتاب لم يكتبوا إلا ما تواتر، وما استوفى شرائط ثبوت

القرآنية، وكانوا خاضعين لمناهج بالغة الدقة، وكان علمهم على

ملا من المسلمين، فكان الخطأ مأموناً على وجه اليقين“ ③.

←..... 3. ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ ①﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

① السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱۸۵/۱

② مرجع سابق

③ الجمع الصوتی الاول: ص ۳۳۹

یہ ”ووصی ربک“ تھا، جس میں واؤ (و) ، حرفِ صاد (ص) سے ملا دیا گیا ہے۔ ②۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصاحف میں ”ووصی ربک“ لکھا ہوا تھا۔ ③

ابن اشته کے الفاظ ہیں کہ

”استمد الکاتب مداداً كثيراً، فالتزقت الواو بالصاد..... الخ“۔ ④

یعنی اس لفظ کو لکھتے ہوئے کاتب نے سیاہی زیادہ لگائی جس کی وجہ سے واؤ (و) اگلے لفظ صاد (ص) سے چمٹ گئی۔ جس کی وجہ سے یہ ”وقضی“ پڑھا گیا۔

علامہ قرطبی نے ابو حاتم کا قول نقل کیا ہے کہ یہ زنادقہ کا ہمارے مصاحف پر الزام ہے ⑤۔ ورنہ درحقیقت ”وقضی“ ہی متواتر و منقول ہے۔ علامہ زرقانی نے ابن الانباری کے حوالے سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ⑥ اس روایت کے بارے میں علامہ فخر الدین الرازی لکھتے ہیں:

”واعلم أن هذا القول بعيد جداً، لأنه يفتح باب أن التحريف والتغيير قد تطرق إلى القرآن، ولو جوزنا ذلك لارتفع الأمان عن القرآن، وذلك يخرجه عن كونه حجة، ولا شك أنه طعن

① بنی اسرائیل: ۲۳

② السیوطی: الاقان فی علوم القرآن: ۱۸۴/۱

③ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۲۳۷/۱۰

④ الاقان فی علوم القرآن: ۱۸۴/۱

⑤ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۲۳۷/۱۰

⑥ منابل العرفان: ۳۸۳/۱

عظیم فی الدین“ ①۔

یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قول نہایت بعید ہے، کیونکہ اس کی تائید قرآن میں تحریف و تغیر کا باب کھولنے کے مترادف ہے۔ نیز اس سے قرآنی حفاظت کا دعویٰ ختم ہو جاتا ہے۔ بے شک یہ دین میں طعنِ عظیم ہے۔

4. ﴿أَفَلَمْ يَأْتِسِ الَّذِينَ آمَنُوا.....﴾ ② کے بارے میں حضرت عبداللہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف روایت منسوب ہے کہ انہوں نے اس کو کاتب کی سستی قرار دیا کہ کاتب نے ﴿یاس﴾ میں ایک دندانے کا اضافہ کر دیا

جس کی وجہ سے یہ ﴿ییاس﴾ بن گیا۔ جبکہ حضرت ابن عباس کے ذاتی مصحف میں ﴿افلّم

يَتَّبِعِينَ الَّذِينَ آمَنُوا.....﴾ یا ﴿افلّم یأس الذین﴾ لکھا ہوا تھا۔ ③

اس روایت کے ناقابلِ اعتماد ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن کبھی بھی کتابت کا محتاج نہیں رہا اور نہ ہی کبھی کتابت پر کلی اعتماد کیا گیا بلکہ رسول اللہ سے یہ تلقی اور شفوی طریقہ پر منقول و مسموع ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ فقط ایک کاتب کی سستی کی وجہ سے تمام مسلمانوں میں کوئی لفظ بطور قرآن رواج پا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع نہ ہو؟ چنانچہ ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں:

”فالعبرة فی تلقی القرآن ، عند المسلمین ، منذ عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

① الرازی: فخر الدین ابوالفضل بن ضیاء الدین بن الحسن البکری (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ): التفسیر الکبیر:

۱۸۳/۲۰، المطبعة المصریة، قاہرہ، ۱۳۵۷ھ

② الرعد: ۳۱

③ السیوطی: الاقان: ۱۸۵/۱

ہی بالتلقین الشوی اولاً، ولا عبرة بالكتابة وحدها، حتی مع
وُصِفَ به اصحابها من يقظة لم يعثورها نعاس، و حَدَّرِ لم تُشْبِه
غفلة، وتشدد لم يكتفه ترخص“ ①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت پر امام رازی نے
”وہذا القول بعید جداً“ سے رائے ظاہر کی ہے ②۔ جبکہ علامہ زحشری کے الفاظ
حسب ذیل ہیں:

”هذا، ونحن لا يصدق في كتاب الله الذي لا ياتيه الباطل من
بين يديه ولا من خلفه، وكيف يخفى مثل هذا حتى يبقى ثابتاً
بين دفتي الامام، وكان متقلبا بين ايدى اولئك الاعلام
المحتاطين في دين الله المهتمين به لا يغفلون عن جلالة
ودقائقه، خصوصاً عن القانون الذي اليه المرجع، والقاعدة
التي عليها البناء؟ هذا. والله فرية ما فيها مرية“ ③

ابوحيان، امام الفراء کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

”لا يتلى الا كما أنزل ((أَفَلَمْ يَأْتِسْ))“ ④

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے

① مجمع الصوتی الاول: ص ۳۳۳

② التفسیر الکبیر: ۵۳/۱۹

③ الکشاف: ۴۰۹/۱

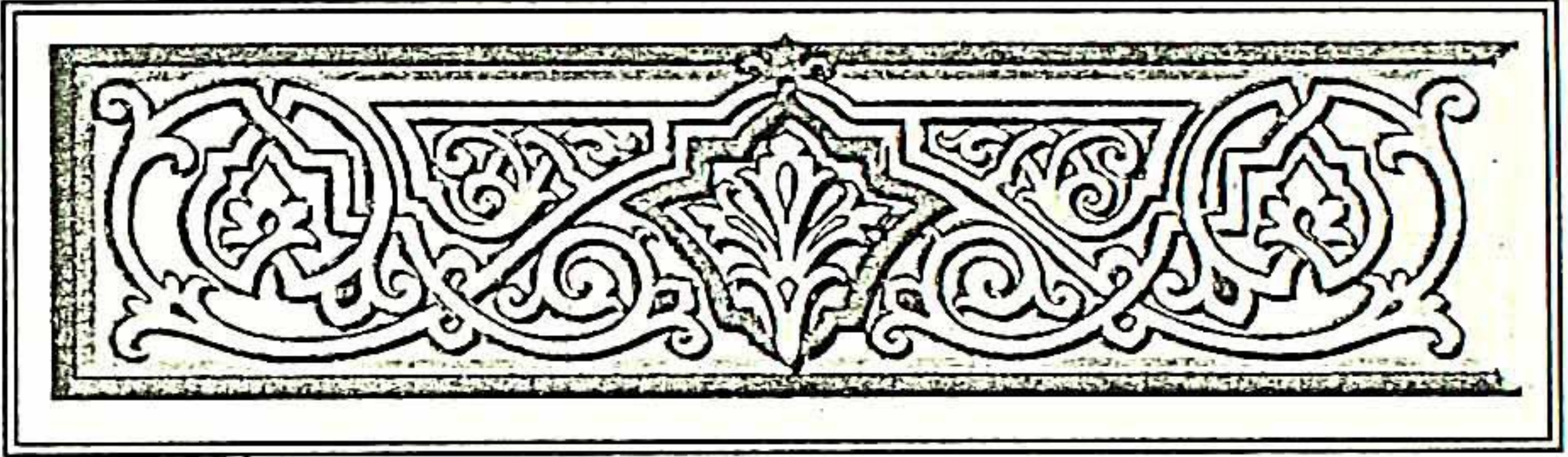
④ البحر المحیط: ۳۹۳/۵..... مجمع الصوتی الاول: ص ۳۳۴ (ڈاکٹر لیب السعید نے اپنی تصنیف

ص ۳۲۵ تا ۳۲۳ میں رسم وقرائات پر ہونے والے اعتراضات و شبہات پر سیر حاصل بحث کی ہے)

قول منسوب کرنا جو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے متناقض و متباین ہوں، اولاً وہ صحت و روایت کے لحاظ سے ضعیف اور مردود ٹھہرتے ہیں اور اگر بالفرض ان کی صحت کو تسلیم بھی کیا جائے تو یہ بات ہر حال سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ کسی کاتب نے غلطی سے کچھ لکھا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم یا عام لوگوں نے اس کو بغیر کسی معارضہ کے قبول کر لیا ہو کیونکہ قرآن مبین ہر دور میں درجہ تواتر سے آنے والی نسلوں تک منتقل ہوا ہے اور اس انتقال کا سب سے بڑا ذریعہ ^{تعلیم شفوی} رہا۔ لہذا کلام اللہ میں کسی کمی و بیشی کا تصور محال ہے کیونکہ فرمان الہی ہے کہ

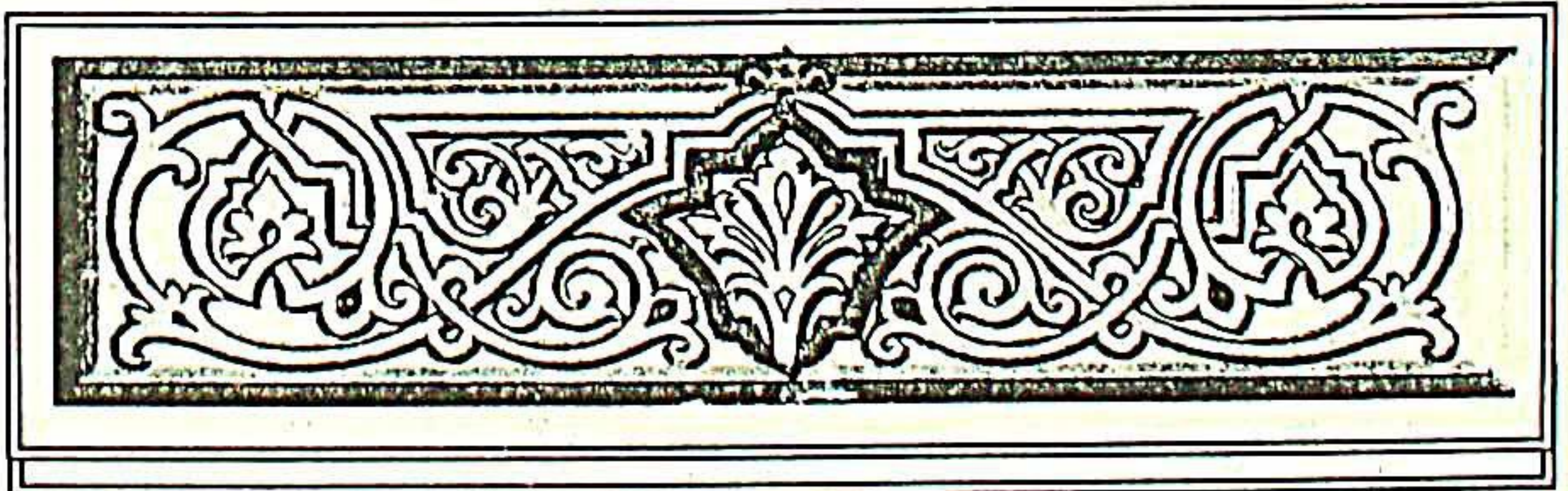
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ
تَنْزِيلًا مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ

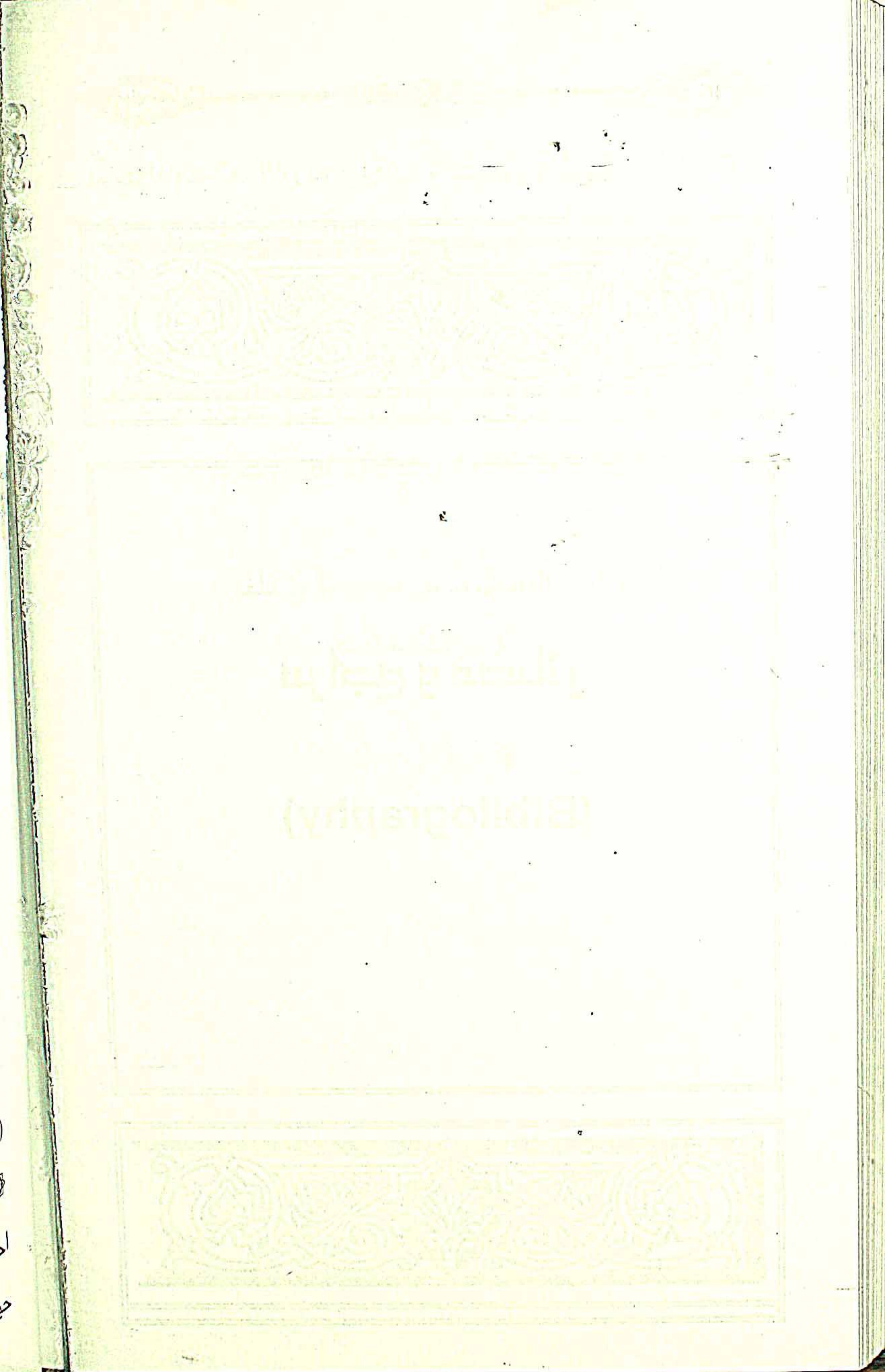




مراجع و مصادر

(Bibliography)





()

*..... القرآن

*..... (مصحف المدينة النبوية)، لمجمع الملك فهد لطباعة

المصحف الشريف المدينة المنورة: خطاط: عثمان طه، وزارة
الشئون الاسلامية، مكة المكرمة، ١٤١٧هـ،

*..... آرتھر جيفرى: كتاب المصاحف: مقدمة: ط ١، المطبعة

الرحمانية، مصر، ١٩٣٦ء / ١٣٥٥هـ

*..... ابن ابى داؤد، ابوبكر، عبد الله بن سليمان السجستاني

(م ٤١٦هـ): كتاب المصاحف: ط ١، دارالكتب العلمية بيروت، ١٤٠٥هـ / ١٩٨٥ء

*..... ابن الاثير: ابوالحسن على بن ابى المكرم محمد عز الدين

(م ٦٣٠هـ): الكامل فى التاريخ: ادارة الطباعة المنيرية، مصر، ١٣٤٩هـ

*..... الاركاتى: محمد غوث بن ناصر الدين محمد بن نظام الدين

احمد: نثر المرجان فى رسم نظم القرآن: مطبعة شمس الاسلام،

حيدرآباد دکن، ١٣٤٩هـ

..... احمد بن حنبل (۱۶۴ھ - ۲۴۱ھ): كتاب العطل ومعرفة الرجال :

انقره، ۱۹۶۳ء

..... احمد خليل، الدكتور السيد: دراسات في القرآن: دار المعارف،

مصر، س.ن.

..... احمد عادل كمال: علوم القرآن: ط ۳، دار الارشاد للطباعة

والنشر والتوزيع، بيروت، ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء

..... احمد مختار عمر، الدكتور، الدكتور عبد العال سالم مكرم:

معجم القراءات القرآنية: ط ۱، انتشارات اسوه (التابعة لمنظمة

الاقواف والشؤون الخيرية)، ايران، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء

..... احمد يار، پروفيسر حافظ: قرآن وسنت. چند مباحث: شيخ

زايد اسلامك سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور، جون ۲۰۰۰ء

..... اسماعيل سالم عبد العال، الدكتور: المستشرقون والاسلام:

رابطة العالم الاسلامي، مكة مكرمه، ۱۹۹۰ء

..... اشفاق احمد: ہفت زبانی لغت: مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء

..... الاصفهاني، حمزه بن الحسن (۲۸۰ھ - ۳۶۰ھ): كتاب التنبيه

على حدوث التصحيف: مجمع اللغة العربية، دمشق، ۱۹۶۸ء

..... الازہری: ابو منصور محمد بن احمد (۲۸۲ھ - ۳۷۰ھ): تهذيب اللغة:

ط ۱، قاہرہ، ۱۹۶۴ء

..... الانباري، محمد بن القاسم بن بشار ابو بكر (۲۷۱ - ۳۲۸ھ):

كتاب ايضاح الوقف والابتداء في كتاب الله عزوجل: مجمع اللغة

العربية ، دمشق ، ۱۹۷۱ء ، تحقيق: محي الدين عبدالرحمن رمضان

(ب)

.....بازمول: محمد بن عمر بن سالم: القراءات واثريها في التفسير والاحكام:

ط ۱، دار الهجرة للنشر والتوزيع، رياض، سعودي عرب، ۱۷/۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء

.....البخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل: الجامع الصحيح:

قديمي كتب خانہ کراچی پاکستان، طبعہ ثانيہ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)

.....بروکلیمان (کارل): تاريخ الادب العربي: دار المعارف، مصر،

۱۹۵۹ء، مترجم: د. عبدالحليم النجار

.....البري، عبد الله خورشيد، الدكتور: القرآن وعلومه في مصر:

دار المعارف قاہرہ، مصر، س.ن

.....البلاذري: احمد بن يحيى بن جابر البغدادي (۲۷۹ھ): فتوح البلدان:

ط ۱، شركة بيع الكتب العربية، قاہرہ، ۱۹۰۱ء

.....البلوي، ابو الحجاج يوسف بن محمد (۶۰۴ھ): ألف باء: جمعية

المعارف، مصر، ۱۲۸۷ھ

.....بلياووي: ابو الفضل مولانا عبد الحفيظ: مصباح اللغات: قديمي

كتب خانہ، کراچی

(ب)

.....پرويز: غلام احمد: مذاهب عالم کی آسمانی کتابیں: ط ۴، طلوع

اسلام ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۴ء

(٧)

.....التهانوى: اظهار احمد، (م ١٢٤١٢ هـ): ايضاح المقاصد شرح

عقيلة اتراب القصائد فى علم الرسم: قراءت اكيڏمى، لاہور۔ س۔ ن

(٨)

.....جان كانتينو: دروس فى علم اصوات العربية: مترجم صالح

القرمادى: الجامعة التونسية، تيونس، ١٩٦٦ء

.....الجبورى: سهيله ياسين: الخط العربى وتطوره فى العصور

العباسية فى العراق: مطبعة الزهراء، بغداد، ١٣٨١ هـ

.....جرجى زيدان: تاريخ آداب اللغة العربية: دار الهلال، ١٩٥٧ء،

تحقيق: د. شوقى ضيف

.....جرجى زيدان: العرب قبل الاسلام: ص ٩٢، ط ١، دار الهلال، مصر

.....ابن الجزرى: ابو الخير محمد بن محمد الدمشقى (م ٥٨٣٣ هـ)

: النشر فى القراءات العشر: ١/١٤، ط ١، دار الكتب العلمية،

بيروت، ١٤١٨ هـ

.....ابن الجزرى: غاية النهاية فى طبقات القراء: مكتبه خانجى،

مصر، ١٩٣٢ء

.....ابن جنى: ابو الفتح عثمان (م ٥٣٩٢ هـ): سیر صناعة الاعراب:

ط ١، مكتبه مصطفى البابى الحلبي، مصر، ١٩٥٤ء

.....جواد على، الدكتور: تاريخ العرب فى الاسلام (السيرة

النبوية): بغداد، ١٩٦١ء

..... جواد على، الدكتور: المفصل في تاريخ قبل الاسلام: ط ١،

دار العلم للملايين، بيروت، ١٩٦٩ء

..... الجوهري: اسماعيل بن حماد (م ٥٣٩٣): تاج اللغة وصحاح

العربية: دار الكتاب العربي، قاهره، ١٩٥٦ء

..... الجرشيارى: ابو عبد الله محمد بن عبدوس: كتاب الوزراء

والكُتاب: ط ١، مصطفى البابى الحلبي، مصر، ١٩٣٨ء

(٥)

..... الحبش، الدكتور محمد: القراءات المتواترة وأثرها في الرسم

العثماني والأحكام الشرعية: ط ١، دار الفكر المعاصر، دمشق، ١٩٩٩ء

..... ابن حبيب، محمد: المنمق في أخبار قريش: ط ١، دائرة المعارف

العثمانية، حيدرآباد، ١٩٦٤ء

..... ابن حجر العسقلاني، احمد بن علي (م ٥٨٥٢): الإصابه في

تميز الصحابة: شركة طبع الكتب العلمية، قاهره، ٥١٣٢٣. ٥١٣٢٧

..... ابن حجر العسقلاني: فتح الباري شرح البخاري، مصطفى

البابى الحلبي مصر، ١٩٥٩ء

..... ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب: مطبعة مجلس دائرة

المعارف النظامية، حيدرآباد، ٥١٣٢٧

..... الحداد: محمد بن علي بن خلف الحسيني: إرشاد الحيران إلى

معرفة ما يجب في رسم القرآن: مطبعة المعاهد بالجمالية، قاهره، ٥١٣٤٢

..... حفنى ناصف: تاريخ المصحف: مقدمه كتاب في قواعد رسم

المصحف: قاهره، ٨ ربيع الاول ١٣٥٢ هـ

..... حموده، عبدالوهاب: القراء اتواللهجات: ط ١، مكتبة النهضة

المصرية، قاهره، ١٣٦٨ هـ / ١٩٤٨ ع

(٨)

..... ابن خالويه: مختصر في شواذ القرآن من كتاب البديع: مطبعة

الرحمانية، مصر، ١٩٣٤ ع

..... ابن خلدون: عيد الرحمن المغربي (م ٨٠٨ هـ): كتاب العبر

واديوان المبتداء والخبر مسمى بتاريخ ابن خلدون: دار الكتاب،

بيروت، ١٩٥٦ ع

..... ابن خلكان: ابو العباس احمد بن محمد (م ٦٨١ هـ): وفيات الأعيان

وأبناء ابناء الزمان: ط ١، مكتبة النهضة المصرية، قاهره، ١٩٤٨ ع

..... ابن خير: ابو بكر محمد بن خير بن عمر الأشبيلي (م ٥٧٥ هـ):

فهرسة ما رواه عن شيوخه: ط ١، المكتب التجاري، بيروت، ١٩٦٣ ع

خليفه بن خياط: تاريخ خليفه: دمشق، ١٩٦٧ ع

(٩)

..... الداني: ابو عمرو عثمان بن سعيد (م ٤٤٤ هـ): المقنع في رسم

مصاحف الامصار: تحقيق: محمد الصادق قماوى، مكتبة الكليات

الازهرية، قاهره

..... ابوداؤد: سليمان بن الاشعث (م ٢٠٢ - ٢٧٥ هـ): السنن لأبي

داؤد: مكتبة امداديه ملتان باكستان

..... ابن دريد: ابوبكر محمد بن الحسن (٥٢٢٣-٣٢١): الجهرة

اللغة: ط ١، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد، ١٣٤٥هـ

(ف)

..... الذهبي: محمد بن احمد بن عثمان (م ٥٧٤٨): معرفة القراء الكبار

على الطبقات والاعصار: ط ١، دار الكتب الحديثية، قاهره، ١٩٦٩ء

(ر)

..... الرازي: فخر الدين ابو الفضل بن ضياء الدين بن الحسن البكري

(٥٥٤٤-٥٠٦٠٦): التفسير الكبير: المطبعة المصرية، قاهره، ١٣٥٧هـ

..... راغب الطباخ: تاريخ افكار وعلوم اسلامي: مترجم: افتخار

بلخي، اسلامك پبلي كيشنز، لاهور، ١٩٦٨ء

(ز)

..... الزبيدي: ابوبكر محمد بن الحسن (م ٥٣٧٩): طبقات

النحويين واللغويين: مكتبه خانجي مصر، ١٩٥٤ء

..... الزبيدي: ابو الفيض محمد بن محمد مرتضى الحسيني (م ٥١٢٠٥):

تاج العروس: ٣١٢/٨، ط ١، دار احياء التراث العربي، مصر، ١٣٠٦هـ

..... الزبيدي: حكمة الاشراف الى كتاب الآفاق، سلسلة نوادر

التراث القايرة، ط ١، ١٩٥٤ء

..... الزرقاني: الشيخ محمد عبد العظيم: مناهل العرفان في علوم

القرآن: دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي، قاهره، ١٩٤٣ء

..... الزركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر (م ٥٧٩٤):

البرهان: في علوم القرآن: دار احياء الكتب العربية، قاهره، ١٩٥٧ء

..... الزمخشري: جار الله ابو القاسم محمود بن عمر (م ٥٣٨هـ)

:الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الاقاويل في وجوه

التأويل: ط ٢، المكتبة التجارية الكبرى، القاهرة، ١٩٥٣ء

..... الزمخشري: جار الله ابو القاسم محمود بن عمر (م ٥٣٨هـ):

اساس البلاغة: دار الكتب المصرية، قاهرة، ١٩٢٢ء

(٢)

..... سجاد حسين قاضي: (مترجم): سبع معلقات: قديمي كتب

خانه كراچي، سن

..... ابن سعد: ابو عبد الله محمد الزهري (م ٢٣٠هـ): الطبقات

الكبرى: دار صادر، بيروت، ١٩٥٧ء

..... السندي، ابو طاير عبد القيوم: صحفات في علوم القراءات:

ط ١، المكتبة الامداديه، مکه مكرمه، ١٤١٥هـ

..... السيبويه: ابو بشر عمرو بن عثمان (م ١٨٠هـ): الكتاب: المطبعة

الاميرية، بولاق، مصر، ١٣١٧هـ

..... السيوطي: جلال الدين عبد الرحمن بن ابي بكر (٩١١هـ): بغية

الوعاء في طبقات اللغويين والنحاة: عيسى البابی الحلبي،

قاهره، ١٩٦٤ء

..... السيوطي: رساله في علم الخط: (الرساله الخامسه من كتاب

التحفة البهية والطرفة الشهية): مطبعة الجوائب، استنبول، ١٣٠٢هـ

.....السيوطي: الاتقان في علوم القرآن: ط ١، مكتبه ومطبعة

المشهد الحسيني، قاهره، ١٩٦٧ء، تحقيق: محمد ابو الفضل ابراهيم

.....السيوطي: المزهر في علوم اللغة وانواعها: دار احياء الكتب

العربية، قاهره، ١٩٥٨ء

(٧)

.....الشاشي: نظام الدين: اصول الشاشي مع احسن الحواشي:

مكتبه امداديه ملتان، س.ن

.....ابو شامه المقدسي، شهاب الدين عبد الرحمن بن اسمعيل:

المرشد الوجيز: ط ٢، دار وقف الديانة التركي، انقره، ١٤٠٦هـ / ١٩٨٦ء

.....الشلبي: عبد الفتاح: رسم المصحف والاحتجاج به في القراءات:

مكتبه نهضة قاهره، ١٩٦٠ء

.....الشنقيطي: محمد بن حبيب الله: إيقاظ الأعلام لوجوب اتباع رسم

المصحف الإمام: ط ١، مطبعة المعاهد بالجمالية قاهره، مصر، ١٣٤٥هـ

(٨)

.....صبحي صالح، الدكتور: مباحث في علوم القرآن: ط ٥،

دار العلم للملايين، بيروت، ١٣٦٣هـ

.....صديقي: مولانا قاري حبيب الرحمن: اصول فقه: قرآن محل،

كراچي، س.ن

.....الصفار: الدكتور ه ابتسام مرهون: معجم الدراسات القرآنيه:

مطابع جامعة الموصل، بغداد، ١٩٨٤ء

.....* الصنغانى، عبد الرزاق: ابوبكر بن همام (٥١٢٦-٥٢١١هـ):

مصنف عبد الرزاق: ط ١، المكتب الإسلامى، بيروت، ١٣٩٠هـ

.....* الصولى: ابوبكر محمد بن يحيى (م ٥٣٣٥هـ): أدب

الكتاب: المطبعة السلفية، قاهره، ١٣٤١هـ

(ط)

.....* طاش كبرى زاده، احمد بن مصطفى (م ٩٦٢هـ): مفتاح السعادة

ومصباح السيادة: ط ١، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد

.....* الطبرى: ابو جعفر محمد بن جرير (م ٥٣١٠هـ): جامع البيان فى تفسير

القرآن: المطبعة الكبرى الاميرية، قاهره، مصر، ١٣٢٣-١٣٢٩هـ

.....* الطويل: الدكتور السيد رزق: فى علوم القراءات مدخل

ودراسة وتحقيق: ط ١ المكتبة الفيصلية، مکه، ١٤٠٥هـ

.....* طه باقر: أصل الحروف الهجائية: ص ٥٩، مجله سومر، مديرية

الآثار، بغداد، ١٩٤٥ء

(ع)

.....* ابن عاشر الاندلسى: الشيخ عبد الواحد: تنبيه الخلان على

الاعلان بتكميل مورد الظمان: ط ١، دارالكتب العلمية، بيروت،

١٩٩٥/١٤١٥ء

.....* عاشق الهى ميرتهى، مولانا: تبريز ترجمه ابريز (احمد بن

المبارك): مدينه پبلشنگ كمپنى، كراچى، س.ن.

.....* ابن عبد البر: ابو عمرو يوسف بن عبد الله (م ٤٦٣هـ): الاستيعاب

في معرفة الأصحاب: مكتبة نهضة قاهره، مصر، ١٩٦٠ء

..... ابن عبد ربه، ابو عمر احمد بن محمد الاندلسي (م ٥٣٢٧هـ): العقد

الفرید: لجنة التأليف والترجمة والنشر، قاهره، ١٩٤٠هـ

..... عبد الصبور شاپين، الدكتور: تاريخ القرآن: دار القلم،

مصر، ١٩٦٦ء

..... عبد العال سالم مكرم، الدكتور: القرآن الكريم واثره في

الدراسات النحوية: دار المعارف، مصر، ١٩٦٨ء

..... عبد العال سالم مكرم: معجم القراءات القرآنية: ط ١،

انتشارات اسوه (التابعة لمنظمة الاوقاف والشؤون الخيرية)،

ايران، ١٤١٢هـ / ١٩٩١ء

..... أبو عبيد القاسم بن سلام البغدادي الهروي (م ٥٢٢٤هـ): غريب

الحديث: ط ١، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد

..... ابن العربي، ابوبكر محمد بن عبد الله (٥٤٦٨-٥٥٤٣هـ): أحكام

القرآن: ط ١، دار احياء الكتب العربية، مصر، ١٩٥٨ء

..... ابن العربي: العواصم من القواصم: ط ٢، الدار السعودية

للنشر، جدّه، ذوالحجه ١٣٨٧هـ

..... عرفان راهي: تاريخ خطاطي: ط ١، اداره ثقافت پاكستان ١٩٨٦ء

..... عز الدين بن عبد السلام: الفوائد في مشكل القرآن: وزارة

اوقاف، الكويت، ١٩٦٧ء

..... علي المتقى: علاء الدين بن حسام الدين الهندي: كنز العمال

في سنن الاقوال والافعال: مؤسسة الرسالة، بيروت، ١٩٨٥ء
(غ)

..... غانم قدوري الحمد: رسم المصحف دراسة لغوية ونحوية:
ط ١، اللجنة الوطنية للأحتمال، بغداد، عراق، ١٤٠٢هـ / ١٩٨٢ء
(ح)

..... ابن فارس، احمد (م ٥٣٩٥): الصحابي في فقه اللغة وسنن
العرب في كلامها: مكتبة سلفيه، قاهره، ١٩١٠ء

..... ابن فارس، ابو حسن احمد بن زكريا (٥٣٩٥): معجم مقاييس
اللغة: مكتب الأعلام الاسلامي، بغداد، ١٤٠٤هـ

..... الفراء: ابو زكريا الفراء يحيى بن زياد (م ٥٢٠٧): معاني
القرآن: (تحقيق: احمد يوسف نجاتي و محمد علي النجار)، ط ١،
دار الكتب المصريه، قاهره، ١٩٥٥ء

..... الفضلي، عبد الهادي، الدكتور: القراءات القرآنية -- تاريخ و
تعريف: ص ١١٤، ط ٢، دار القلم، بيروت، ١٩٨٠ء

(٥)

..... ابن القاصح، ابو البقاء علي بن عثمان بن محمد: تلخيص
الفوائد وتقريب المتباعد على عقيلة اتراب القصائد للشاطبي: ط ١،
مكتبه مصطفى البابي الحلبي، مصر، ١٣٦٨هـ / ١٩٤٩ء

..... القاضي، عبد الفتاح: تاريخ المصحف الشريف: ص ٨٢،
مطبعة المشهد الحسيني، القاهرة

- ابن قتيبة الدينوري، ابو محمد عبد الله بن مسلم (م ٥٢٧٦هـ):
المعارف: ط ٢، دار احياء التراث العربي، بيروت، ١٩٧٠ء،
تحقيق: محمد اسماعيل عبد الله الصاوي
- ابن قتيبة الدينوري: تاويل مشكل القرآن:، دار احياء الكتب
العربية، قاہرہ، ١٩٥٤ء، تحقيق: السيد احمد صقر
- ابن قتيبة: عيون الاخبار: ط ١، دار الكتب المصرية، ١٩٢٥ء
- القسطلاني: شهاب الدين احمد بن محمد بن ابى بكر: لطائف
الاشارات لفنون القراءات: المجلس الاعلى للشئون الاسلاميه،
قاہرہ، ١٩٧٢ء
- القرطبي: ابو عبد الله محمد بن احمد الانصاري: (م ٥٦٧١هـ)
الجامع لأحكام القرآن: دار الكتب المصرية، قاہرہ، ١٩٥٠ء
- القلقشندي: ابو العباس احمد بن علي بن احمد (م ٥٨٢١هـ): صبح
الأعشى في كتابة الإنشاء: المطبعة الاميرية، قاہرہ، ١٩١٤/٥١٣٣٢ء
- ابن قيم الجوزية، ابو عبد الله محمد بن بكر بن ايوب الدمشقي
(م ٥٧٥١هـ): تاريخ عمر بن الخطاب: ط ١، المكتبة الحسينية، مصر،
١٩٢٨ء
- (١٤)
- الكاشاني، ملا حسن فيض: كتاب الصافي في تفسير
القرآن: منشورات المكتبة الاسلامية، تهران، س.ن.
- كامل البابا الخطاط: روح الخط العربي: ط ١، دار العلم

للملايين، بيروت، ١٩٨٣ء

.....الكردى: محمد طاهر بن عبد القادر: تاريخ الخط العربى

وآدابه: مكتبة الهلال، مكة، ١٣٥٨هـ

.....ابن كثير، ابولفداء اسماعيل بن كثير القرشى الدمشقى

(م ٥٧٧٤): فضائل القرآن: ط ١، مطبعة المنار، مصر، ١٣٤٨هـ

.....الكوثرى، محمد زايد (م ١٣٧١هـ): مقالات الكوثرى: ط ١، ايج

ايم سعيد كمپنى، كراچى، ١٣٧٢هـ

(٥)

.....ليب السعيد: الدكتور: الجمع الصوتى الاول للقرآن: ط ٢،

دار المعارف القايرة

(٦)

.....المارغنى التونسى، الشيخ ابراهيم بن احمد: دليل الحيران

على مورد الظمان فى فنى الرسم والضبط: ط ١، دارالكتب العلمية

بيروت، ١٤١٥هـ / ١٩٩٥ء

.....ابن مالك: ابو عبد الله محمد بن عبد الله الجيانى: تسهيل

الفوائد وتكميل المقاصد: دارالكتاب العربى، قايره، ١٩٦٧ء

.....ابن مجاهد، ابو بكر احمد بن موسى بن العباس البغدادى

(م ٥٣٢٤): كتاب السبعة فى القراءات: دار المعارف، مصر، ١٩٧٢ء

تحقيق: د. شوقى ضيف

..... محمد حسين بيكل: الصديق ابو بكر: ط ۵، مكتبة النهضة

المصرية، ۱۹۶۴ء

..... محمد حميد الله، ڈاكتور: الوثائق السياسية في العهد

النبوي: لجنة التاليف والترجمة والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۱ء

..... محمد سليم سيد، پروفيسر: تاريخ خط و خطاطين: ط ۱، زوار

اكيڈمی پبلی کيشنز، كراچی، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء

..... محمد شفيح مفتي: حضرت مولانا: جواهر الفقه: ط ۱، مكتبه

دارالعلوم كراچی، جمادى الاولى ۱۳۹۵ھ

..... محمود حجازي، الدكتور: اللغة العربية عبر القرون: دارالكتاب

العربي، قاہرہ، ۱۹۶۸ء

..... معصومي، ابو محفوظ الكريم: مصحف عثمانی کے تاريخی

نسخے: مجله علوم اسلاميه، على گڑھ يونيورسٹی، دسمبر ۱۹۶۱ء

..... مكي بن ابى طالب، ابو محمد (۵۳۵-۵۴۳ھ): الأبانة عن

معانى القراءات: ص ۲۳، ۲۴، ط ۱، دارالمأمون للتراث، دمشق،

۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء

..... ملا جيون احمد بن ابى سعيد بن عبيد الله الحنفى: نور

الانوار: ايچ. ايم سعيد كمپنى، كراچی. س. ن.

..... ابن منظور، ابو الفضل محمد بن مكرم الانصارى: ابو الفضل

جمال الدين محمد بن مكرم: لسان العرب: نشر ادب الحوزة، قم،

ايران، ۱۴۰۵ء

(۶)

..... نجيب العقيقى: المستشرقون: دار المعارف، قاهره، ۱۹۶۵ء
 ابن النديم: محمد بن اسحق (م ۵۳۸۵): الفهرست: مكتبه
 خياط، بيروت

..... النيسابورى: نظام الدين: الحسن بن محمد الحسين
 (م ۵۸۲۸): غرائب القرآن و رغائب الفرقان: مطبعة مصطفى البابى
 الحلبي، قاهره، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء

(۷)

..... الوافى، على عبد الواحد، الدكتور: فقه اللغة: ط ۱، مصر، س.ن
 الواقدي: محمد بن عمر بن واقد (م ۵۲۰۷): كتاب المغازى:
 دار المعارف، مصر، ۱۹۶۴ء

..... ولفنسون، اسرائيل: تاريخ اللغات السامية: ط ۱، لجنة التأليف
 والترجمة والنشر، قاهره، ۱۳۴۸ھ

(۸)

..... ابن هشام: ابو محمد عبد الملك (م ۵۲۱۸): السيرة النبوية: ط ۲،
 مصطفى البابى حلبي، مصر، ۱۹۵۵ء

..... ابو هشام: قرآن كريم اور اس کے چند مباحث: ط ۱، الهدى
 انٹرنیشنل، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

..... الهورىنى، نصر: المطالع النصرىة للمطابع المصرىة فى
 الأصول الخطية: ص ۷، ط ۲، المطبعة الميرىة، مصر، ۱۳۰۲ھ

..... و بولاق المطبعة الاميرية، ط ۲، ۱۳۰۲ھ

..... * ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد 56، شمارہ: 21

(۶)

..... * یاقوت الحموی: ابو عبدالله بن عبدالله شہاب الدین (م ۵۶۲۶ھ)

:معجم الادباء (ارشاد الأریب إلى معرفة الأديب): مکتبه عیسیٰ

البابی الحلبي، مصر، ۱۹۳۸ء

..... * اليعقوبی: احمد بن يعقوب بن ابی واضح الکاتب: کتاب

البلدان: ۱۴۷/۲، لیڈن، ۱۸۹۱ء

..... * ابو یوسف بن عبد اللہ: الاستیعاب فی معرفة الاصحاب:

مکتبة نهضة مصر ومطبعها القاهرة، ۱۹۶۰ء

انگریزی مصادر:

Abbott Nabbia: **The Rise of the North Arabic Script and Its Development with a Full Description of The Kur'an Manuscripts in the Oriental Institute: The University of Chcago Press, 1939.**

Arthur Jeffery: **Materials for the history of the Text of the Quran, Leiden, Ej. Brill, 1937.**

Beaston (A. F. L): **The Arabic Language Today, London, 1970**

Burton jhon: **The Collection of the Qur'an**

Cambridge University Press, New York, London.

Edward William Lane: **Arabic-English Lexicon**

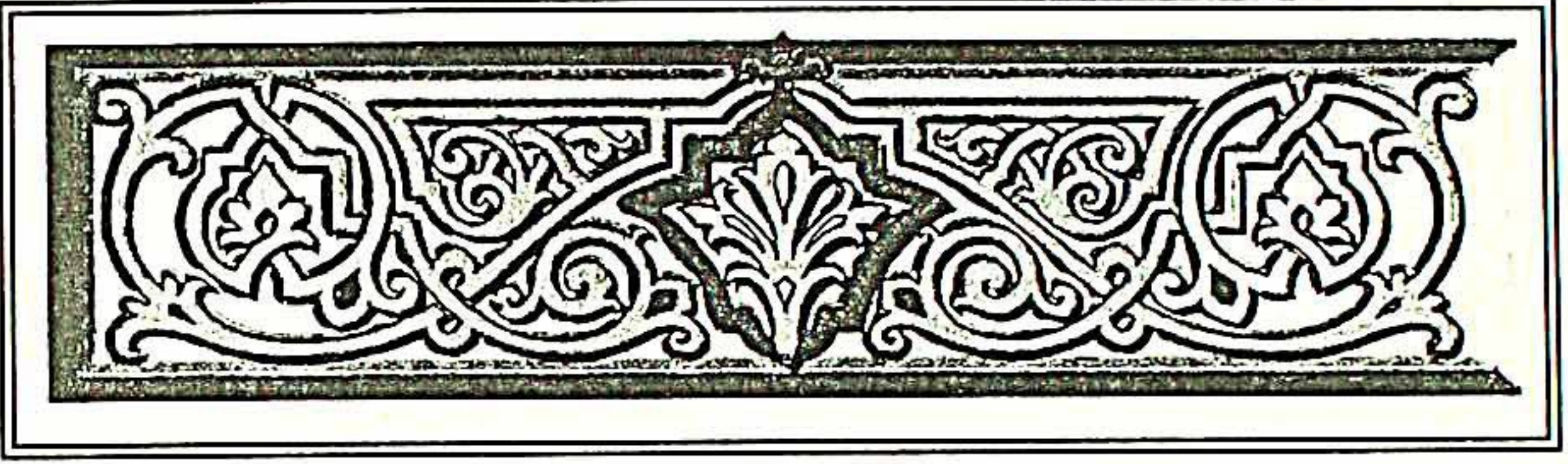
Islamic Book Center, Lahore

Microsoft Encarta, (Cd version) One Microsoft

Way Redmond, WA 98052-6399, U.S.A. **Product**

ID: 70132-442-0736642-49278 Version:

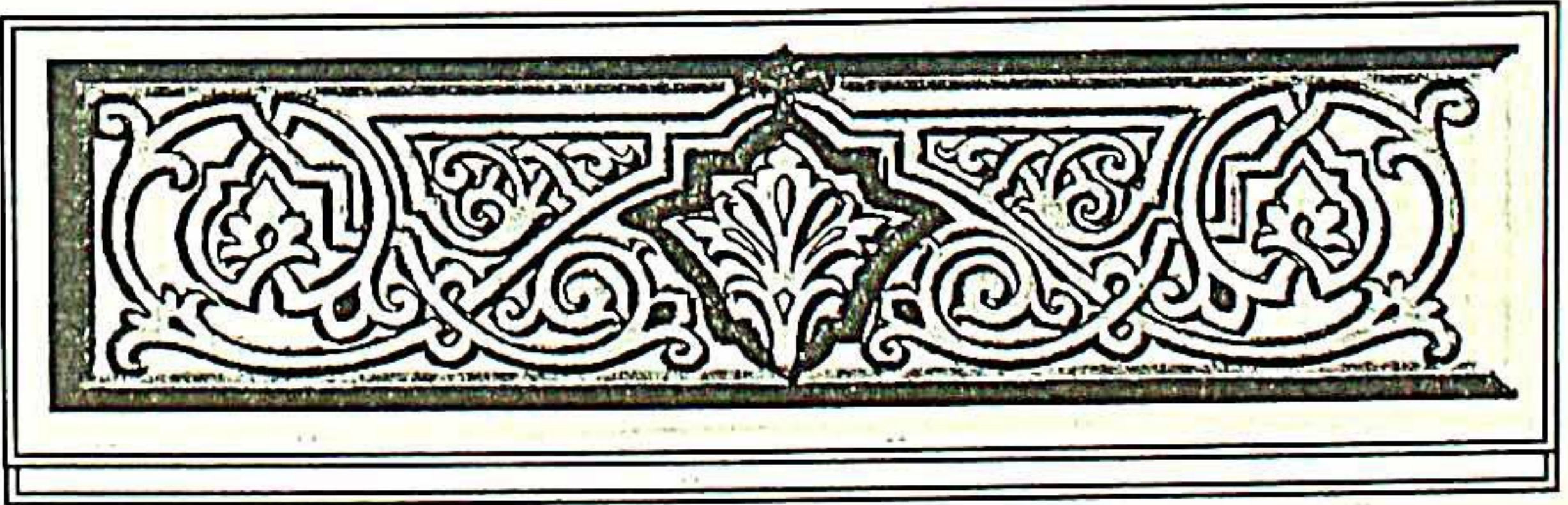
13.0.0.0531



اشاريه

اعلام واماكن

(INDEX)





Faint header text at the top of the page.

First block of faint text within the main frame.

Second block of faint text within the main frame.

Third block of faint text within the main frame.

Fourth block of faint text within the main frame.

Fifth block of faint text within the main frame.

Sixth block of faint text within the main frame.

Seventh block of faint text within the main frame.

Eighth block of faint text within the main frame.

Ninth block of faint text within the main frame.

Tenth block of faint text within the main frame.

Eleventh block of faint text within the main frame.

Twelfth block of faint text within the main frame.

Final block of faint text at the bottom of the main frame.

﴿.....اعلام.....﴾

ابن الاثیر: ۱۱۷

الف

احمد: ۵۱

۲۷۳	آدم: ۷، ۸، ۱۲، ۲۳، ۲۹
احمد بن جعفر المنادی: ۲۸۹، ۲۷۳	آ جنس سمٹھ لیوس: ۳۵۸
احمد بن حنبل امام: ۳۸۱، ۳۳۳، ۳۳۲، ۱۴۰	آرتھر جیفری: ۳۵۸، ۱۷۹، ۱۰۷، ۷۲، ۷۱، ۲۳
احمد خلیل سید: ۱۷۶، ۹۰	آل منذر: ۱۵
احمد عادل کمال: ۲۹۹، ۱۷۲، ۱۳۱، ۱۰۶، ۵۰	آلوسی علامہ: ۳۷۲، ۳۶۷، ۶۹، ۶۱
احمد عزة بغدادی: ۲۸۰	الانباری ابو بکر محمد بن القاسم: ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۰۵
احمد بن مبارک: ۲۹۷	۲۹۰، ۳۸۸، ۳۸۷، ۲۶۸، ۲۶۳، ۲۸۸
احمد بن محمد المکی: ۳۶۳	ابان بن سعید: ۹۸
احمد المقری: ۱۴۵	ابراموف جنزل: ۱۳۳
احمد یار حافظ: ۳۲۵، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۱۲، ۲۹۲	ابراہیم: ۲۱۷، ۱۹۶، ۱۵۵، ۱۵۱، ۱۴۳
اخرار خواجہ: ۱۳۳	۲۳۸، ۲۲۲، ۲۲۰
ادیس: ۲۹۶، ۸	ابراہیم الابیاری: ۱۳۸
ارکائی محمد غوث الدین: ۳۳۵	ابراہیم احمد المارغنی: ۳۱۸، ۲۵۲، ۱۹۶، ۱۹۱
اسامہ النقشبندی: ۲۸۲	ابراہیم بن عبدالرحمن الاندلسی: ۲۸۷
الحق: ۱۹۶	ابراہیم عطوة عوض: ۷۱
ابوالخلق: ۴۴	ابنسام مرہون الصفار: ۲۸۰
ابوالخلق، ابراہیم بن تکی: ۲۷۱	ابی بن کعب: ۲۳، ۷۵، ۷۴، ۸۹، ۹۲
ابوالحسن ابراہیم الیزیدی: ۲۸۹	۳۷۱، ۳۷۰، ۳۵۸، ۱۸۵، ۱۰۹، ۹۸، ۹۷
ابوالخلق الزیادی: ۲۸۹	۳۹۰، ۳۸۲

☆.....نوٹ: اشاریہ میں، ابو اور ابن کی بجائے اصل نام کے حروف تہجی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

الیاسین: ۲۴۲

لیکسی شبونن: ۱۳۶

امرء القیس: ۳۲، ۱۹

انس بن مالک: ۳۵۸، ۹۸، ۹۷، ۸۷

اوس بن اوس ثقفی: ۴۶

اوس بن خولہ: ۲۴

اے۔ ایل۔ کوہن: ۱۳۴

ایڈورڈ ولیم لین: ۵۲

ایوب بن المتوکل: ۲۶۷

اسد: ۲۴۵

اسرائیل: ۲۳۱، ۲۲۰، ۲۱۷، ۱۹۶، ۱۶۲، ۴۴

اسلم: ۱۰

اسماعیل: ۱۹۶، ۸

اسماعیل بن جعفر المدنی: ۲۶۶

اسماعیل سالم ڈاکٹر: ۱۰۷، ۴۹

اسماعیل۔ کے۔ پونا والا: ۱۷۹

ابوالاسود الدکلی: ۲۸۹، ۲۷۰

اسود بن یزید: ۳۵۸

اسید بن حفیر: ۲۴

ابن اشته ابوبکر محمد بن عبداللہ: ۲۸۸، ۲۷۴

۳۹۰، ۳۸۹، ۳۶۳

اسد: ۲۴۵

اسرائیل: ۲۳۱، ۲۲۰، ۲۱۷، ۱۹۶، ۱۶۲، ۴۴

اسلم: ۱۰

اسماعیل: ۱۹۶، ۸

اسماعیل بن جعفر المدنی: ۲۶۶

اسماعیل سالم ڈاکٹر: ۱۰۷، ۴۹

اسماعیل۔ کے۔ پونا والا: ۱۷۹

ابوالاسود الدکلی: ۲۸۹، ۲۷۰

اسود بن یزید: ۳۵۸

اسید بن حفیر: ۲۴

ابن اشته ابوبکر محمد بن عبداللہ: ۲۸۸، ۲۷۴

۳۹۰، ۳۸۹، ۳۶۳

الاصبہانی محمد بن عیسیٰ: ۲۸۹، ۲۷۳

اصطخری: ۱۴۰

اصغر حسین مولانا: ۳۵۳

الاصمعی امام: ۳۷۵، ۱۸۰، ۱۲۳

اظہار احمد تھانوی: ۲۹۶

اعزاز علی مولانا: ۳۵۳

اعمش: ۳۵۸

الفونس منجانا: ۳۵۹، ۳۵۸

اکیدر بن عبدالملک: ۲۲

- الیاسین: ۲۴۲
 الیکسی شبونن: ۱۳۶
 امرء القیس: ۳۲، ۱۹
 انس بن مالکؓ: ۳۵۸، ۹۸، ۹۷، ۸۷
 اوس بن اوس ثقفی: ۴۶
 اوس بن خولہ: ۲۴
 اے۔ ایل۔ کوہن: ۱۳۴
 ایڈورڈ ولیم لین: ۵۲
 ایوب بن المتوکل: ۲۶۷
 ☆.....☆.....☆
- ب**
 بابا بن بانیدہ: ۲۸۷
 الباقلانی قاضی ابوبکر: ۲۹۳، ۱۱۲، ۱۰۱
 ۳۷۷، ۳۱۹، ۳۱۷، ۳۱۶، ۳۱۵
 بخاری (محمد بن اسماعیل): ۶۵، ۵۴، ۴۴
 ۸۷
 بشر بن عبد الملک: ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۱۳
 بشیر بن سعد: ۲۹
 ابن بشکول الاندلسی: ۱۴۵، ۱۲۸، ۱۱۸
 براء بن عازبؓ: ۴۴
 برکات بن یوسف عریضہ الہوری: ۲۸۵، ۲۸۳
- الاصبہانی محمد بن عیسیٰ: ۲۸۹، ۲۷۳
 اصطخری: ۱۴۰
 اسلم: ۱۰
 اسماعیلؓ: ۱۹۶، ۸
 اسماعیل بن جعفر المدنی: ۲۶۶
 اسماعیل سالم ڈاکٹر: ۱۰۷، ۴۹
 اسماعیل۔ کے۔ پونا والا: ۱۷۹
 ابوالاسود الدلی: ۲۸۹، ۲۷۰
 اسود بن یزید: ۳۵۸
 اسید بن حفیر: ۲۴
 ابن اشثہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ: ۲۸۸، ۲۷۴
- ۳۹۰، ۳۸۹، ۳۶۳
 الاصبہانی محمد بن عیسیٰ: ۲۸۹، ۲۷۳
 اصطخری: ۱۴۰
 اصغر حسین مولانا: ۳۵۳
 الاصحعی امام: ۳۷۵، ۱۸۰، ۱۲۳
 اظہار احمد تھانوی: ۲۹۶
 اعزاز علی مولانا: ۳۵۳
 اعمش: ۳۵۸
 الفونس منجانا: ۳۵۹، ۳۵۸
 اکیدر بن عبد الملک: ۲۲

برکہ خان تاتاری: ۱۳۶-

بروکلمان: ۱۱۸

برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعفری: ۲۷۸،

۳۳۱، ۲۸۷، ۲۸۵، ۲۸۴

بغوی: ۳۰۱

ابن بطوطہ: ۱۳۶، ۱۳۳

ابوالبقاء البعکری: ۳۳۹

ابوبکر بن ابی داؤد: ۳۷۲

ابوبکر بن الحسین النیسابوری: ۲۹۹، ۲۷۳

ابوبکر صدیقؓ: ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸،

۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۲، ۱۱۳،

۳۰۴، ۳۱۶، ۳۷۱

ابوبکر محمد بن الحسن: ۲۷۳

ابوبکر محمد بن السری السراج: ۳۹

ابوبکر محمد بن عثمان المعروف بالجعد: ۳۹

البلاذری علامہ: ۲۳، ۲۲، ۵

ابن البواب: ۱۳۵

بوہل: ۱۱۸

بی۔وی۔لونن: ۱۳۳

لیہتی: ۳۳۵، ۲۹۹

☆.....☆.....☆

پ

پامر: ۴۸

ت

ابن التین: ۱۱۲

تمیم: ۲۴۵

ابن تیمیہ: ۲۷۸

ترمذی امام: ۳۳۷

☆.....☆.....☆

ث

ثمود: ۲۱۴، ۹

☆.....☆.....☆

ج

جان برٹن: ۷۳، ۷۴

جالوت: ۱۹۶

ابن جبیر المکی: ۱۱۹، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴

جدرہ: ۱۱

جدیس: ۹

جرجی زیدان: ۲۲، ۱۲۰

ابن جریر الطبری: ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸

ابن الجزری: ۳۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۲۳،

۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۷۷، ۱۸۲، ۲۳۵، ۲۶۵،

ابن حجر العسقلانی: ۷۱، ۷۵، ۸۱، ۸۵،

۹۳، ۹۹، ۱۱۹، ۱۲۰، ۳۸۱

حذیفہؓ: ۷۱، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۳،

۳۸۱، ۹۳

ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ: ۴۷

حرب بن امیہ: ۲۱، ۲۲

ابن حزم: ۲۶۱

حسن: ۷۰، ۳۷۸، ۳۷۹

حسن بن خلف الحسینی: ۲۸۳، ۲۸۵، ۳۰۰، ۳۰۱،

حسن شرنبلانی: ۳۵۱

ابوالحسن علی بن احمد الانطاکی: ۲۷۴

ابوالحسن محمد بن احمد بن کیسان: ۳۸

حسینؓ: ۱۴۷

ابوالحسین احمد بن سعد الکاتب: ۳۹

حسین احمد مدنی: ۳۵۲، ۳۵۳

حسین بن سید الماسی: ۲۸۸

حسین بن علی الرجراجی: ۲۷۹

حطان: ۳۵۸

حفصہؓ ام المؤمنین: ۲۳، ۸۰، ۸۱، ۸۸، ۹۹،

۱۰۰، ۳۵۸

حفصی ناصف امام: ۳۴۸

۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۵، ۳۰۵

بھیری: ۱۴۴

ابوجعفر: ۱۹۲، ۲۳۰

جعفر الصادق: ۳۵۸

ابوجعفر محمد بن سعدان: ۲۶۸

ابوجعفر النخاس: ۱۴۰

جمیلہ شوکت:

جہیم بن الصلمتؓ: ۴۷

☆.....☆.....☆

ج

چوسر: ۳۴۱

☆.....☆.....☆

ح

ابوحاتم البستانی: ۱۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۲۶۸،

۲۷۳، ۳۷۵، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۰

حارث بن سوید: ۳۵۸

حارث المحاسبی: ۷۷

حاطب بن عمروؓ: ۴۷

حبیب اللہ حافظ:

حجاج بن یوسف: ۱۳۹، ۳۶۳، ۳۷۳،

۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹

ابو خزیمہ: ۶۶، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸

خزیمہ بن ثابت: ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

خطابی علامہ: ۵۰

ابن الخطیب ابو بکر احمد البغدادی: ۶۷

خطیب ابن مرزوق: ۱۳۲

ابن خلدون: ۱۳، ۳۰، ۱۱۷، ۲۶۹، ۲۹۳

۳۱۸، ۳۱۹

خلف بن ابراہیم: ۳۶۳

خلف بن ہشام: ۲۶۷، ۲۶۸

خلیل بن احمد الفراء ہمدانی: ۲۸۱، ۲۸۹

☆.....☆.....☆

د

الدانی: ۲۵، ۶۵، ۸۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲

۱۶۸، ۱۷۳، ۱۹۳، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸

۲۱۵، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۳۵، ۲۵۲، ۲۶۵، ۲۷۰

۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۸۷، ۳۳۲، ۳۳۹

۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۸۰، ۳۵۸

داؤد: ۱۹۶

ابن ابی داؤد: ۶، ۲۶، ۶۸، ۷۰، ۸۲، ۸۶

۸۷، ۹۱، ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۷۳

۱۸۳، ۳۶۲، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۹، ۳۸۰

حمزہ امام: ۲۱۰

حمزہ الزیات: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۲، ۲۶۷، ۲۷۱

حمزہ بن عبدالمطلب: ۱۰۸

حمید بن مالک: ۱۰۵

حمید اللہ مرحوم ڈاکٹر: ۵۷

حمیر بن سبا: ۸

حنبلی: ۲۸۵

حنیف ندوی مولانا: ۱۲۲

ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری: ۲۸۹

ابن حوقل: ۱۳۰

حویطب بن عبدالعزی العامری: ۴۷

ابو حیان: ۳۱، ۶۹، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۲

☆.....☆.....☆

خ

خارجہ بن زید: ۳۵، ۱۷۶

خالد: ۱۹۶

خالد بن خداس: ۲۶۷

خالد بن سعید: ۴۷

خالد بن عمرو بن عثمان: ۱۳۰

خالد بن ولید: ۶۳، ۶۷، ۶۸

الخراز محمد بن محمد الشریفی: ۱۹۶، ۲۷۸

ابوالدرداء (الانصاری): ۲۶۸، ۱۰۹، ۹۰ زاید الراشدی ابوعمار:

ابن درستویہ: ۳۳۰ زاید الکوثری: ۱۴۴، ۱۴۱

ابن درید: ۱۳ ابن الزبیر: ۳۵۸

الدمیاطی البناء علامہ: ۳۱۹، ۳۱۱، ۲۵۲، ۱۵۱ زبیر ابو خالد: ۳۸۰

ذو النورین: ۵۱ زبیر ابن النخیریت: ۳۶۳

ابو ذر ہروی: ۳۰۱ زبیر ابن العوام: ۴۷

الذہبی علامہ: ۲۶۵، ۷۱ زجاج امام: ۱۸۳

ذوالنورین: ۵۱ الزرقانی عبدالعظیم: ۱۴۲، ۵۶، ۵۰، ۴۳

۱۴۹، ۱۳۱، ۱۴۷، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ☆.....☆.....☆

۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۰، ۳۸۷، ۳۹۰، ۴۲۲

رافع بن مالک: ۲۴ الزرکشی (بدرالدین): ۷۵، ۵۵، ۴۳

رافعی امام: ۱۲۳ الزرکشی (بدرالدین): ۷۶، ۷۷، ۹۵، ۱۱۲، ۲۷۹، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳

راونس میجر: ۱۴۷ ۳۳۶، ۳۳۲

ربان بن سعد: ۴۷ زختری: ۳۹۲، ۳۳۴

ربیع بن الخثیم: ۳۵۸

ابوزید: ۲۸۳

الرحمن: ۱۶۵، ۱۵۸ زید بن ثابت: ۸۲، ۴۵، ۴۹، ۵۱، ۶۵

رحیم بخش: ۳۰۶ زید بن ثابت: ۷۶، ۷۷، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۶۷، ۶۶

رزق الطویل السید: ۲۹ زید بن ثابت: ۷۸، ۸۲، ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰

ربیع دو ساد: ۱۹ زید بن ثابت: ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۲۶، ۱۳۳، ۱۷۶، ۳۱۶

۳۵۸، ۳۳۷ ☆.....☆.....☆

☆.....☆.....☆

ز

ش

سمنانی: ۳۰۱
 سمہودی علامہ: ۱۳۱، ۱۳۹
 سمیع اللہ حافظ:
 سوید بن غفلہ الجعفی: ۹۵
 سہیلہ یاسین الجبوری: ۲۰، ۱۸
 سیبویہ امام: ۲۲۲
 سیروف میجر: ۱۳۳
 ابن سیرین: ۶۹
 سیوطی جلال الدین: ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۵
 ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۷، ۱۰۰، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲
 ۱۸۹، ۲۵۲، ۲۷۹، ۲۸۵، ۳۳۵، ۳۶۰

☆.....☆.....☆

ش

الشاطبی (قاسم بن فیرہ): ۱۴۰، ۲۷۷، ۳۳۹
 شافعی امام: ۳۰۵
 ابوشامہ: ۷۵، ۷۴
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: ۳۵۰
 شبیر احمد عثمانی مولانا: ۳۵۳
 شرجیل حسنہ کنڈی: ۴۷
 ابوالشعاع: ۸۶
 شعیب: ۱۹۵، ۹

سالم مولیٰ ابی حذیفہ: ۳۵۸، ۷۱

السخاوی امام: ۳۳۲، ۱۲۰، ۸۱

سدرہ: ۱۱

ابن السراج: ۲۸۸

سرفراز احمد اعوان:

سعد بن زرارہ: ۲۲

ابوسعید: ۴۵

سعید بن جبیر: ۳۸۰، ۳۶۷، ۳۵۸

سعید رمضان البوطی: ۱۴۴

سعید ابن العاص: ۱۴۳، ۹۷، ۹۶، ۸۸

ابوسعید مولیٰ بنی اسید: ۱۳۸

سفیان بن امیہ بن عبد الشمس: ۲۲

سفیان بن حرب: ۴۷

سلطان: ۲۰۰

سلمان بن نجاح الاندلسی: ۲۷۷

ام سلمہ ام المؤمنین: ۳۵۸

سلیمان: ۱۹۶

سلیمان بن ابی حمہ: ۲۳

ابوسلیمان محمد بن محمد الخطابی: ۵۵

سلیمان بن مسلم بن جمار: ۲۶۶

ط

شفاء بنت عبد اللہ العدویہ: ۲۳

طاش کبریٰ زادہ: ۲۹۵، ۳۲

شقر و ن الوہرانی: ۲۸۵

طالوت: ۱۹۶

شمس الحق افغانی: ۱۳۲

طاہر رحیمی مولانا: ۳۸، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵،

شمعون: ۲۶۲

۲۱۵، ۲۰۵، ۱۹۱

الشقیطی محمد العاقب: ۳۵۴، ۱۸۹، ۵۱

ابو طاہر السندی: ۲۷، ۲۸، ۳۲، ۳۷، ۱۲۹،

ابن الشہاب الزہری: ۶۵، ۸۷، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲،

۱۳۹، ۲۵۳، ۲۹۷، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۹،

شیخ محمدی پیر: ۱۳۲

۳۳۷

شیطان: ۲۰۰

ابو الطاہر العقیلی: ۲۷۸

شیکسپر: ۳۴۱

طاہر عبدالقادر کردی: ۵۱، ۱۶۶،

☆.....☆.....☆

طسم: ۹

ص

طلحہ: ۳۵۸، ۴۷

صالح: ۱۹۵، ۱۹۶،

☆.....☆.....☆

صالح بن کیسان: ۳۵۸

ع

صحیح صالح الدکتور: ۳۸، ۳۱۲،

عاد: ۵، ۲۰۶، ۲۱۶،

صدیق: ۶۵

ابن عاشر محمد بن محمد: ۲۸۸، ۳۸۲،

صدیق اکبر: ۶۳، ۶۷، ۷۹،

عاصم: ۱۶۰

صلاح الدین ڈاکٹر: ۱۳۲

عاصم بن ابی الصباح الحدری: ۲۶۶، ۳۷۵،

☆.....☆.....☆

ابو العالیہ: ۳۷۸، ۳۷۹،

ض

عامر: ۷

ابو الضریس: ۶۹

عامر الشعسی: ۱۷۶

☆.....☆.....☆

- عامر بن عبد قیس: ۱۲۶
 ابن عامر عبد اللہ: ۲۱۸، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱
 عامر بن فہیرہ: ۴۷
 عائشہ ام المؤمنین: ۳۵۸، ۳۷۹، ۳۸۰
 ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵
 عباد بن صہیب: ۳۷۳
 عبادہ بن صامت: ۴۵
 ابوالعباس احمد بن عمار المہدوی: ۲۷۵
 ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب: ۳۸
 ابوالعباس محمد بن یزید المبرد: ۳۸
 عبدالاعلیٰ: ۳۶۲
 عبد الجلیل عیسیٰ: ۳۲۲
 عبدالحسین محمد: ۳۹
 عبدالحکیم افغانی: ۱۴۴
 عبد الحمید خان: ۱۴۴
 عبد الرحمن بن حارث بن ہشام: ۸۸، ۹۷
 عبد الرحمن السلمی: ۱۲۶
 عبد الرحمن بن عوف: ۲
 عبد الرحمن محمد ہواش: ۲۸۳
 عبد الرحمن بن مہدی: ۸۷
 عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج: ۲۶۵
 ابو عبد الرحمن الیزیدی: ۲۸۹
 عبد الرحیم محمد علی: ۲۸۰
 عبد الصبور شاہین: ۱۰۸
 عبد العاطی التکروری: ۲۸۸
 عبد العال سالم مکرم: ۳۷۵
 عبد العزیز الدباغ: ۲۶۰، ۲۹۷، ۳۱۶
 عبد العزیز الفہمی المصری: ۳۲۵، ۳۲۶
 عبد الفتاح اسماعیل الشلمی: ۱۶۹، ۱۸۴
 ۲۸۱، ۲۸۱
 عبد القدوس خان قارن:
 عبد اللہ: ۹۸، ۱۲۳، ۱۳۹، ۳۶۲، ۳۷۳، ۳۸۰
 عبد اللہ (ڈاکٹر حافظ):
 عبد اللہ بن احمد: ۱۴۰
 عبد اللہ بن ادریس الادوی: ۲۶۷
 عبد اللہ بن ارقم بن عبد یغوث: ۴۷
 عبد اللہ بن جدعان: ۱۷
 عبد اللہ خورشید البری: ۱۲۵، ۱۲۹
 عبد اللہ بن ابی داؤد: ۲۷۳، ۳۷۲
 عبد اللہ بن رواحہ: ۴۷
 عبد اللہ بن زبیر: ۴۶، ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۱۳۳
 عبد اللہ بن سائب الجحزی: ۱۲۶



ابوعبید رضوان بن محمد المخلاتی: ۲۸۲، ۲۸۳،

۳۲۳، ۲۸۹

عبید بن السباق: ۶۵

عبید بن عمیر: ۳۵۸

ابوعبید قاسم بن سلام: ۶۵، ۸۷، ۱۳۰،

۱۴۰، ۱۵۱، ۱۶۵، ۱۷۶، ۲۷۲، ۳۳۶، ۳۶۳،

۳۸۰، ۳۸۶

عبید اللہ خواجہ پیرا خرار: ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶،

ابوعبیدہ ابن الجراح: ۴۷

ابوعبیس ابن کثیر: ۲۰

عثمان بن حافظ رحمن: ۲۸۵

عثمان طہ: ۱۲۲

عثمان بن عفان: ۳۰، ۳۷، ۳۹، ۴۷، ۷۳،

۷۵، ۸۲، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۱،

۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱،

۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷،

۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶،

۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۳۸،

۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۶،

۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱،

۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۲۱۶، ۲۳۵، ۲۳۶،

عبداللہ بن سعد: ۴۷

عبداللہ بن سعد العامری: ۴۷

عبداللہ بن سہیل بن یوسف: ۲۷۶

عبداللہ بن عامر القرشی: ۳۶۲

عبداللہ ابن عباس: ۵، ۳۶، ۴۷، ۷۱، ۷۲،

۹۸، ۱۰۹، ۳۵۸، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷،

۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳،

عبداللہ بن عمر: ۴۶، ۹۸

عبداللہ بن عمرو: ۱۱۰

عبداللہ محمود شامی: ۲۸۲

عبداللہ بن مسعود: ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۹۰، ۹۱،

۹۲، ۹۶، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۸۵،

۳۷۶، ۳۷۷، ۳۹۰

عبداللہ بن وہب: ۲۶۶

عبداللہ بن ہانی: ۳۷۰، ۳۷۱

عبدالمتعال السعیدی: ۲۸۲

عبدالہومن سلطان: ۱۴۵

عبدالواحد بن عاشر الاندلسی: ۱۲۹، ۲۸۱، ۳۳۴،

عبدالوہاب حمودہ: ۱۲۰، ۱۳۸، ۱۵۱، ۱۷۰،

۲۹۲، ۳۳۲

عبدالہادی الفہلی: ۱۲۰

- علی بن مامون: ۱۳۵
 علی بن محمد الانطاکی: ۲۸۹
 علی محمد بن الضباع: ۲۸۳، ۲۸۰
 علی عبدالواحد وانی: ۱۷۹
 عمر: ۶۲
 عمر فاروق: ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۵۱، ۴۷
 ۶۸، ۸۵، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۵، ۷۱، ۷۰
 ۳۸۲، ۳۵۸، ۱۷۶، ۱۰۹، ۱۰۳، ۹۹، ۸۶
 عمران: ۱۵۱، ۱۶۰، ۱۹۶، ۲۱۷، ۲۲۳، ۲۲۵
 ۲۳۹، ۲۳۸، ۲۲۸
 عمر بن عبدالعزیز: ۱۷۶
 عمرو: ۶۲
 ابو عمرو و امام: ۱۸۰، ۱۹۲، ۱۹۶، ۲۳۰، ۲۳۱
 ۳۸۳، ۲۷۷، ۲۵۷
 عمرو بن حزم: ۴۶
 عمرو بن رافع: ۴۷
 عمرو ابن العاص: ۹۸، ۴۷
 عمرو بن عبداللہ: ۳۸۰
 ابو عمرو بن العلاء: ۲۶۷
 عمرة بنت قیس العدویہ: ۱۴۰، ۱۴۱
 عوف بن ابی جمیلہ: ۳۷۳
- ۲۶۴، ۲۶۵، ۳۰۴، ۳۸۲، ۳۴۰، ۳۶۰
 ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶
 ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳
 ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۸۴، ۳۸۶
 عثمان حافظ:
 ابن عربی: ۳
 عروة بن زبیر: ۱۷۶، ۳۷۹
 عز بن عبدالسلام: ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴
 ۳۴۳، ۳۴۴
 عطاء بن ابی رباح: ۳۵۸
 عکرمہ: ۳۵۸، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۷
 ابو العلاء الحسن العطار: ۲۷۷
 علاء بن الحضرمی: ۴۷
 علقمہ: ۳۵۸
 علی: ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۹۵، ۱۰۹، ۱۳۳، ۱۳۶
 ۳۵۸، ۳۹۰
 علی بن اصمغ: ۳۷۵، ۳۷۸
 علی بن حمزہ الکسانی: ۲۶۷، ۲۷۱
 علی بن زید بن کبیر: ۲۶۷
 علی بن عبدالعزیز: ۳۶۳
 علی بن عیسیٰ الرماني: ۲۷۵، ۲۸۹

فلندرپتری: ۱۳
 فیاض خان سواتی:
 فیروزالدین شاہ کھگہ:

☆.....☆.....☆

ق

قارون: ۱۹۶
 ابوالقاسم لتیمی: ۱۳۳
 ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسحاق الزجاجی: ۳۹
 ابن القاصح: ۱۲۰
 قبیصہ بن عقبہ: ۱۱۷
 ابن قتیبہ: ۳، ۱۴۰، ۱۴۲، ۲۳۰، ۲۷۵
 ابن قدامہ: ۳۵۲

قرآن: ۴، ۶، ۱۵، ۲۳، ۳۰، ۳۶، ۳۷، ۴۷،
 ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰،
 ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹،
 ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱،
 ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹،
 ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸،
 ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶،
 ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳،
 ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷

عیاض قاضی: ۳۵۲

عیسیٰ ابن مریم: ۲۱۲، ۲۶۰، ۲۶۲

عیسیٰ بن مینا قالون: ۲۶۶

☆.....☆.....☆

غ

غازی بن قیس الاندلسی: ۱۹۶، ۲۶۶، ۲۷۱
 غانم قدوری الحمد: ۱۱، ۳۵، ۱۵۹، ۱۸۹،
 ۲۱۳، ۲۲۳، ۲۳۶، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۹۲، ۳۱۳
 ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۲
 غیلان بن سلمہ اشقی: ۲۲
 غلام احمد پرویز: ۲۹

☆.....☆.....☆

ف

ابن فارس: ۳، ۲۹۵
 فخرالدین الرازی: ۳۹۰، ۳۹۲
 فخری پاشا: ۱۳۳
 ابوالقداء: ۱۱۷
 الفقراء امام: ۳۸۰، ۳۹۲
 فرعون: ۱۹۵، ۲۲۵
 فروہ بن عمر الجذامی: ۲
 فلفلہ الجعفی: ۱۰۶

القلقندی ابوالعباس: ۳۰، ۳۱، ۳۰

قیس: ۲۳۵

قیصر: ۳۵۲، ۶

ابن قیم (الجوزیہ): ۱۱۱، ۷۹

☆.....☆.....☆

ک

الکاشانی ملاحسن فیض: ۶۷

کامل البایا: ۱۸، ۵۷، ۱۳۷، ۱۳۹

کاؤف مان جنزل: ۱۳۶، ۱۳۴

ابن کثیر: ۳، ۲۴، ۶۴، ۹۳، ۱۱۷، ۱۲۳

۳۸۳، ۲۵۶، ۱۳۸

کثیر بن ارجح: ۹۷، ۹۸

کردی (طاہر عبدالقادر): ۲۱، ۹۲، ۱۲۸

۱۳۹، ۱۸۹، ۲۳۶، ۲۳۶، ۲۸۰، ۲۹۲، ۳۰۳

۳۳۸، ۳۳۸

الکسانی امام: ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۶۷، ۲۷۲

کسرئ: ۳۵۲

کعب بن احبار: ۱۱

☆.....☆.....☆

گ

گولڈزیہر: ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۷۷

۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۳

۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۸

۱۸۰، ۱۸۳، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۱

۲۱۲، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰

۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۹۲

۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸

۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶

۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸

۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶

۳۳۰، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰

۳۴۱، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰

۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۷، ۳۵۸

۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۷

۳۶۹، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱

۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۳

القرطبی علامہ: ۱۱۸، ۳۸۷، ۳۹۰

قریش: ۴، ۵، ۱۳، ۱۴، ۲۱، ۲۳، ۸۵، ۸۶

۸۸، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۶۸

۱۶۹، ۲۲۵، ۲۵۸، ۳۶۷، ۳۶۸

قسطلانی (ابوالعباس احمد): ۲۶، ۷۸، ۱۱۹

۱۸۵، ۲۸۰، ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۳۵

میردامام: ۲۴۶

المتولی محمد بن احمد: ۲۸۳، ۳۸۰

مجاہد: ۳۵۸

ابن مجاہد: ۱۱۹، ۱۷۷، ۲۶۸، ۲۷۴، ۲۸۸

محرر بن ثابت: ۱۴۰

ابو محفوظ الکریم: ۱۴۲، ۱۴۶

ابو محفوظ معصومی: ۱۴۰

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم): ۱۳۹، ۱۶۴

ام محمد:

محمد بن احمد المعروف بابن شنبوز: ۱۸۵، ۱۸۶

محمد نخیت: ۲۹۶

محمد جبیر الاندلسی: ۱۴۴

محمد الحبش: ۱۷۶

محمد بن حبیب اللہ الشنقیطی: ۲۸۳، ۳۳۵

محمد حسنین مخلوف العدوی: ۱۷۰

محمد بن خلف الحسینی الحدادی: ۳۰۴

محمد بن خلیل القشیری الاربلی: ۲۸۹

محمد رشید رضا: ۳۳۱، ۳۳۲

محمد رمضان البوطی: ۱۲۳

محمد زاید الکوثری: ۲۸۲

محمد ابوزید: ۳۳۳، ۳۳۴

ل

اللیب امام: ۳۲۸، ۳۳۱

لیب السعید: ۵۰، ۵۶، ۸۱، ۱۰۲، ۲۰۹

۲۵۷، ۲۹۳، ۲۹۶، ۳۱۲، ۳۲۷، ۳۳۹

۳۵۴، ۳۷۱، ۳۸۹، ۳۹۱

لثمن ماکس: ۲۰

لقمن: ۱۹۶، ۲۲۴، ۲۳۵

لوٹ: ۱۹۵، ۲۲۵، ۳۷۴

☆.....☆.....☆

م

ماجوج: ۱۹۶

المارغنی: ۳۳، ۱۷۴، ۱۹۶، ۲۰۵، ۲۴۴

۳۱۸، ۳۲۸

ماروت: ۱۹۶

مارک لیتسبرسکی: ۱۹

مالک امام: ۱۳۹، ۱۹۶، ۳۲۰، ۳۳۱، ۳۳۲

۳۳۳، ۳۳۶

ابن مالک: ۳۰

مالک بن دینار: ۳۷۸، ۳۷۹

مالک بن عامر: ۹۷، ۹۸

- محمد سلیم پروفیسر: ۱۳۲، ۱۳۲، ۵۸، ۶۲۸
- محمد ابن سیرین: ۹۸
- محمد شفیع مفتی: ۳۲۳، ۳۲۹، ۳۵۲
- محمد صادق ماما یوسوپوف: ۱۳۷
- محمد طیب مولانا: ۳۵۳
- ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ: ۳۹
- محمد بن علی الحداد: ۳۲۸، ۳۳۱
- محمد علی الضباع: ۲۳۶، ۲۸۰
- محمد بن عمر بن سالم: ۳۷۵
- محمد متولی: ۲۸۲
- محمد محمد عبداللطیف ابن الخطیب: ۳۰۵
- ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۲، ۳۵۹، ۳۶۲
- محمد بن محمود السمر قندی: ۲۸۸
- محمد بن محمود بن محمد الشیرازی: ۲۷۹
- محمد غنی معدنی: ۳۳۵
- محمد بن المنکدر: ۱۷۶
- محمد نجیب المطعی: ۲۸۱
- محمد بن یوسف: ۲۲
- محمد بن یوسف بن معاذ الجبلی: ۲۷۵
- محمود حجازی: ۱۵
- محمود خلیل الحضری: ۲۸۱
- محمود خواجہ: ۱۳۴
- محمود النواوی: ۲۸۲
- ابن حیصن: ۳۸۴
- ابن مسعود: ۳۵۸، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۹۰
- مرامر: ۱۰
- مرتضی الزبیدی: ۲۷
- ابن مردویہ: ۳۸۷، ۳۸۸
- ابن مرزوق: ۱۴۴
- مرغینانی: ۳۵۱
- مروان بن حکم: ۹۹
- مرۃ: ۱۱
- مریم (بنت عمران): ۱۹۵، ۲۱۲، ۲۲۴، ۲۲۸
- مسح: ۱۳
- مسلمہ کذاب: ۶۴
- مصعب بن سعد بن ابی وقاص: ۱۱۱
- مطیح اللہ حافظ:
- ابومعاویہ: ۳۸۰، ۳۸۱
- معاویہ بن ابی سفیان: ۴۷، ۱۴۳، ۲۹۹، ۳۰۰
- معتصم باللہ خلیفہ: ۱۴۵
- معد بن عدی: ۲۴
- معلی بن عیسیٰ الوراق: ۲۶۶

ن

ناجیہ بن ریح: ۳۷۵
 ناصر الدین ارکائی: ۳۳، ۳۷، ۲۸۳
 نافع (بن عبدالرحمن) امام: ۱۳۰، ۲۵۶
 ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۱، ۳۷۳
 ابن ندیم: ۱۰، ۱۵، ۲۲، ۵۸، ۶۵، ۸۷
 ۱۸۵، ۲۱۷، ۲۷۰، ۲۷۱
 نصر بن عاصم الجحدری: ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۴
 نظام الدین الشاشی: ۳۰۱
 نظام الدین نیشاپوری: ۳۰۶، ۳۳۶
 نوح: ۸، ۱۲، ۱۹۵، ۳۷۴
 نولڈ کے: ۳۵۷
 نیابوت بن نیابت بن اسماعیل بن ابراہیم: ۱۷
 النیشاپوری ابوالفتح: ۳۰۱

☆.....☆.....☆

و

ورقہ بن نوفل: ۲۲
 ابوالوفاء محمود:
 ابوالولید باجی: ۳۰۱
 ابن وہب: ۱۳۹

☆.....☆.....☆

مغیرہ بن شعبہ: ۴۷

مغیرہ بن ابی شہاب الخزومی: ۱۲۶

مقداد بن الاسود: ۸۹

ابن مقسم العطار: ۲۷۴

ابن مقلہ: ۱۳۵

مقوقس: ۳۵۲

مکی بن ابی طالب: ۷۶، ۱۸۴، ۲۷۵

ملاحسن فیض الکاشانی: ۶۷، ۶۹، ۷۰

ملا صادق الایمانقوی: ۳۴۱

ملا علی قاری: ۲۸۹، ۳۳۵

ملک الظاہر بئیرس: ۱۴۶

مناع القطان: ۲۹۲، ۳۴۰

منذر بن عمرو: ۲۴

ابو المنذر نصیر بن یوسف الخوی: ۲۷۲

ابن منظور: ۲۷، ۵۲

موسیٰ: ۱۶۳، ۲۱۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲

ابوموسیٰ: ۸۶، ۸۹، ۱۱۰

ابوموسیٰ الأشعری: ۳۵۸

موسیٰ جار اللہ: ۲۸۰

میکئیل: ۱۹۶

☆.....☆.....☆

الیقوبی: ۱۲۵، ۱۲۹
 ابن الیمان: ۴۷
 یوسف البلوی: ۳
 یوسف المدنی: ۲۸۴
 یونس: ۱۵۴، ۱۶۲، ۱۶۳، ۲۲۵، ۳۷۲، ۳۸۳

☆.....☆.....☆

ہارون: ۱۹۵، ۳۸۳
 ہامان: ۱۹۵
 ہذیل (قبیلہ): ۲۵۸
 ابو ہریرہؓ: ۱۰۹
 ابن ہشام: ۵
 ابو ہشام: ۲۵۹، ۳۲۳
 ہشام بن عروہ: ۸۲، ۳۷۹، ۳۸۰
 ہشام بن عمارہ: ۲۶۸
 ہنزہ بن ربیع: ۴۷
 ہودؑ: ۲۲، ۱۵۵، ۱۹۵، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۳۳
 ۲۳۶، ۲۹۶

☆.....☆.....☆

ی

یحییٰ: ۲۲۱
 یحییٰ بن حارث: ۲۶۸، ۲۷۱
 یحییٰ بن زیاد الفراء: ۲۶۷، ۲۷۲
 یحییٰ بن مبارک الیزیدی: ۲۶۷، ۲۸۹
 یحییٰ بن یحییٰ: ۳۶۳، ۳۶۴
 یس: ۱۵۷، ۲۳۳
 یعقوب امام: ۱۹۲، ۲۱۰

برصغیر: ۳۲۰

بصرہ: ۸۶، ۸۹، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲،

۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۶،

۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶،

۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۳۷۸، ۳۷۹،

بلقاء: ۶

بولان: ۱۲

پاکستان: ۱۳۷، ۱۳۸، ۳۲۲

پشیرزبرگ: ۱۳۳، ۱۳۶، ۳۲۲

تاشقند: ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹،

تبالجہ: ۱۲، ۱۵

تبرسورخ: ۲۸۱

ترکستان: ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵

ترکی: ۱۳۲، ۱۳۵

تلمستان: ۱۳۵

توپکاپی: ۱۳۲

تیماء: ۶

جبل الدرروز: ۱۸، ۱۹

جرباء: ۶

الجزیرہ: ۱۲۵

حجاز: ۱۲، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۱۶۶، ۲۳۵، ۲۷۰،

﴿.....اماکن.....﴾

آذربائیجان: ۸۸

آرمینیہ: ۸۸، ۹۱

اذرح: ۶

اردن: ۱۸، ۱۹

ازبکستان: ۱۳۶

استنبول: ۱۳۲

اسکندریہ: ۲۶۵

افریقہ: ۳۲۰

امّ الجمال: ۱۸، ۱۹، ۲۰

انبار: ۲۱

اندلس: ۱۳۳، ۱۳۵

انڈیا: ۱۳۷

اوقا: ۱۳۷، ۱۳۹

ایشیا: ۱۳۷، ۳۲۰

ایلیہ: ۶

بتراء: ۱۸، ۱۹، ۲۰

بحرین: ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۸

بدر: ۷۳

طبریہ: ۱۳۳	قرآن: ۱۹، ۱۸
طرطوس: ۱۳۲، ۱۳۰	حیرہ: ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۵، ۱۴، ۶
عراق: ۱۶۶، ۱۳۰، ۱۱۹، ۹۲، ۹۱، ۸۸، ۸۶	دارالآثار: ۱۳۲
۳۷۸، ۲۸۵، ۲۸۰، ۲۷۰	دمشق: ۲۷۶، ۲۶۸، ۱۴۴، ۸۹
عرب: ۲۱، ۱۸، ۱۶، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳	دوحہ: ۱۳۷
۱۷۳، ۱۴۸، ۱۲۷، ۶۴، ۶۳، ۵۸، ۵۷، ۳۵	دومۃ الجندل: ۲۱، ۱۳
۱۸۰، ۲۳۵، ۲۵۸، ۲۹۲، ۳۲۱، ۳۶۳	دہلی: ۲۷۸، ۱۴۷
۳۸۱، ۳۷۳، ۳۷۲، ۳۶۷، ۳۶۵	دیوبند: ۳۵۳، ۳۵۲
فارس: ۲۹۵، ۳	روس: ۳۴۲، ۳۴۱، ۱۳۶
قاہرہ: ۲۸۲، ۲۸۱، ۲۸۰، ۲۴۳، ۱۳۷، ۱۳۲	روم: ۲۳۹، ۲۳۷، ۲۲۸، ۲۱۵، ۱۳۵، ۱۳۳
۳۳۹، ۳۲۶	زبد: ۱۹
القبة العباسیة: ۱۳۳	سامرہ: ۹۳
قچاق: ۱۳۶	سمرقند: ۱۳۶، ۱۳۳
قرطبہ: ۱۳۵، ۱۱۸	سیرابیت الخادم: ۱۷
قسنطنیہ: ۱۳۳، ۱۳۲	سیریا: ۳۵۹
کانپور: ۳۵۲	سیناء: ۱۷، ۱۳
کراچی: ۱۳۷	شام: ۱۱۸، ۹۲، ۹۱، ۸۹، ۸۸، ۲۲، ۲۰، ۶
کندہ: ۲۱	۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۷
کوفہ: ۱۴۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۸۹، ۸۶، ۸۵	۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۲۹، ۱۲۸
۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱	۲۷۲، ۲۷۰، ۲۶۸، ۱۶۶
۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۴۵	طائف: ۲۲

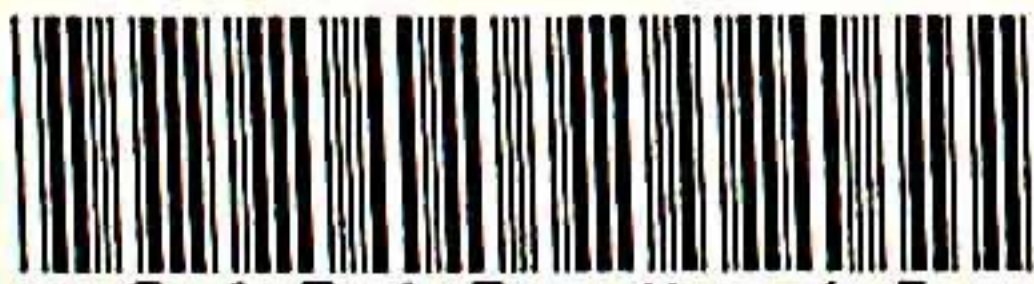
موحدین: ۱۴۵	۳۷۶، ۲۷۲، ۲۷۱، ۲۶۹، ۲۶۷
نجف: ۲۸۰	کیسہ: ۲۶۷
ہند: ۳۲۵، ۳۲۰	لندن: ۱۴۷
ہندوستان: ۱۴۷	لیبیا: ۱۷۴
یثرب: ۲۰	ماسکہ: ۲۸
یمامہ: ۷۱، ۷۰، ۶۵، ۶۴	متخامہ: ۲۰
یمن: ۱۲۸، ۱۲۴، ۱۲۳، ۲۲، ۲۱، ۱۵، ۶	مدین: ۱۲۸
	مدینہ: ۱۱۹، ۱۰۱، ۱۰۰، ۸۹، ۸۵، ۲۲، ۲۳، ۵
	۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰
	۱۶۳، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۰
	۲۷۱، ۲۶۶، ۲۶۵، ۲۰۶، ۱۹۶، ۱۶۶، ۱۶۵
	مراکش: ۱۴۵، ۱۴۳
	مشہد حسینی: ۱۳۷، ۱۳۲
	مصر: ۲۸۱، ۲۷۷، ۱۳۶، ۱۳۱، ۱۲۵، ۶۲
	۳۲۵، ۳۱۸، ۳۰۷، ۲۸۸، ۲۸۷، ۲۸۵
	۳۳۴، ۳۳۳، ۳۳۱، ۳۲۸
	معمدان: ۱۹
	مکہ: ۱۱۸، ۵۸، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۵، ۴
	۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹
	۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۲۹، ۱۲۸
	۲۶۸، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴

نزول قرآن کے وقت راجح عربی خط اور رسم قرآنی میں اتفاق و اختلاف، عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں رسم قرآنی کی تعریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مصاحف کی کتابت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت، رسم عثمانی تو قیفی ہے یا غیر تو قیفی، رسم عثمانی کا تشریحی مقام یعنی شرعاً مصاحف کی کتابت میں رسم عثمانی کا التزام ضروری ہے یا نہیں؟، رسم عثمانی کے قواعد ستہ کے رموز و فوائد، علم الرسم کی تاریخ، قدیم و جدید معترضین کا رسم عثمانی پر شبہات و اشکالات کا مدلل ابطال، جیسے موضوعات پر تحقیق اور تصنیف و تالیف کی ضرورت تھی تاکہ ارادخواں طبقہ بھی ان اہم مباحث سے آشنا ہو سکے۔

یہ ابات باعث مسرت و اطمینان ہے کہ حافظ محمد سمیع اللہ فراز، جو علوم اسلامیہ کے فاضل اور علمی و تحقیقی ذوق کے حامل ہیں، نے اپنے ایم فل کے تحقیقی مقالے کا موضوع علم الرسم کی انہی مباحث کو بنایا اور انتہائی محنت و جانفشانی سے بنیادی مصادر و مآخذ سے متعلقہ مباحث کو جمع کرتے ہوئے بڑی دقت نظر سے اس علم کے اہم مسائل کی تنقیح و توضیح کا فریضہ سرانجام دیا۔ مقالے کی ترتیب پر تدریس و تحقیق موصوف کی علمی متانت اور تحقیقی ذوق کی آئینہ دار ہے۔

297.141

ف 373 ر



* 7 1 3 6 3 - U - 6 7 *

P.U.
PRESS

PUNJAB UNIVERSITY PRESS

رسم عثمانی
اسکی شرعی حیثیت

حافظ اسماعیل اللہ صاحب

شیخ زاید سلیمان
پنجاب یونیورسٹی، لاہور